150 سے زائد
شہدائے ناموس صحابہ و اہلبیت
کا ایمان افروز تذکرہ

صحابہ رضی اللہ عنہم کے پروانے

جلد دوم

زیر سرپرستی
وارث شہدائے ناموس صحابہ و اہلبیت
حضرت مولانا علامہ غازی محمد اورنگزیب فاروقی صاحب حفظہ اللہ
مرکزی صدر: اہلسنت والجماعت پاکستان

مرتب
ابن ظہیر کلیانوی
ڈائریکٹر امیر عزیمت اکیڈمی

ناشر ادارہ صدائے اہلسنت کراچی

CamScanner

200 سے زائد شہدائے ناموس صحابہ کا ایمان افروز تذکرہ

المعروف

پروانے
صحابہ رضی اللہ عنہم کے

(جلد دوم)

مؤلف

ابن ظہیر کلیانوی

(ڈائریکٹر امیر عزیمت اکیڈمی کراچی)

ناشر

ادارہ صدائے اہلسنّت کراچی

CamScanner

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	پروانے صحابہؓ کے (جلد دوم)
حالات وواقعات	:	شہدائے ناموس صحابہؓ
زیر سرپرستی	:	علامہ اورنگزیب فاروقی
مؤلف	:	ابن ظہیر کلیانوی
کمپوزنگ:	:	فیصل احمد، مولانا عاشق الٰہی
صفحات	:	304
سن طباعت	:	نومبر 2017ء
تعداد طبع اوّل	:	1100
ناشر	:	ادارہ صدائے اہلسنّت کراچی

ملنے کا پتہ

مرکز اہلسنّت جامع مسجد صدیق اکبرؓ، ناگن چورنگی، نارتھ کراچی

رابطہ نمبر: 0348-2984876

انتساب

صدر سپاہ صحابہؓ، جبل استقامت، وکیل صحابہؓ
شیر اسلام، شہنشاہ خطابت، حضرت علامہ

غازی محمد اورنگزیب فاروقی مدظلہ

اور اس کتاب میں مذکور صحابہؓ کے پروانوں اور حضرت جھنگوی شہید کے مریدانِ باصفا کے نام جو ظلمتوں کے بحر بیکراں میں 32 سالوں سے ''پروانوں'' کی طرح ''پرواہِ جاں'' کیے بغیر فنا ہوتے چلے جا رہے ہیں مگر ''مرشد'' کے دیئے ہوئے سبق سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں۔

ابن ظہیر کلیانوی

CamScanner

آئینہ مضامین

☆	انتساب	۳
☆	حدیثِ دل مؤلف کے قلم سے	۱۰

آراء گرامی

☆	جن کے خون سے خوشبو آئے مولانا عبدالجبار سلفی	۱۴
☆	ان ہستیوں کا تذکرہ جن کے نقشِ پا سے روشنی ملتی ہے مولانا جہان یعقوب	۱۸
☆	صحابہؓ کی عظمتوں کا دفاع مفتی محمد نصر اللہ احمد پوری	۲۵

بابِ اول: تذکرہ شہدائے ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم ۲۸

☆	**شہدائے کراچی**	۲۹
☆	مفتی غلام اکبر شہید، مفتی کامران شہید	۳۰
☆	مولانا صفی اللہ شہید	۳۱
☆	مولانا فیصل شہزاد شہید	۳۳
☆	حاجی فیاض سومرو شہید	۳۶
☆	محمد طارق معاویہ شہید	۳۹
☆	قاری محمد مجاہد شہید	۴۲
☆	حافظ محمد طارق جمیل شہید	۴۴
☆	مدثر الٰہی شہید	۴۷
☆	مولانا طلعت محمود شہید	۴۸
☆	توصیف شہید+تنویر شہید (دو سگے بھائی)	۴۹
☆	کاشف شہید، طالب شہید (دو سگے بھائی)، سعید احمد شہید (کزن)	۵۱
☆	عمران فاروق شہید	۵۲
☆	حافظ جمشید شہید	۵۳

CS CamScanner

☆	اطہر حسین شہید		۵۴
☆	قاری سعید احمد شہید		۵۵
☆	حافظ سعید شہید		۵۶
☆	**شہدائے اسلام آباد و راولپنڈی**		۵۷
☆	مولانا محمد صدیق شہید (والد مولانا حبیب الرحمٰن صدیقی شہید)		۵۸
☆	مولانا حبیب الرحمٰن صدیقی شہید	(اسلام آباد)	۶۰
☆	رضوان زمان شہید، ثناء اللہ شہید	(اسلام آباد)	۶۲
☆	مفتی منیر معاویہ شہید، مولانا اسد محمود عباسی شہید	(اسلام آباد)	۶۳
☆	مولانا مظہر محمود صدیقی شہید	(راولپنڈی)	۶۷
☆	قاری ادریس کشمیری شہید	(اسلام آباد)	۶۹
☆	مولانا اظہار الحق فاروقی شہید	(راولپنڈی)	۷۱
☆	مفتی محمد اشتیاق شہید	(راولپنڈی)	۷۳
☆	قاری ناصر کشمیری شہید	(راولپنڈی)	۷۵
☆	راجہ سیف اللہ شہید، حافظ اسلم شہید	(راولپنڈی)	۷۶
☆	حافظ سہیل عباسی شہید	(راولپنڈی)	۷۸
☆	ابوبکر حبیب شہید	(راولپنڈی)	۸۱
☆	**شہدائے جھنگ**		۸۴
☆	غازی حق نواز جھنگوی شہید		۸۵
☆	شہدائے جھنگ (۱)		۸۸
☆	مولانا شیریں شہید		۹۲
☆	حکیم محمد صدیق شہید		۹۲
☆	حافظ محمد نواز شہید		۹۳
☆	مولانا دوست محمد شہید		۹۴
☆	شہدائے جھنگ (۲) (ستمبر 1991ء)		۹۵

CS CamScanner

☆	مولانا سید صادق حسین شاہ شہید	۹۷
☆	مولانا رشید احمد مدنی شہید	۹۹
☆	مولانا قاری محمد حذیفہ شہید	۱۰۰
☆	حافظ حبیب الرحمٰن شہید	۱۰۲
☆	حاجی عزیز الرحمٰن ڈھڈی شہید	۱۰۴
☆	اقبال صدیقی شہید	۱۰۵
☆	**شہدائے لیّہ**	۱۰۶
☆	قاری ضیاء الرحمٰن ساجد شہید	۱۰۸
☆	محمد بخش شہید	۱۱۰
☆	صوفی عبدالغفار شہید	۱۱۰
☆	**شہدائے لاہور**	۱۱۱
☆	مولانا سمیع اللہ جھنگوی شہید	۱۱۲
☆	مولانا سیف اللہ خالد شہید	۱۱۶
☆	مولانا مطیع الرحمٰن قاسمی شہید	۱۲۰
☆	مولانا قاری اللہ داد تونسوی شہید	۱۲۳
☆	عبدالرحمٰن بھٹی المعروف قاسم چودھری شہید	۱۲۵
☆	حاجی محمد طیب شہید	۱۲۸
☆	راؤ خلیل احمد ایڈوکیٹ شہید	۱۳۰
☆	**شہدائے ہری پور**	۱۳۲
☆	شہدائے ہری پور 1999ء	۱۳۳
☆	بخشیش الٰہی شہید (صحافی)	۱۳۶
☆	**شہدائے شیخوپورہ وفیصل آباد**	۱۳۸
☆	مولانا حافظ محمد عباس شہید (نابینا) (شیخوپورہ)	۱۳۹
☆	حافظ ظہور الحق شہید (شیخوپورہ)	۱۴۲

☆	محمد زبیر بٹ شہید	(فیصل آباد)	۱۴۴
☆	**شہدائے خیرپور وسکھر**		۱۴۸
☆	سائیں محمد وارث شہید	(خیرپور)	۱۴۹
☆	محمد اسماعیل راجپوت شہید	(خیرپور میرس)	۱۵۱
☆	مولانا عبدالجبار برڑو شہید	(سکھر)	۱۵۳
☆	**شہدائے کوہاٹ و ہنگو**		۱۵۶
☆	ڈاکٹر خالد نواز فاروقی شہید	(ہنگو)	۱۵۷
☆	احسان اللہ شہید	(کوہاٹ)	۱۵۸
☆	**شہدائے سرگودھا**		۱۶۰
☆	شہدائے یوم عاشورا	(سرگودھا 2014ء)	۱۶۱
☆	**شہدائے کوٹ ادّو، بھکر**		۱۶۵
☆	سیف اللہ گادی شہید	(کوٹ ادّو)	۱۶۶
☆	محمد ابراہیم تبسم شہید	(کوٹ ادّو)	۱۶۹
☆	ملک ذوالفقار بھون شہید	(بھکر)	۱۷۱
☆	**شہدائے تلہ گنگ، منڈی بہاؤ الدین**		۱۷۳
☆	قاری سعید احمد شہید	(تلہ گنگ)	۱۷۴
☆	حافظ محمد شہید	(منڈی بہاؤالدین)	۱۷۸
☆	**شہدائے ڈی آئی خان و پشین**		۱۷۹
☆	حافظ مسعود الرحمٰن شہید	(ڈیرہ اسماعیل خان)	۱۸۰
☆	عین الدین شہید	(پشین)	۱۸۱

بابِ دوم: چمن شہداء کی فکری آبیاری کرنے والے باغبان ۱۸۲

☆	مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمہ اللہ	۱۸۳
☆	حضرت پیر جی خلیفہ عبدالقیوم صاحب رحمہ اللہ	۱۸۴
☆	مولانا محمد نافع رحمہ اللہ	۱۹۰

CamScanner

☆	مولانا اللہ وسایا صدیقی رحمہ اللہ		۱۹۳
☆	مولانا عبدالرزاق جان حیدری رحمہ اللہ	(سکھر)	۱۹۶
☆	حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہباز فاروقی رحمہ اللہ		۱۹۹

باب سوم: شیعہ گردی کا شکار علمائے اہلسنت ۲۰۰

☆	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید	(کراچی)	۲۰۱
☆	مفتی نظام الدین شامزی شہید	(کراچی)	۲۰۴
☆	مولانا مفتی حبیب اللہ مختار شہید	(کراچی)	۲۰۶
☆	مفتی عبدالسمیع شہید	(کراچی)	۲۰۸
☆	مولانا محمد عبداللہ شہید	(اسلام آباد)	۲۰۹
☆	مفتی عتیق الرحمٰن شہید	(کراچی)	۲۱۱
☆	مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید	(کراچی)	۲۱۳
☆	مفتی محمد جمیل خان شہید	(کراچی)	۲۱۴
☆	مولانا نذیر احمد تونسوی شہید	(کراچی)	۲۱۵
☆	مولانا انیس الرحمٰن درخواستی شہید	(کراچی)	۲۱۶
☆	مولانا سعید احمد جلالپوری شہید ورفقاء کرام	(کراچی)	۲۱۸
☆	مفتی عبدالمجید دین پوری شہید، مفتی محمد صالح شہید، مولوی حسان علی شاہ شہید	(کراچی)	۲۲۰
☆	علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید	(لاہور)	۲۲۱
☆	مفتی سید سعید احمد خوندزادہ شہید	(کراچی)	۲۲۲
☆	مولانا احسان اللہ فاروقی شہید	(لاہور)	۲۲۳
☆	مولانا محمد حسن شہید	(ملتان)	۲۲۳
☆	مفتی محمد اسماعیل شہید	(کراچی)	۲۲۴
☆	مولانا محمد مجاہد شہید	(فیصل آباد)	۲۲۵

باب چهارم: شیعہ گردی کا شکار عوام اہلسنت ۲۲۶

☆	شہدائے مسجد الخیر	(ملتان)	۲۲۷
☆	شہدائے جامعہ ضیاء العلوم	(لاہور)	۲۲۹
☆	شہدائے اٹک		۲۳۰
☆	شہدائے خیر المدارس ودارالعلوم کبیر والا		۲۳۱

باب پنجم: سوزِ دروں (متفرق مضامین) ۲۳۳

☆	بعد از خدا بزرگ توئی......	۲۳۴
☆	علیؓ کی زندگی منافقت کی موت	۲۳۸
☆	سیرت امیر معاویہؓ اور ایک اعتراض کا علمی جائزہ	۲۴۴
☆	رحماء بینھم	۲۴۹
☆	سوئے حرم	۲۶۱
☆	دشمن پھر ذلیل ورسوا ہوا......سلام فاروقی	۲۶۳
☆	گوہر یکتا میرے قائد	۲۶۷
☆	زنداں بیتی	۲۷۲
☆	ہفت روزہ اہلسنّت......صرف خدا کے سہارے	۲۷۶
☆	یکم محرم الحرام کی تعطیل......اہلسنّت کی فتح مبین	۲۸۰
☆	حکمرانوں کی بے حسی اور ہماری قیادت	۲۸۴
☆	جرنیل کراچی علامہ تاج محمد حنفی سے ایک ملاقات	۲۸۷
☆	شہداء ڈے (2017ء)	۲۹۰
☆	سلام! سلام! سلام! الدھیانوی	۲۹۴
☆	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل البشر بعد الانبیاء کیوں؟	۲۹۶
☆	قائدین سپاہ صحابہؓ اور اکابرؒ	۲۹۹
☆	فن خطابت کورس میں بیتی ایک صبح	۳۰۱
☆	شہداء کے مطلوبہ کوائف	۳۰۳

حدیث اوّل

مؤلف کے قلم سے

ناموس صحابہؓ واہل بیتؓ کے تحفظ، نظام خلافت راشدہ کے قیام اور ملک پاکستان کی بقاء، تحفظ اور سلامتی کے لئے سپاہ صحابہؓ پاکستان کے قائدین اور کارکنان 80ء کی دہائی سے اب تک جو قربانیاں دے رہے ہیں، وہ اظہر من الشمس ہیں۔ یقیناً ہمیں ان بہادر شہداء اور غازیوں پر فخر ہونا چاہئے کہ دین اسلام کی نظریاتی اور ملک پاکستان کی جغرافیائی سرحدات کو جب بھی خطرات لاحق ہوئے انہوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر اس کی حفاظت کی۔ جب بھی صحابہؓ دشمنوں نے دین اسلام کی بنیاد صحابہ کرامؓ کی عزت و ناموس پر حملے کئے، یہ اولوالعزم نوجوان آگے بڑھے اور صحابہ کرامؓ کی ناموس پر اپنا سب کچھ قربان کر کے دشمن کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا اپنی جان تک قربان کر کے پیچھے صرف اور صرف نظریہ دفاع صحابہؓ ودفاع اسلام کی ماسوا کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

الحمدللہ! یہ راقم اثیم اس بات کو اپنے لئے باعث فخر و اعزاز سمجھتا ہے کہ اُس نے اپنے وقت کے اولوالعزم لوگوں اور صحابہ کرامؓ کے پروانوں پر قلم اٹھایا، ایسے وقت میں کہ جس وقت ملک کی مقتدر طاقتیں ایک مقدس نظریئے پر جان نچھاور کرنے والوں کو ''دہشت گرد'' اور ''فسادی'' ظاہر کرنے کی ناکام کوششیں کر رہی تھیں، ایسے وقت میں کہ جب یہ ''پروانے'' دین اسلام اور ملکی سلامتی کے تحفظ کی جنگ لڑ رہے تھے، اپنی جوانیاں لہو رنگ کر رہے تھے، پروپیگنڈے کا شکار ایک طبقہ انہیں دشمنانِ وطن باور کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

ایسے ماحول میں راقم الحروف نے اپنی تمام تر مصروفیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صحابہؓ کے ان پروانوں پر قلم اٹھایا اور ان کے اہل خانہ اور تنظیمی ساتھیوں سے باقاعدہ رابطہ کر

کے ان کے حالات قلمبند کرنا شروع کئے، ابتداء جو اہلسنّت والجماعت کے ترجمان ہفت اہلسنّت میں شائع ہوتے رہے جس کی پہلی جلد مئی 2017ء میں منظر عام پر آ چکی ہے جبکہ بعد میں مستقل بنیادوں پر تذکرہ شہداء کی جمع وتدوین کا کام شروع کیا گیا اور اب الحمدللہ دوسری جلد آپ کی نظر کی جارہی ہے۔

پہلی جلد میں صرف جماعتی وابستگی رکھنے والے شہداء کا تذکرہ زینت قرطاس کیا گیا تھا جبکہ اس دوسری جلد میں شہدائے ناموس صحابہؓ کے علاوہ شیعہ گردی کا شکار علماء اور عوام اہلسنّت کا ذکر بھی کیا گیا ہے تا کہ اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکے کہ ایک اقلیتی فرقے نے کس طرح ملک پاکستان میں اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے اہلسنّت کی مقتدر شخصیات اور عوام کو اپنی بربریت کا نشانہ بنایا اور ویسے بھی کتاب میں مذکور علمائے اہلسنّت میں سے اکثریت کے تفصیلی حالات ملاحظہ کئے جائیں تو ان کا دفاع صحابہؓ و تردید رفض کے حوالے سے روشن کردار ضرور ملے گا، اس اعتبار سے وہ بھی صحابہؓ کے پروانوں کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اس دوسری جلد کو پانچ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے جس کی تفصیل آپ فہرست میں ملاحظہ فرمالیجئے تاہم اس قدر وضاحت ضروری ہے کہ کتاب کی دونوں جلدوں کی ضخامت کو مساوی رکھنے کے لئے ''جلد اوّل'' میں سے پہلے سے شائع شدہ ''باب دوم'' اور ''باب سوم'' یہاں جلد ثانی میں منتقل کردیئے گئے ہیں جبکہ جلد دوم کی اشاعت کے موقع پر قائدین اہلسنّت کی حاصل ہونے والے آراء اور تقاریظ کو ان کی اہتمام شان کی وجہ سے جلد اوّل کا حصہ بنادیا گیا ہے۔

اظہار تشکر

یقیناً ناسپاسی ہوگی اگر میں شکریہ ادا نہ کروں صدر اہلسنّت والجماعت پاکستان علامہ غازی محمد اورنگزیب فاروقی مدظلہٗ کا جن کی خصوصی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کے ذریعے یہ تاریخی سلسلہ آگے کی طرف بڑھا رہا ہے اور جرنیل کراچی علامہ تاج محمد حنفی مدظلہٗ ترجمان اہلسنّت کراچی مولانا خالد محمود ارشد مدظلہٗ کا جن کی ذاتی دلچسپی سے اشاعت کے مراحل ازخوبصورت طریقے سے پایۂ تکمیل تک پہنچے۔ ساتھ ساتھ میرے عزیز از جان نظریاتی ساتھی برادرم عمر معاویہ کا

تہہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے اس تاریخی کام کی طرف مجھے متوجہ کیا اور کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے اور خوب اجر عطا فرمائے، اس کے علاوہ ملک بھر سے ان تمام احباب کا شکریہ جنہوں نے اپنے شہداء ساتھیوں کا مختصر اور تفصیلی تذکرہ ارسال فرمایا۔
(فجزاھم اللہ احسن الجزاء)

بالخصوص آخر میں شکریہ ادا کروں گا کتاب کی کمپوزنگ کرنے والے اپنے بڑے بھائی، انتہائی مشفق و مہربان دوست حافظ فیصل احمد سلمہٗ اور برادرم مولانا عاشق الٰہی سلمہٗ کا جنہوں نے بہت تھوڑے دنوں میں مکمل کتاب کمپوز اور ڈیزائن کر کے آپ کے ہاتھوں میں پہنچانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

لیجئے! رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ مطابق جون ۲۰۱۷ء جلد دوم کا آغاز کیا، تقریباً پانچ سے چھ شہداء کا تذکرہ لکھنے کے بعد سلسلہ موقوف ہو گیا، تعلیمی، تدریسی اور نجی مصروفیات کا ہجوم سر پہ اکٹھے ہو گیا تاہم محرم الحرام ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۵/ اکتوبر ۲۰۱۷ء کے آغاز سے ایک نئے جذبے سے دوبارہ تحریر کا آغاز کیا اور شاید مدت کلیسی سے بھی کم مدت میں کتاب مکمل ہو گئی اور یہ آخری سطور ''حدیث دل'' کے عنوان سے تحریر کر رہا ہوں، ان سطور کی تحریر کے وقت کتاب کی مکمل ترتیب، کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ سے فارغ ہو گئے ہیں، اب صرف قائد محترم علامہ اورنگزیب فاروقی مدظلہٗ سے پاس کرا کے پریس بھیجنی ہے، وہ بھی ان شاءاللہ دو سے تین دنوں کی بات ہے، گویا کتاب کامل و مکمل ہو گئی اور حضرت لدھیانوی صاحب مدظلہٗ نے ''شہداء ڈے مئی 2017ء'' کے موقع پر ایک سال کی مدت میں دوسری جلد کی تحریر کا جو عندیہ دیا تھا الحمدللہ! ان کی دعاؤں سے صرف چھ ماہ کے قلیل عرصے میں کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہو گی۔ادھر کتاب پریس روانہ ہو گی اور ادھر یہ راقم اثیم سفر عمرہ کے لئے اپنے اہل خانہ کے ساتھ محوِ سفر ہو گا۔(ان شاءاللہ)

میں امید کرتا ہوں کہ اصحاب رسولؐ کے ان پروانوں کے تذکرہ ہائے وفا پر مشتمل یہ مجموعہ نہ صرف جماعتی بلکہ اہلسنّت کے تمام حلقوں میں قدر و منزلت سے دیکھا اور پڑھا جائے گا اور جلد اوّل کی طرح جلد دوم کو بھی قبول عام و خاص حاصل ہو گا تاہم کسی بھی موضوع پر کام

کرنے والا یہ دعویٰ ہرگز نہیں کرسکتا کہ اس نے حق ادا کردیا، بہتری کی گنجائش بہرحال موجود رہتی ہے۔

درمندانہ اپیل

میری کوشش ہے اور قلبی آرزو بھی کہ اس موضوع پر اپنی تحقیق مزید جاری رکھوں، دیگر ہزاروں شہداء کے حالات قلمبند کروں اور اپنے کام میں بہتری لانے کی کوشش کروں۔ اس ضمن میں مجھے آپ احباب کی مدد اور رہنمائی کی ضرورت رہے گی، آپ شہداء کے حالات بھیجیں گے تو میں ان کو مضمون کی صورت میں ڈھال کر سنی قوم کے سامنے اپنی جماعت کی مظلومیت پیش کرسکوں گا اور اگر آپ کا تعاون نہ ہوا تو شاید میرے لئے یہ سلسلہ آگے بڑھانا مشکل ہو جائے۔ اس لئے اپنے نظریاتی بھائی کا اپنی تحریکی ضرورت سمجھتے ہوئے ضرور دست و بازو بنیں۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

رائے گرامی

جن کے خون سے خوشبو آئے

مولانا عبدالجبار سلفی

ادارہ مظہر التحقیق، ملتان روڈ، لاہور

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبوت و رسالت اور نزولِ وحی کے عینی گواہ ہیں، جن کے دلوں اور دماغوں پر اللہ تعالیٰ کا خاص پہرہ تھا، یہی وجہ ہے کہ معصوم نہ ہونے کے باوجود اُن سے بیان روایت، حفاظت قرآن مجید اور علومِ نبوت کے نشر و اشاعت میں کسی قسم کی کوئی بات خلافِ دیانت واقع نہیں ہوئی۔ چنانچہ صوفیہ کرام نے ان کے حق میں ''حفاظت'' کی اصطلاح قائم کی ہے کہ وہ گو معصوم نہ سہی مگر محفوظ ضرور تھے۔ اس لئے روافض نے اپنے اسلام دشمن منصوبے کو جب عملی جامہ پہنانے کا ارادہ کیا تو اہل بیت کے لئے ''معصوم'' کا نظریہ ایجاد کیا تا کہ اجراءِ عصمت کی آڑ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقامِ حفاظت کو مجروح کرنا آسان ہو سکے۔ وہ الگ بات ہے کہ اس عصمت کو بارہ مخصوص شخصیات میں مقید کرنے کے لئے انہیں کیسے کیسے مشکل حالات کا سامنا رہا۔ کیونکہ اس مجبوری نے سیّدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی عصمت کی قطار میں لا کھڑا کیا، چنانچہ ''چہاردہ معصومین'' (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سمیت کی اصطلاح عام کی گئی، پھر اس امامت و عصمت نے ایسے ایسے گل کھلائے کہ پورے کا پورا مذہب امامیہ ایک گورکھ دھندا بن کر رہ گیا اور خود اہل تشیع کے اکابر علماء اپنے نظریہ کو مشکوک نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ جیسا کہ معروف امامی عالم ڈاکٹر موسیٰ الموسوی عراقی نے لکھا ہے کہ ''عصمت درحقیقت امام کے حق میں نقص کے سوا کچھ بھی نہیں، اس میں کوئی مدح نہیں، کیونکہ شیعی مفہوم کے مطابق عصمت کا معنی یہ ہے کہ ائمہ اپنی ولادت سے لے کر وفات تک اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے اس کی کسی نافرمانی کے مرتکب نہیں ہوتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں شر پر خیر کو فضیلت و ترجیح دینے کا ارادہ

CamScanner

مفقود تھا۔ میں نہیں جانتا کہ جب کوئی شخص ایسے ارادے کی بدولت جو اس کی ذات سے خارج ہے برائی کرنے پر قادر ہی نہیں ہے تو یہ کونسی قابل فخر عصمت ہے؟

(اصلاحِ شیعہ، صفحہ ۱۴۵، مطبوعہ فروری ۱۹۹۰ء)

نوٹ: مصنف نے یہ کتاب عربی زبان میں ''الشیعة والتصحیح'' ''الصراع بین الشیعة والتشیع'' کے نام سے لکھی تھی، جسے دنیا کی اکثر زبانوں میں ترجمہ کر کے تقسیم کیا گیا تھا اور پاکستان میں اس کا اردو ترجمہ ڈاکٹر ابو مسعود آل امام نے کیا تھا جو کم و بیش ستائیس سال قبل شائع ہوا۔ اس نظریہ عصمت کا پہلا ہدف چونکہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا، اس لئے روافض نے آپ رضی اللہ عنہ کی طرف روایات کا ایک طومار منسوب کر دیا جس کی بناء پر محدثین اہل سنت کو بہت زیادہ محنت و جستجو سے کام لینا پڑا۔ جیسا کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

قاتل اللّٰہ الشیعة فانھم افسدوا کثیرًا من علمه بالکذب علیه ولھذا تجد اصحاب الحدیث من الصحیح لا یعتمدون من حدیثه الا ما کان من طریق اھل بیتہٖ واصحاب عبداللّٰہ بن مسعود. (اعلام الموقعین جلد اوّل، ص ۱۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ روافض کا برا کرے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم و فضل کا ایک بڑا حصہ اُن پر جھوٹ بول بول کر محدثین کی نظر میں مشتبہ کر دیا۔ اس لئے صحیح حدیث کے متلاشی محدثین کرام بجز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر والوں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب کی وساطت سے آمدہ روایات کے کسی روایت پر اعتماد نہیں کرتے۔

اور معروف محدث حضرت حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ ''اخبرنی شیخ من الرافضة انھم کانوا یجتمعون علیٰ وضع الاحادیث'' یعنی مجھے روافض کے ایک

پیر فرتوت نے بتایا ہے کہ وہ احادیثیں گھڑنے کے لئے باقاعدہ اجتماع کرتے تھے۔

(الباعث الحثیث، صفحہ ۸۴)

الغرض یہ زندہ حقیقت ہے کہ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ بعض شرائط کے ساتھ اہل بدعت سے روایت لینے کے اصول کے باوصف اس معاملہ میں دوٹوک رائے رکھتے تھے کہ رافضیوں سے بالکل نہ لی جائے کیونکہ "**اصل عقیدتهم تضليل اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم**" یعنی ان کے مذہب کی اساس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گمراہ ثابت کرنا ہے۔ تاہم اہلسنّت والجماعت ابتداء اسلام سے آج تک برابر اس دعوت کے گرد پہرہ دیتے چلے آرہے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید کے پارے فراست وتدبر کے مینارے اور آسمان رشد وہدایت کے روشن ستارے ہیں اور جس کسی کے حق میں صحابیت ثابت ہوجائے پھر اس کی دیانت اور ایمان پر انگشت نمائی کرنا اپنے ہاتھوں اپنا اثاثۂ ایمان غارت کرنے کے مترادف ہے۔ برصغیر پاک وہند میں بھی علماء اہلسنّت نے ہر دور میں تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقدس فریضہ سرانجام دیا۔ تقریروں، تحریروں، نظموں، منقبتوں اور مناظروں کے ذریعے جس سے جو کچھ بن پڑا اس نے اپنی خداداد صلاحیتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر قربان کردیں اور اپنے ایمان ودین کا دفاع کیا۔ ۱۹۷۹ء میں جب ایران کے اندر خمینی انقلاب آیا، دوسری طرف روسی افواج افغانستان میں داخل ہوئیں تو دونوں طرف منصوبہ بندی امریکہ ہی کی تھی اور اس وقت امت کے چند اکابر نے برملا کہہ بھی دیا تھا مگر سچ ہے کہ سیانے لوگوں کو اُن کے مرنے کے بعد ہی مانا جاتا ہے۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے میدان کارزار میں اتارا اور انہوں نے اپنے مخلص وجانثار ہمراہیوں کے ہمراہ عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کے گرد خون کی ایسی باڑ لگادی کہ جس کی خوشبوؤں نے اس باب کو مہکا رکھا ہے۔ شہید اللہ کے لئے مرتا ہے اور ولی اللہ کے لئے جیتا ہے۔ کام دونوں ہی مشکل ہیں مگر جس کو رب ذوالجلال چن لے اس کے مقدر پہ رشک آتا ہے۔ یہ سچ، سچ اور سچ ہے کہ اس امت کے جوانوں نے اپنی جوانی کا گرم خون صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی الفت پر فوارے کے پانی کی طرح نچھاور کردیا۔

دور میں اس کی چشم مژگاں کے
کس جگہ تربت شہید نہیں

اس قافلۂ عشق ووفا کے رہرو اگر اپنے ماضی کے آئینہ میں، حال پر جم کر اپنے مستقبل کو مزید تابناک کرنے کا آج بھی ارادہ کرلیں تو اس عنوان پر کام کرنے والے ہزاروں ذی استعداد کام میں آسکتے ہیں۔ حکمت مومن کی گمشدہ میراث ہے اور حکیم ودانا مومن اپنے ایمانی چراغ اور حکیمانہ لاٹھی سے پختہ و پائیدار کام لے سکتا ہے۔

ہمارے فاضل بھائی استاذ الحدیث مولانا ابن ظہیر کلیانوی نے لاتعداد شہداء میں سے کچھ کے حالات قلمبند کر کے کتابی صورت میں پیش کرنے کا ارادہ فرمایا تو بہت خوشی ہوئی اور مجھے بھی چند سطور زیب قرطاس کرنے کا حکم دیا، چنانچہ بندہ نے محض اس نیت سے یہ سطور رقم کیں کہ اے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس گناہ گار کی رگوں میں بھی آپ کی محبت کا خون دوڑتا ہے۔ اگر یہ محنت والفت جانثارانِ شما کی صف نعلین میں جگہ پالے تو پھر کہہ سکیں گے کہ

ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

اللہ تعالیٰ مولانا ابن ظہیر کلیانوی کی اس محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کو مذہب اہلسنّت والجماعت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

CamScanner

رائے گرامی:

ان ہستیوں کا تذکرہ جن کے نقشِ پا سے روشنی ملتی ہے

مولانا محمد جہان یعقوب

مدیر ہفت روزہ ''اخبار المدارس'' و کالم نگار روزنامہ ''اوصاف'' و ''اسلام''
ریسرچ اسکالر وانچارج: تخصص فی التفسیر، جامعہ بنوریہ عالمیہ، سائٹ، کراچی

''پروانے صحابہؓ کے'' اللہ کے مقبول بندوں کی قربانیوں کی داستان ہے، جس میں وفا بھی ہے، غیرت بھی ہے، نظریہ بھی ہے، عزم وارادہ بھی ہے اور جرأت وشجاعت بھی، اس پُر فتن دور میں لوگوں کا زن، زر، زمین، دنیوی مفادات اور مقاصد کے لیے جان کی بازی لگا دینا کوئی اچھنبا نہیں، کہ فضا ہی کچھ ایسی بنی ہوئی ہے، ہر طرف یہی دوڑ لگی ہوئی ہے کہ کیسے مال ودولت حاصل ہو؟ کیسے عزت ووجاہت حاصل ہو؟ کیسے ناک اونچی ہو؟ کیسے مفادات حاصل ہوں؟ کیسے دھن دولت کی دیوی مہربان ہو، اور اس کے لیے ہر قسم کے جتن کیے جا رہے ہیں اور اس کی بڑی سے بڑی قیمت ادا کی جا رہی ہے، چاہے وہ قیمت اپنے نظریے اور کاز کی ہو، دین ومذہب کی ہو، مسلک وملت کی ہو، ان تمام چیزوں کو ثانوی حیثیت دے کر اپنے مفادات کے حصول کو مقدم رکھا جا رہا ہے، اس کی سینکڑوں مثالیں آپ کو بغیر کسی خاص تگ ودو اور تلاش وجستجو کے، اپنے گردوپیش میں نظر آئیں گی۔ اس مادیت بھری دنیا میں، ان مفادات کے اسیروں کے بیچ، ان کا اثر لیے بغیر اپنے مشن وکاز اور نظریہ وعقیدہ کو مقدم رکھنے والے، یقیناً مینارۂ نور ہیں، اخلاص کے روشن چراغ ہیں، اس قابل ہیں کہ ان کے نقشِ پا سے روشنی حاصل کی جائے اور ان کے نقشِ قدم کی اتباع کی جائے۔

''پروانے صحابہؓ کے'' ایسے ہی اللہ کے مخلص بندوں کی عشق ومحبت سے لبریز اور جوش وولولے سے مزین داستان ہے۔ اس کے پہلے حصے میں شہدائے کرام کے تذکرے ہیں، جن کی کامیابی کی قسمیں اللہ نے اپنے پاک کلام میں کھائی ہیں، جنھیں باغ عدن کی رہائش اور

جنت الفردوس کی نعمتوں کے مژدے اللہ تعالیٰ نے سنائے ہیں، جن کے کامیاب وکامران ہونے کی دلیلوں سے محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ طیّبہ بھری پڑی ہیں، جن کے اعزاز ومقام کو سمجھانے کے لیے محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے خود تین مرتبہ شہید ہونے کی تمنا فرمائی ہے۔ یہ کتاب ان شہداٴ کے تذکروں پر مشتمل ہے، پھر شہداٴ بھی کیسے؟ اسلام کی نظریاتی سرحدوں کے محافظ......جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے جان سے جانے والا ایک سپاہی، ایک جوان اور ایک افسر بے شک ہماری آنکھوں کا تارا ہے، ہمارا فخر ہے، ہمارے وطن کا مان ہے، لیکن جس دین کے لیے اللہ کے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو طلاقیں ہوئیں، اللہ نے اپنے حبیب سے قربانیاں لیں، آزمائشوں میں ڈالا، اس قدر دین کے لیے محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا گیا کہ آپ نے خود فرمایا: جتنا مجھے ستایا گیا اتنا کسی کو نہیں ستایا گیا، آپ کے رشکِ شمس وقمر چہرۂ انور کو زخمی کیا گیا، آپ کے دندان مبارک شہید کیے گئے، آپ کے پیاروں کو ستایا گیا، لبینہؓ کی چمڑی ادھیڑ دی گئی، زنیرہؓ کی آنکھیں نکال دی گئیں، بلالؓ کی چربی سے آگ کی سلیں ٹھنڈی ہوتی تھیں، آلِ یاسرؓ کو ظلم کی چکی میں پستا دیکھ کر استقامت کے پیکر نبیٔ ذی شان صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بھر آتی تھیں......اور تو اور، اہلِ مکہ نے اسلام لانے کی پاداش میں اپنے چیف جسٹس صدیق اکبرؓ پر بھی ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑے، یہاں تک کہ آپؓ ہجرت کے ارادے سے نکل پڑے۔

ذرا قرنِ اوّل کو آواز تو دیجیے۔ اصحابؓ پیمبر کس کس طرح ظلم وستم کی چکی میں پیسے جارہے ہیں؟ ظالموں کے نزدیک نہ مرد وزن کی تمیز ہے اور نہ ہی پیر وجواں کی......ان قربانیوں کا صلہ ہے کہ آج محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا، ہر عمل، ہر سنّت، ہر طریقہ، ہر وفا، ہر حرکت وسکون محفوظ ہے، ورنہ کون سا دین، دھرم، نظریہ اور عقیدہ ایسا ہے جو زمانے کی چیرہ دستیوں کا شکار نہ ہوا ہو؟ یہ ان اصحابؓ پاک طینت کی قربانیوں کا صدقہ ہے، ان کی وفاداری کی خیرات ہے، ان کی استقامت کا نتیجہ ہے اور ان کے عشقِ رسالت ﷺ کا ثمرہ ہے، جس کی وجہ سے امّتِ محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کا ہر پیر وجواں اور ہر مرد وزن ان نفوسِ قدسیہ کا مقروض ہے۔

CS CamScanner

کتاب کے دوسرے حصے میں ان اکابر علمائے کرام کے تذکرے ہیں، جنھوں نے دفاعِ صحابہؓ کے اس عظیم مشن میں اپنے علم وقلم کے ذریعے شرکت کی۔ صحابہ کرامؓ کی شخصیات پر غیروں کی طرف سے اچھالے جانے والے کیچڑ کو دور کیا، اعتراضات کا جواب دیا، ان میں وہ بھی ہیں جنھوں نے ذاتی حیثیت میں راہِ حق کے ان آبلہ پا مسافروں کی دل جوئی کی، انھیں اپنے تعاون کا یقین دلایا، ان کے ساتھ کھڑے ہوئے، بلاشبہ وقت کے اس افضل ترین جہاد میں ان ہستیوں کی خدمات کو نہیں جھٹلایا جاسکتا، باضابطہ جماعت سے وابستہ نہ ہونے کے باوجود کاز و مشن کے لیے اپنے شب وروز صرف کرنے والے بھی ہمارے لیے اُتنے ہی قابلِ احترام ہیں، جتنے اس مشن سے وابستہ قائدین وکارکنان، اللہ تعالیٰ ان حضرات کی مساعی جمیلہ کو بھی اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائے!

جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان رکھنا لازمی ہے، اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین کے معیارِ حق اور نمونۂ ہدایت ہونے پر ایمان لانا بھی ضروری ہے، ان کا ہر مرد و زن جنتی ہی نہیں، اعلیٰ درجے کا جنتی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو چکے ہیں اور ہمارے لیے انھیں ایمان کی کسوٹی بنایا ہے۔ یہ امتِ مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے، جس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

تاریخ کے اوراق کھنگالیے تو یہ تلخ مگر دوٹوک حقیقت سامنے آتی ہے کہ جس امت کے لوگ اپنے نبی کے یاروں سے بدظن ہوئے وہ امت صراطِ مستقیم اور جادۂ حق سے ہٹ گئی۔ زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں، عیسائیت ہی کو لے لیجیے، جب تک عیسائی حضرت سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے صحابہ یعنی حواریوں کو اپنا مقتدا و پیشوا سمجھتے رہے وہ سیدھی راہ پر رہے، لیکن جب انھوں نے پولس کو اپنا مقتدا بنالیا اور اس کے من گھڑت نظریات کو اختیار کرلیا، عیسائیت کی گمراہیوں اور تنزل آغاز ہوگیا، نوبت بایں جا رسید کہ: اب عیسائیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتیں۔ اب امتِ محمدیہ کی جانب آیئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا ثمرہ ہے کہ یہ امت کبھی گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی، لیکن اس امت میں بھی جن جن لوگوں نے، جب جب اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر عدمِ اعتماد کیا، یا

ان کے درمیان تفریق کی راہیں تلاش کرنے کی کوشش کی، بعض کی محبت کی آڑ لے کر دوسروں کی شان میں گستاخیوں کی طرح ڈالی، وہ لوگ امت سے ہٹ کٹ کر گمراہ ہو گئے۔ جادۂ مستقیم سے اللہ تعالیٰ نے انھیں یوں پرے ہٹادیا کہ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے لگے۔ تفصیلات موجبِ طوالت ہوں گی۔ اکابر علمائے کرام کی کتابوں کے مطالعے سے اس حقیقت کا بخوبی ادراک ہوسکتا ہے۔

اسّی کی دہائی میں پاکستان کے پڑوس میں ایران کے اندر ایک انقلاب آیا، شاہ کا تختہ الٹ کر زمامِ اقتدار سنبھالنے والے شخص نے ابتدا میں ''لاشیعیہ ولا سنیہ اسلامیہ اسلامیہ'' (نہ شیعیت نہ سنّیت، ہم صرف اسلام کے علمبردار ہیں) کا نعرہ لگایا، جس کی وجہ سے اسے اہلِ سنّت کی جانب سے بھی پذیرائی حاصل ہوئی اور وہاں کے علمأ نے اس کا ساتھ دیا، باوجودیکہ وہ جانتے تھے کہ اس شخص کو فرانس نے پناہ دی تھی اور وہ کہیں ان کے ایجنڈے کی تکمیل کے لیے یہ سب کچھ نہ کر رہا ہو! تقیّہ کی چادر اقتدار کے استحکام کے بعد فوراً اتر گئی اور ایرانی اہلسنّت ہی پر شامِ غم کا آغاز نہ ہوا، جس کے سائے سالہا سالہا گزرنے کے باوجود اب تک باقی ہیں، بلکہ ستم بالائے ستم اس کی سازشوں سے پڑوسی اسلامی ممالک بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ اس نے ایک طرف تو حرمین شریفین کی جانب خون آشام نگاہوں سے دیکھنا شروع کردیا اور دوسری جانب پاکستان کے اہلِ تشیّع کو ٹاسک دیا کہ وہ اس کے انقلاب کو یہاں درآمد کرنے کے لیے زمین ہموار کریں، اور باقاعدہ ''تحریکِ نفاذِ فقہ جعفریہ'' کے نام سے تنظیم کی داغ بیل ڈالی گئی۔ اسے ایک روایتی جماعت سمجھ کر نظرانداز کیا گیا، اور ہوش اس وقت آیا جب پُلوں کے نیچے سے کافی سارا پانی بہ چکا تھا۔ جب ایرانی پاسدارانِ انقلاب ہماری شہ رگ تک پہنچ گئے تب کارپردازانِ حکومت کی آنکھیں کھلیں، لیکن بہت دیر ہو چکی تھی، بیوروکریسی اور سول انتظامیہ میں ایرانی سوچ وعقیدے کے حامل لوگ اپنی جڑیں مضبوط کر چکے تھے، ان کے مضبوط پنجے ہر حکمران کی گردن پر ثبت رہے، جس کی وجہ سے ایرانی بالادستی اور ایرانی انقلاب کے ''ثمرات'' کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرلیا گیا، میڈیا میں ان کے ہم خیالوں کی اکثریت کی وجہ سے ایران مخالف ہر اقدام کو ''فرقہ واریت'' قرار

دے کر اس کی حوصلہ شکنی کی جانے لگی، یہ فضا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بجائے ختم یا کم ہونے کے روز افزوں ترقی درترقی کرتی رہی۔

جب دینِ اکبری کا راستہ روکنے کے لیے حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ اٹھے تھے تو وہاں کی جو فضا تھی، اسے اقبالؒ کے لفظوں میں ''ساری خدائی ہو مخالف'' کے لفظوں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، اسی طرح جب جھنگ سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان عالمِ دین ایران کے بڑھتے عزائم کی راہ میں دیوار بننے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تو بعینہ یہی صورتِ حال تھی۔ مجدد الفِ ثانیؒ کا یہ روحانی فرزند محمد علی جوہرؒ کا یہ نعرہ مستانہ لگاتا ہوا جانبِ منزل بڑھتا رہا

کیا غم ہے، جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے

اس مردِ قلندر نے واشگاف اعلان کیا: میرے قدم ریت کے اوپر نہیں، بلکہ مضبوط چٹان کے اوپر ہیں۔ میرے پاس اپنے موقف کی صداقت کے پہاڑ سے زیادہ مضبوط دلائل ہیں، میرا مخالف فریق میرے خلاف جس فورم میں چاہے مقدمہ کرے، استغاثہ دائر کرے، اگر میرے دلائل غلط ثابت ہوئے تو میں خوشی سے سزائے موت قبول کرلوں گا۔ باطل بھی اس بات کو بخوبی سمجھتا تھا کہ اس منحنی جسم والے نوجوان کے پاس جو دلائل ہیں، وہ واقعی ناقابلِ تردید ہیں، اس کی پشت پر دورِ صحابہؓ وتابعینؒ سے لے کر اب تک کا تمام علمی ذخیرہ ہے، جبکہ اس کے مقابل باطل دلائل سے تہی دامن تھا، سو اس نے اپنی شکست تسلیم کرنے کے بجائے گالی اور گالی کی وہی رِیت اختیار کی، جو ہر دور کا باطل کرتا رہا ہے۔ اس کے خلاف ساری حکومتی مشینری کو لگا دیا گیا۔ پروپیگنڈا مشینیں اس کے خلاف زہر اگلنے لگیں۔ اس کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، اسے پابندِ سلاسل کیا گیا، اس پر ظلم وستم کے وہ پہاڑ توڑے گئے کہ ہٹلر اور مسولینی کی روحیں بھی شرما جائیں ...... بایں ہمہ اس کی آواز کو نہ دبایا جا سکا، اس کی آواز صورِ اسرافیلؑ کی طرح ملک بھر میں پھیل گئی، اس کے ہم خیالوں کی تعداد دن بہ دن بڑھنے لگی، باطل نے جب اس کے سامنے خود کو مکمل ناکام ونامراد پایا تو اپنا آخری حربہ استعمال کیا اور اس کے پاکیزہ بدن کو اس کے گھر کی دہلیز پر چھلنی کردیا۔ باطل کی شاید یہ خام خیالی تھی کہ اب یہ آواز

رُک جائے گی، مگر

نورِ حق شمعِ الٰہی کو بجھا سکتا ہے کون
جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون

اس کی آواز مزید توانا ہوگئی کہ اب اس میں خونِ شہیداں شامل ہو چکا تھا، اب یہ آواز صرف پاکستان تک محدود نہ رہی بلکہ بیرونی دنیا میں بھی اس کی آواز کی تائید کی جانے لگی، پارلیمنٹ میں بھی اس کی یہ صدا گونجنے لگی، دشمن کی تلملاہٹ میں مزید اضافہ ہونے لگا، اسے اپنے عزائم کی موت صاف نظر آنے لگی، سو اس نے اپنی روش برقرار رکھی، آج جھنگویؒ کے بعد ان کے چار جانشینوں سمیت ہزاروں پیرو جواں اس راہ پر اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر سرخرو ہو چکے ہیں اور جو ان کے بعد ہیں ان کا بھی یہی فیصلہ ہے: وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے، ہم اپنی وضع کیوں بدلیں۔

جھنگویؒ کی آواز عالم گیر قبولیت حاصل کر چکی ہے۔ اب اس کی صدائیں مسجدِ نبوی کے منبر و محراب سے بھی بلند ہوتی ہیں اور مسجدِ حرام کے در و دیوار سے بھی، اس کے پیغام کی تصدیق اب جامعہ ازہر سے بھی ہوتی ہے اور سعودی سپریم کونسل کے جیّد مفتیان کرام کے فیصلوں سے بھی، اس کی صدا دشمن کا پیچھا ان شاء اللہ اس وقت تک نہ چھوڑے گی، جب تک دشمن اپنی شرارتوں سے باز نہ آ جائے!

یہ کتاب آپ کو ان عظیم ہستیوں کی محفل میں لے کر جائے گی جن کی شہادت کے بعد ان کے جسموں سے پھوٹنے والی خوشبوؤں، خون سے آنے والی مہک اور مسکراتے چہروں نے اگر دنیا میں ان کی کامیابی کی ان مٹ مہریں ثبت کر دیں تو اہل اللہ نے ان کا استقبال آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں ہوتے دیکھا، کسی کو لینے محبوبِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یاروں کے جلوے میں تشریف لائے تو کسی کا انتظار ام المؤمنین حضرت صدیقۂ کائنات عائشہؓ کرتے دیکھا گیا۔ واللہ...... باللہ...... تاللہ...... یہ کامیاب ہستیوں کی داستان ہے، یہ خود تو کامیاب، کامیاب ٹھہرے ہی، ان کے تڑپتے لاشے، خون سے اٹے چہرے، ٹکڑے ٹکڑے ہوئے بدن ہم سے بھی کچھ کہہ رہے ہیں، یہ کتاب آپ کو یہ پیغام بھی سمجھائے گی اور آپ سے

تادمِ آخر اس پیغام پر عمل پیرا ہونے کا عہد بھی لے گی۔ یہ کتاب نہیں، شہدا کی یادوں کا دریچہ ہے، عزم وہمت کی داستانوں کا مرقع ہے، کامیاب لوگوں کی کتھا ہے اور کامیابی کی منزلوں کا نشان بھی!

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کتاب کے مصنف میرے دوست اور بھائی علامہ ابن ظہیر کالیانوی کو، کہ انھوں نے وقت کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے بروقت اس کے تقاضوں کے مطابق یہ کتاب مرتب کی، ہم آپ اور کتاب کے درمیان مزید مخل نہیں ہونا چاہتے، اس دعا کے ساتھ اجازت کے خواستگار ہیں:

مولا کریم! اس کتاب میں جن عظیم ہستیوں کا تذکرہ ہے، ان کی قربانیوں کو اپنی بارگاہ میں قبول ومقبول فرما، ان کی قربانیوں کی بدولت حق کا بول بالا اور باطل کا منہ کالا فرما، ہم سب کو زندگی کے آخری سانس اور موت کی آخری ہچکی تک اس عظیم نسبت اور اس کے تقاضوں کی لاج رکھتے ہوئے اپنے اپنے حصے کی شمع جلائے رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین،

بجاہ النبیّ الامّی الکریم و ازواجہ و اصحابہ و اھل بیتہ اجمعین !

رائے گرامی

صحابہؓ کی عظمتوں کا دفاع

مفتی محمد نصر اللہ احمد پوری

امام وخطیب جامع مسجد حنیفہ، کراچی

نحمدهٗ ونصلّی علٰی رسوله الکریم

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائیں گے: اے اہل جنت۔ وہ کہیں گے: ''لبیک وسعدیک'' (حاضر ہوں میں حاضر ہوں اور تیری فرمانبرداری کے لئے تیار ہوں) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تم راضی ہو، وہ کہیں گے ہم کیسے راضی نہ ہوں گے حالانکہ آپ نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا جو آپ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطاء نہیں فرمایا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا میں تمہیں اس سے بھی افضل چیز عطا نہ کروں۔ وہ پوچھیں گے: اے رب! اس سے افضل کونسی چیز ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے تمہیں ہمیشہ کے لئے اپنی رضا کا پروانہ عطا کر دیا، اب میں کبھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا۔ (صحیح البخاری، ج ۲، ص ۹۶۹، باب صفة الجنة والنار)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ دخول جنت کے بعد اہل جنت کو جو سب سے عظیم نعمت ملے گی وہ اللہ کی دائمی رضامندی کی نعمت ہے، سعادت مند انسانوں کے تین طبقے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ عظیم نعمت دنیا میں ہی عطا فرما دی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

والسّٰبقون الاوّلون من المھاجرین والانصار الّذین اتبعوھم باحسان رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنه.

(التوبہ: ۱۰۰)

ترجمہ: اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ راضی ہوا۔

CamScanner

اس آیت سے معلوم ہوا کہ امت مسلمہ کے تین طبقے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی انہیں رضامندی کا پروانہ عطا فرمائے۔

(۱) مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم　　(۲) انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

ان دو طبقوں کی اتباع کرنے والے صحابہ کرام اور دیگر افراد امت اعمالِ صالحہ میں صحابہ کرام کی اتباع میں تو اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول واضح ہے۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: صحابہ کرام کی اتباع باحسان سے مراد احسان فی القول ہے یعنی مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بعد دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ کی رضا کا پروانہ امت کے ان خوش نصیب افراد کے حصے میں آیا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت کو برا بھلا نہیں کہتے اور صحابہ کرام کی زندگی کے احوال وافعال پر طعن وتشنیع نہیں کرتے۔ جو مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضامندی کے پروانے کا ہرگز استحقاق نہیں رکھتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے جب بھی کوئی خطا صادر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے معافی کا پروانہ جاری کر کے ان کا دفاع فرمایا۔ غزوۂ اُحد میں درّے پر متعین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اپنا متعین مقام چھوڑ دیا تو مسلمانوں کو سخت نقصان کا سامنا کرنا پڑا، اس سخت خطا کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ولقد عفا اللّٰہ عنھم انّ اللّٰہ غفور حلیم. (آل عمران: ۱۵۵)

ترجمہ: اور ان کو بخش چکا اللہ، اللہ بخشنے والا ہے تحمل کرنے والا۔

مزید فرمایا: **فاعف عنھم واستغفرلھم وشاورھم فی الامر.** (آل عمران: ۱۵۹)

ترجمہ: سوتو ان کو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور ان سے مشورہ لے کام میں۔

غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے صحابہ کرام کی توبہ کی قبولیت کا تذکرہ اس شان سے فرمایا کہ ان کی عزت وعظمت میں شاندار اضافہ ہوا۔ (دیکھیے تفاسیر، التوبہ ۱۱۷، ۱۱۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دفاع میں واضح ہدایات

موجود ہیں۔(صحیح مسلم، ج۲، ص ۳۶۰، تحریم سب الصحابہ)

مدینہ منورہ میں فیروز نام کا ایک پارسی غلام تھا جس کی کنیت ابولؤلؤتھی اس نے ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آکر شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے مجھ پر بہت بھاری محصول مقرر کیا ہے، آپ کم کرادیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعداد (مقدار) پوچھی، اس نے کہا: روزانہ دو درہم (قریباً سات آنے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو کونسا پیشہ کرتا ہے؟ بولا کہ نجاری، نقاشی، آہن گری۔ فرمایا: ان صنعتوں کے مقابلے میں یہ رقم کچھ بہت نہیں ہے۔ فیروز دل میں سخت ناراض ہو کر چلا گیا۔(الفاروق،ص۱۵۳)

اس واقعہ میں فیروز مجوسی نے ایک صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر ظلم کا غلط الزام لگایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا جو اس مجوسی غلام کو ناگوار گزرا۔ بالآخر ایک صحابی کے عدل اور عظمت کا دفاع ہی بظاہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب بنا۔ یوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے دفاع میں اسلام کے پہلے شہید ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

اس وقت تک کسی غیر مسلم کے دل میں ہی کسی صحابی کے بارے میں منفی رائے ہو سکتی تھی، بعد میں صحابہ کرام کے بارے میں منفی سوچ رکھنے والے باقاعدہ تحریکات کی شکل میں آئے تو صحابہ کرام کی عزت و ناموس کا دفاع کرنے والے بھی تحریکوں کی شکل میں آئے۔ یہ سلسلہ حق و باطل آج بھی واضح کشمکش کے ساتھ دنیا میں موجود ہے۔ صحابہ کرام کے دفاع کی پاداش میں شہادتوں کی ایک عظیم داستان رقم ہو چکی ہے، لاتعداد لوگ جان کی قربانی دے گئے، ان میں سے ایک سو پچاس شہداء کرام کا حسین تذکرہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

معروف کالم نگار مولانا ابن ظہیر کلیانوی زیدہ مجدہٗ نے اپنے شاندار اور جاندار قلم سے اس گلدستہ حیات جاوداں سے حسین پھولوں کے احوال ترتیب دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی شہادتوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس مشن کے لئے کام کرنے والوں کو آئین و قانون کے دائرے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دفاع کے لئے بھرپور صلاحیتیں استعمال کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین

باب اوّل

تذکرہ

شہدائے ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم

CamScanner

شہدائے
کراچی

مفتی غلام اکبر شہید، مفتی کامران شہید

تحریک مدح صحابہؓ کے دلیر مجاہد مفتی غلام اکبر شہید ولد حاجی غلام فرید ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآنِ مجید اپنے آبائی علاقے سے حاصل کی۔اس کے بعد درس نظامی کیلئے عروس البلاد شہر کراچی کی عظیم علمی ودینی درسگاہ جامعہ عربیہ احسن العلوم کا رُخ کیا اور یہیں سے سند فراغت حاصل کی۔سن فراغت 1995ء، جبکہ اس کے اگلے سال مادرِ علمی ہی سے تخصص فی الفقہ بھی مکمل کیا۔مفتی غلام اکبر شہید دورانِ تعلیم ہی سپاہ صحابہ پاکستان سے وابستہ ہو چکے تھے، اگرچہ آپ نے بہت اہم ذمے داریوں پر کام نہیں کیا، تاہم ذمے داران کے ساتھ مستقل مشاورت میں رہتے اور شہداء اور اسیران کے اہل خانہ کی کفالت کے حوالے سے جماعت کے ساتھ بھرپور مالی تعاون فرماتے۔قائدین سے بے پناہ عقیدت ومحبت کرتے تھے اور قائدین سمیت کارکنان کی آئے روز کی شہادتوں پر انتہائی غمزدہ وپریشان نظر آتے۔

زمانہ طالب علمی سے خطابت کا شوق تھا، اساتذہ کے حکم پر مختلف مساجد میں خطباتِ جمعہ ارشاد فرماتے تھے، تاہم سن 2000ء سے مستقل گلشن اقبال بلاک 6 کی مدینہ مسجد میں تادم شہادت بلاعوض امامت وخطابت کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔

آپ ایک نرم خو اور ملنسار انسان تھے۔یہی وجہ ہے کہ تھوڑی ہی عرصے میں علاقہ مکین آپ کے اخلاق کے گرویدہ ہو گئے تھے اور آپ کے گرد ایک وسیع حلقہ جمع ہو چکا تھا۔آپ کے ساتھ جام شہادت نوش فرمانے والے مفتی کامران شہید تھے جو کراچی کے رہائشی اور جامعہ اشرف المدارس کے فاضل ومتخصص تھے۔

23 اگست 2016ء آپ اپنے قائم کردہ اقراء روضۃ الاطفال میں تعلیمی سرگرمیوں میں مصروف تھے کہ کالعدم سپاہ محمد کے دہشت گردوں نے مدرسے کے اندر گھس کر آپ دونوں حضرات کو گولیوں کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔

خدارا رحمت کند ایں عاشقان صحابہؓ را

مولانا صفی اللہ شہید

درمیانہ قد، سفید رنگ، گھنی داڑھی، ڈھیلا ڈھالا کرتا زیب تن...... یہ تھے مولانا صفی اللہ شہید، جنہیں 17 نومبر 2014ء کو ملک وملت کے دشمن سبائی النسل اقلیتی ٹولے کے سفاک دہشت گردوں نے اُس وقت گولیوں کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا جس وقت وہ مدرسہ البدر سے تدریسی فرائض سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنی رہائش گاہ کنواری کالونی کی طرف جا رہے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا صفی اللہ شہید ایک جید عالم دین اور فعال جماعتی کارکن تھے۔ انہوں نے ہمیشہ دین متین کی خدمت عالی کیلئے اپنے آپ کو وقف کئے رکھا۔ طالب علمی کے زمانے سے لے کر تادم شہادت وہ مشن جھنگوی سے وابستہ رہے اور اسی قافلے کیلئے اپنی تمام تر توانائیاں خرچ کرتے رہے۔

راقم الحروف نے اپنی تعلیمی زندگی کے دو ماہ جامعہ عربیہ احسن العلوم میں گزارے، اس وقت بندہ درجہ خامسہ میں زیر تعلیم تھا۔ مولوی صفی اللہ بھی اس وقت وہیں میرے ہم درس وہم سبق تھے، ابتدائی شناسی وہیں ہوئی اور تھوڑے ہی عرصے میں نظریاتی ہم آہنگی کی وجہ سے یہ تعلق دوستی اور قربت میں بدل گیا، تاہم کچھ عرصہ بعد بوجوہ بندہ وہاں زیادہ تعلیم حاصل نہ کرسکا تاہم مولوی صفی اللہ سے جماعتی پروگرامات میں ملاقاتیں ہوتی رہیں اور فراغت کے بعد انہوں نے کئی مرتبہ اپنے علاقے کے پروگرامات میں گفتگو کیلئے بھی مدعو کیا۔

غالبً امکان یہی ہے کہ اُن کی سند فراغت جامعہ عربیہ احسن العلوم سے ہی ہوئی ہوگی۔

مولانا صفی اللہ نہایت ہی ملنسار، ہنس مکھ اور با اخلاق انسان تھے، جب بھی ملتے، اُن کے چہرے پر مسکراہٹ سجی ہوتی۔ نام ونمود، دکھلاوا اور ریا سے کوسوں دور تھے، مزاج میں مسکینیت

تھی، سراپا اخلاص تھے، صوم وصلوٰۃ کے پابند، احکام شرع پر مداومت ان کی شخصیت کی عالی صفات تھیں۔ اے افسوس! کہ ایسے خدارسیدہ، پاکباز اور جید علماء کو دین وملت کے ناعاقبت اندیش دشمنوں نے کھلنے سے پہلے ہی توڑ دیا۔ اُن بدبخت قاتلوں کو کیا معلوم کہ ایک جید عالم دین کی تیاری میں کتنے اساتذہ وشیوخ کی انتھک جدوجہد، والدین اور اقارب کی نیم شب دعائیں اور خود ایسے شخص کی دن، رات کی کٹھن محنتیں، کاوشیں اور قربانیاں شامل حال ہوتی ہیں۔ انہیں تو بس اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل اور آقاؤں کی خوشنودی کیلئے ایک معصوم جان کو خون میں لت پت کر کے اُمت کو آنے والے وقت میں بننے والے اپنے ایک رہبر ورہنما سے محروم کرنا ہوتا ہے، فیا أسفیٰ

مولانا صفی اللہ ایم پی آر کالونی یونٹ کے نائب صدر تھے، مشن کے ساتھ والہانہ لگاؤ رکھتے تھے، ان کی فکر و جدوجہد ہمیشہ جماعتی دائرے کے گرد گھومتی تھی، اپنی ذات سے زیادہ جماعت کو وقت دیا کرتے تھے۔ آج جماعتی کارکنان میں یہ جذبہ بھی مفقود ہوتا جارہا ہے کہ اپنی ذات پر جماعت کو ترجیح دی جائے، تاہم مولانا صفی اللہ نے اس عالی صفت سے خط وافر حاصل کیا تھا۔ وہ اپنے ہم مشن دوستوں کی پریشانی پر خود پریشان نظر آتے اور اس کی دوری کے لئے حتی المقدور کوششیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نظریہ ساتھیوں کے دِلوں میں اُن کی بڑی قدر تھی۔

مولانا صفی اللہ المرکز العلوم اسلامیہ ایم پی آر کالونی کے مہتمم مولانا قاری عبدالقیوم صاحب کے بھتیجے اور داماد تھے اور مفتی امداداللہ صاحب کے بہنوئی تھے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر صرف 35 برس تھی۔ البدر مسجد میں ان کی نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد ان کی میت آبائی علاقے بھیج دی گئی۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

مولانا فیصل شہزاد شہید

دل مضطرب ہے، طبیعت بے چین ہے، آنکھیں پرنم ہیں، قلم کا جگر شق ہوا چاہتا ہے اور دل کی دنیا میں ایک طلاطم سا برپا ہے۔ ماضی کی ایک ایک یادیں اور گزری ہوئی ایک ایک باتیں نگاہوں کے سامنے پھر رہی ہیں۔

آہ! کیوں کر لکھوں کہ 8 اگست 2010 تھی وہ صبح میری زندگی کی بے رونق، تکلیف دہ اور نا قابل فراموش ساعت ہے، جس دن قدرت نے میرے اور میرے بہت ہی پیارے نظریاتی ساتھی فیصل شہزاد کے درمیان فرقت وجدائی کی نا قابل عبور دیوار چن دی اور وہ ہمیشہ کے لئے اس دنیائے فانی کو خیر باد کہہ گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اسم گرامی محمد فیصل تھا اور فیصل شہزاد کے نام سے مشہور تھے۔ عالم اسلام کی عظیم علمی درس گاہ جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی کے فاضل اور شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی برمت برکاتہم، مفتی اعظم مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ ودیگر اساطین علم کے تلمیذ رشید تھے۔ اسٹوڈنٹس ونگ کے تادم شہادت صوبائی شوریٰ کے رکن تھے اور اس سے قبل یونٹ سے لے کر صوبائی نظامت تک کی مختلف ذمے داریوں پر کام کر چکے تھے۔

فن مناظرہ میں امام اہلسنّت علامہ علی شیر حیدری شہید سے کسب فیض کیا تھا اور خطابت میں اُن کا اپنا رنگ اور اپنی علیحدہ شناخت تھی۔ ان کا علمی مزاج بہت اچھا تھا، اُردو نظم ونثر سے ان کو خاص لگاؤ تھا، مضامین بھی اچھے لکھتے تھے اور شوقیہ شعر وشاعری بھی کرتے تھے۔ تقریر کے فن میں خاص ملکہ حاصل تھا، رواں بولتے تھے، لب ولہجہ سنجیدہ ہوتا تھا۔ تقریر میں بھی غیر مستند واقعات اور ضعیف روایات بیان کرنے سے احتراز کرتے تھے۔ شروع میں ان کی تقریر مختلف عنوانات پر ہوتی تھی، تاہم شہادت سے کچھ عرصہ پہلے عظمت صحابہ کا عنوان غالب آ گیا تھا اور والہانہ انداز میں قدسی جماعت کی عظمت وشان کو قرآن وحدیث سے مزین کر کے عیاں

کرتے تھے۔

مولانا فیصل شہزاد شہید غضب کا حافظہ رکھتے تھے، تنظیمی اجلاسات کے بعد نجی مجالس میں گفتگو ہوتی تو اُن کی علمی استعداد و صلاحیت خوب کھل کر سامنے آتی۔ وہ اپنے اکابر و اسلاف سے والہانہ تعلق رکھتے تھے اور قائدین سپاہ صحابہ سے تو ان کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ اذکار و معمولات کے بڑے پابند تھے، نماز اور جماعت کی بھی بڑی پابندی کرتے تھے، تلاوت قرآن بھی بلاناغہ کیا کرتے تھے، وضع قطع اور لباس و پوشاک سے خالصتاً روایتی مولوی نظر آتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا احترام بہت ملحوظ رکھتے تھے، اگر کوئی ساتھی کسی صحابی کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' نہیں کہتا تو بہت خفا ہوتے اور فوراً اس کو ٹوک دیتے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم پر تنقید کرنے والے طبقے سے حد درجہ نفرت کرتے تھے، اس لئے کہ وہ علامہ حق نواز جھنگوی شہید کے مرید باصفا تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اُن کی نظریاتی تربیت و ذہن سازی میں اہلسنت والجماعت کراچی کے موجودہ سیکرٹری اطلاعات برادرم مولانا خالد محمود ارشد مدظلہ کا بڑا عمل دخل تھا، بلکہ قافلۂ جھنگوی شہید کی طرف گامزن وہ ان ہی کی ترغیب و تربیت کے ذریعے ہوئے۔ ان کی ترغیب و تربیت کے بعد وہ طلبہ ونگ اور بالائی جماعت کی مختلف ذمے داریوں پر کام کرتے رہے اور اپنے حلقے میں ملک کے نامور خطباء و شعراء کو بلوا کر آپ نے کئی بھرپور کامیاب پروگرامات منعقد کروائے۔

راقم الحروف کو ایک سینئر ذمے دار کی حیثیت اور مقام دیتے اور انتہائی محبت اور ادب سے نام کے ساتھ ''بھائی'' کا لاحقہ ضرور لگاتے۔ زمانہ طالب علمی میں اپنے ضلع کے کنونشن یا سیمینار میں مدعو کرتے تو آنے جانے کی راحت کا خوب خیال رکھتے۔

شہادت سے ایک دن قبل غالباً کراچی تبلیغی اجتماع میں بازار کی طرف عجلت میں ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ 10 اگست 2010ء گھر پر تھا کہ ان کی شہادت کی اطلاع ملی، وہ اپنے علمی و نظریاتی استاذ مولانا خالد محمود ارشد کے قافلے میں خیر پور کی طرف عازم سفر تھے کہ نواب شاہ کے قریب ٹریفک حادثے میں خالق حقیقی سے جاملے۔ یہ اطلاع مجھ سمیت ان کے تمام

متعلقین کے لئے نہایت ہی افسوسناک اور غم انگیز تھی۔ میرے اپنے احساسات یہ تھے کہ علامہ علی شیر حیدری کی شہادت کے بعد شاید ان کی شہادت کا ایسا صدمہ پہنچا ہو۔ کچھ دیر بعد رفقاء کے ہمراہ ان کے گھر کی طرف روانہ ہوا، اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان اور گناہ گار ہاتھوں سے خدا کے حضور اپنے فیصل شہزاد کے لئے خوب دعائیں اور التجائیں کیں۔ اس واقعے کو کتنے سال گزر گئے، لیکن ایسا لگتا ہے کہ کل کا ہی واقعہ ہے۔

جنازے کے موقع پر عشاء کی نماز با جماعت انجینئر الیاس زبیر شہید کے پہلو میں ادا کی۔ فرض نماز کی دعا کے بعد فرمانے لگے، فیصل شہزاد قیمتی سرمایہ تھا، مستقبل میں اس سے بہت سی اُمیدیں وابستہ تھیں۔ ضلع ملیر میں بہت اچھا کام کر رہا تھا، بہت جلدی چلا گیا۔ جی ہاں! فیصل شہزاد بہت جلدی چلا گیا لیکن یقیناً اپنے حصے کا کام کر کے گیا۔ اپنے حصے کی شمعیں روشن کر کے گیا۔ اللہ تعالیٰ اُن کی خدمات کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

حاجی فیاض سومرو شہید

قرآنِ کریم میں اللہ ربّ العزت کا فرمان عالی ہے "اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کردیے جائیں، انہیں مردہ مت کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم اس بات کا شعور نہیں رکھتے۔"

ایک مسلمان کے لئے اس سے بڑی سعادت وعظمت کیا ہوسکتی ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے دین، اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس اوراس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پیاروں کی عظمتوں پہ اپنی جان نچھاور کردے۔ قافلۂ حق نواز شہید کے راہروؤں کا تو طرۂ امتیاز ہی دیوانہ وار جام شہادت نوش کرنا ہے۔

ان ہی سعادت مند لوگوں میں شامل کراچی سرجانی ٹاؤن خدا کی بستی کی ہر دل عزیز شخصیت حاجی فیاض سومرو شہید بھی ہیں۔ آپ کا آبائی علاقہ پنجاب کے ضلع رحیم یار خان کی تحصیل خان بیلہ تھا۔ آپ نے دینی ودنیاوی تعلیم وہیں سے حاصل کی۔ بچپن ہی سے آپ کا مذہب کی طرف رجحان تھا، اس کی وجہ آپ کا ایک متصلب مذہبی عقائد کے حامل گھرانے سے تعلق تھا۔ خان بیلہ سے متصل ہی اولیاء کی سرزمین دین پور بھی واقع ہے، جہاں مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا لال حسین اختر، مولانا عبدالہادی دین پوری، مولانا غلام محمد دین پوری، حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی اور مولانا لقمان علی پوری رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے دین اسلام کے محافظ، ولایت کے بادشاہ، ختم نبوت کے پروانے اور مردانِ مجاہد آرام فرما ہیں اور ایک عرصے تک یہ اکابرین اپنے علوم ومعارف، دینی غیرت وحمیت اور مخلصانہ جدوجہد سے علاقہ دین پور، گردونواح، پنجاب بلکہ ملک بھر کو سیراب کرتے رہے۔

یقیناً خان بیلہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ اس پر علاقہ دین پور کے روحانی اثرات کے بادل ہمیشہ سایہ فگن رہتے ہیں۔ ان ہی روحانی اثرات کے سائے میں فیاض سومرو کی دینی تربیت ہوئی اور بچپن ہی سے مذہب کی عقیدت ومحبت ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھردی گئی تھی۔

سن شعور کو پہنچنے کے بعد آپ نے اپنا اصلاحی تعلق خانقاہ دین پور سے جوڑا اور سراج الاولیاء حضرت مولانا میاں سراج احمد دین پوری رحمہ اللہ سے بیعت ہو گئے اور وقتاً فوقتاً اصلاحِ نفس کیلئے اپنے شیخ کی صحبت کامل میں حاضری دیتے رہے۔

حاجی فیاض سومرو شہید نے اپنے علاقے بہار خاکی خانبیلہ میں سپاہ صحابہؓ کی بنیاد رکھنے اور تنظیمی سرگرمیوں کو پروان چڑھانے میں بنیادی اور کلیدی کردار سرانجام دیا بلکہ علاقے کے جماعتی دوستوں کے مطابق جماعتی کام کی بنیاد ہی فیاض شہید نے رکھی، جس بنیاد پر آج تحریک عظمت صحابہ کی بلند و بالا عمارت قائم ہے اور خان بیلہ کے باسیوں کے دلوں میں دھڑکنے والی عظمت صحابہ کی دھڑکنیں یقیناً فیاض شہید کیلئے صدقہ جاریہ ہیں۔

بعد ازاں آپ کراچی شفٹ ہو گئے اور پراپرٹی کے کاروبار سے اپنے آپ کو منسلک کر لیا۔ خدا کی بستی سرجانی ٹاؤن میں اپنا ذاتی مکان تعمیر کروایا، تھوڑے ہی عرصے بعد آپ کو وہاں کے مقامی یونٹ کا سرپرست مقرر کر دیا گیا۔ جماعتی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ آپ علاقے میں رفاہی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، آپ کے اس روشن اور اُجلے کردار نے آپ کو علاقے کی ہر دل عزیز شخصیت بنا دیا تھا۔ علاقائی سطح پر امن و امان اور دیگر معاملات کے لئے جو کمیٹیاں بنائی جاتیں ان کا قیام فیاض بھائی کے بغیر ناممکن ہوتا اور آپ ان کمیٹیوں کا حصہ بن جانے کے بعد اس کے قیام کے مقاصد کی تکمیل کیلئے اپنی خدمات بھرپور پیش کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ مساجد و مدارس کے منتظمین، علماء و حکام، سیاسی قیادت و تاجر برادری سمیت مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ آپ کو اپنا ہمدرد، غمخوار اور مسیحا سمجھتے۔

فیاض بھائی شہید مشن جھنگوی شہید سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ بھری محفل میں بلاخوف لومۃ لائم صحابہ کی عظمت اور مشن کی صداقت کو بیان کرتے۔ شہید قائدین کے حالات بڑے دردِ دل سے بیان کرتے۔ طاہر جھنگوی کی نظم "کر یار صدیق تیاری" پڑھتے وقت تو آپ کی کیفیت قابل دید ہوتی، دیوانہ وار آنسوؤں کی لڑی آپ کی آنکھوں سے جاری رہتے۔ جماعتی ساتھی کی خوشی کو اپنی خوشی جبکہ غم اور تکلیف کو اپنا غم سمجھ کر اس وقت تک چین سے نہ بیٹھتے جب تک اس کا مداوانہ کر دیں۔

شہر کراچی میں جاری ٹارگٹ کلنگ کا عفریت فیاض سومرو کو بھی کھا گیا۔

18 فروری 2013ء کی صبح آپ ایک دوست کی دکان پر بیٹھے تھے کہ سفاک دہشت گردوں نے گولیاں برسا کر شہید کر دیا۔

آپ کی نماز جنازہ مفتی ثناء اللہ نے ہزاروں افراد کی موجودگی میں پڑھایا۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

محمد طارق معاویہ شہید

دراز قد، بھاری جسم، گندمی رنگ، خش خشی داڑھی، بارعب شخصیت...... یہ ہیں بہادروں اور شیروں کے علاقے لیاری سے تعلق رکھنے والے ہنستے مسکراتے ہر دلعزیز جماعتی ساتھی طارق معاویہ شہید۔

سن 1981ء میں عروس البلاد شہر کراچی کے معروف علاقے لیاری میں پیدا ہوئے۔ والدین نے محمد طارق نام تجویز کیا۔ قافلہ حق نواز میں باضابطہ شمولیت کے بعد آپ نے اپنا تخلص معاویہ رکھ لیا، جس کے بعد محمد طارق سے محمد طارق معاویہ بن گئے۔ محمد طارق معاویہ جب سن شعور کو پہنچے تو اُس وقت ملک پاکستان بالخصوص شہر کراچی میں مختلف سیاسی و مذہبی جماعتیں میدانِ عمل میں موجود تھیں تاہم محمد طارق معاویہ نے ان سب جماعتوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے صرف اہلسنّت والجماعت پاکستان کو اس کے عالی مقاصد اور بلند اہداف کی وجہ سے منتخب کیا اور رکنیت فارم پُر کرنے کے بعد باضابطہ کارکن بن کر دفاعِ صحاب رسولؐ کے لئے ہمہ تن مصروفِ عمل ہو گئے اور تھوڑے ہی عرصے میں لیاری ٹاؤن کے انتہائی فعال و متحرک ورکروں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

محمد طارق معاویہ شہید علامہ علی شیر حیدری شہید اور مولانا اعظم طارق شہید سے بے حد متاثر تھے اور ان کے بیانات بار بار سنتے، انہی شہید قائدین کے بیانات کے سننے کا اثر تھا کہ محمد طارق معاویہ کی زبان پر ہر وقت صحابہ کرامؓ کی عظمتوں کے ترانے ہوا کرتے تھے۔ ہر آنے والا دن محمد طارق معاویہ کی جماعتی وابستگی میں اضافہ کرتا چلا جا رہا تھا اور وہ تھوڑے ہی عرصے میں لیاری ٹاؤن اور پورے ضلع کے چمکتے دمکتے روشن ستارے بن چکے تھے۔

محمد طارق معاویہ تحریک عظمت صحابہؓ کے دلیر اور نڈر سپاہی تھے، دشمنانِ اصحاب رسولؐ کیلئے جس قدر سخت تھے غلامانِ صحابہؓ کیلئے اسی قدر نرم تھے۔ ہر وقت چہرے پر مسکراہٹ اور ہنسی

مزاح ان کی سیرت کے عمدہ پہلو تھے۔ وہ کارکنانِ اہلسنّت کے ہر دلعزیز شخصیت تھے، جماعتی دفتر یا کسی بیٹھک میں تشریف فرما ہوتے تو خوب گپ شپ لگاتے۔ کسی جماعتی ساتھی کی کوئی پریشانی ہوتی تو اس کے لئے خود پریشان اور بے چین ہو جاتے اور اس کے حل کے لئے اپنے سے جو بنتا وہ ضرور کرتے۔

محمد طارق معاویہ جماعتی سرگرمیوں میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ ان کے قریبی ساتھیوں کے مطابق ایک مرتبہ کراچی کورٹ کمیٹی کے ذمے دار اور قانونی مشیر محمد علی ماما شہید نے محرم الحرام میں منعقد ہونے والی سالانہ تاریخ ساز شہدائے اسلام کانفرنس کے لئے فنڈ کا مطالبہ کیا تو محمد طارق معاویہ کہنے لگے ماما بھائی! آپ فنڈ کی فکر نہ کریں۔ یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے اور اسی وقت فنڈ کے حوالے سے ملاقاتیں شروع کردیں اور صرف دو دن میں تقریباً 30 سے 40 ہزار روپے لاکر محمد علی ماما کے حوالے کردیے۔

محمد طارق معاویہ شہید کو اللہ رب العزت نے بڑا حوصلہ اور دلیری عطا فرمائی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ عوام کو قائل کرنے کی بھی بڑی صلاحیت قدرت کی طرف سے ودیعت کی گئی تھی۔ وہ صرف اپنے مسلک کے لوگوں کو ہی نہیں بلکہ دوسرے مسلک کے لوگوں کو بھی قائل کرکے جماعتی فنڈ وصول کیا کرتے تھے اور اس میں یقیناً ان کی عالی شخصیت اور بلند اخلاق کا بڑا عمل دخل تھا۔

شہادت سے کچھ عرصہ قبل محمد طارق معاویہ کا نام فورتھ شیڈول میں شامل کردیا گیا تھا، جس کی وجہ سے ان کی نقل وحرکت کافی محدود ہو چکی تھی۔ ضلع سے باہر جہاں کہیں جانا ہوتا تو مقامی تھانے سے این او سی لینی پڑتی، اسی وجہ سے مولانا تاج محمد حنفی صاحب مدظلہ کے ساتھ عرصہ سات سال سے بھی زائد گن مین رہنے کے باوجود شہادت سے تین ماہ قبل اس ذمے داری سے علیحدہ ہو چکے تھے۔

شہادت سے دو ماہ قبل ان کو گرفتار کیا گیا، جماعتی احتجاج کے بعد رہائی ہوگئی، تاہم کچھ روز بعد پھر گرفتار کرکے غائب کردیا گیا۔ رہائی کے لئے پھر احتجاج کیا گیا جو اس مرتبہ سود مند ثابت نہ ہوا بعد ازاں جوڈیشل کورٹ میں رِٹ دائر کی گئی۔ کورٹ نے نوٹس لیا اور اگلے دن

پیش کرنے کا آرڈر جاری کیا، لیکن پیشی سے ایک روز قبل ہی درندہ صفت لوگوں نے بے دردی سے شہید کر دیا۔

2 دسمبر بروز منگل شام 4 بجے ان کی لاش ایدھی سینٹر کے حوالے کی گئی۔ شہادت کی خبر سنتے ہی ہزاروں کارکنوں کے ہمراہ قائدین نے میت وصول کی۔ جنازے سے قبل لاش کے ہمراہ بھرپور احتجاج بھی کیا گیا، جو ہائی کورٹ کراچی کے باہر 3 گھنٹے تک جاری رہا، مجبوراً انتظامیہ نے مطالبات پورے کرنے اور قاتلوں کے خلاف ایف آئی آر کاٹنے کا حکم دیا۔ بعد ازاں پاسپورٹ آفس صدر میں نمازِ جنازہ مولانا رب نواز حنفی مدظلہ کی اقتدار میں ادا کرنے کے بعد لیاری قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

قاری محمد مجاہد شہید

یہ 19 جون 2012ء کی ایک شام تھی، دن کی سفیدی رات کی تاریکی میں ڈھلنے کے لئے مائل ہورہی تھی۔ یہ عروس البلاد شہر کراچی تھا، جو عرصہ دراز سے اہلسنّت کا مقتل گاہ بنا ہوا تھا، جہاں آئے روز اہلسنّت والجماعت کراچی کے کسی ذمہ دار، کارکن یا ہمدرد کو ایرانی النسل سبائی دہشت گرد اپنے مذموم مقاصد کا نشانہ بنا کر شہید کر کے ملک کے امن وامان کو تہہ وبالا کرنے کے درپے تھے۔ اس شہر میں غلامان صحابہؓ کی بہادری اور حوصلہ مندی کی تاریخ بھی بہت پرانی ہے۔ یہاں کے بوڑھوں، جوانوں، بچوں حتی کہ عورتوں کو بھی صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت کے ساتھ والہانہ لگاؤ ہے اور اس شہر کے باسیوں نے اصحاب رسولﷺ کی ناموس پر مرمٹ کر ایک لازوال تاریخ رقم کردی ہے۔ اس شہر کا ایک معروف علاقہ گلستانِ جوہر ہے، آئے روز کی ٹارگٹ کلنگ، قائدین پر قاتلانہ حملوں کے خلاف احتجائی مظاہرے سے واپسی پر قاری محمد مجاہد شہید کو خاک وخون میں نہلا دیا گیا۔

قاری محمد مجاہد شہید 1988ء کو آبائی علاقے چوک چڑھی علی پور مظفر گڑھ میں عبدالغفار صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق گبول قوم سے تھا، چھوٹی سی عمر میں ہی والد محترم نے اپنے ہی استاذ قاری رجب حسین کے پاس پڑھنے کے لئے بٹھا دیا، ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کراچی اپنے چچا کے پاس چلے آئے، کچھ عرصہ یہاں پڑھتے رہے، پھر پاکستان بالخصوص صوبہ پنجاب کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں قرآنِ مجید کی تکمیل کے ساتھ ساتھ تجوید کا کورس مکمل کیا اور تجوید کا امتحان جامعہ امدادیہ فیصل آباد میں دیا۔

قاری مجاہد شہید کے دوستوں کے مطابق آپ ایک انتہائی ملنسار اور بااخلاق انسان تھے، علماء کرام اور دینی طبقے کی بہت قدر کیا کرتے تھے، اگر کوئی کسی عالم دین کو مولوی فلاں یا مولانا فلاں کے نام سے پکارتا تو فوراً ٹوک کر فرماتے کہ صاحب بھی کہو، بڑوں کا نام ادب

سے لینا چاہیے۔

تحریک مدحِ صحابہؓ کے ساتھ تو بچپن ہی سے قلبی لگاؤ تھا، تاہم با قاعدہ رکنیت فارم علامہ عبدالغفور ندیم شہید کی شہادت کے بعد پُر کیا، جماعتی جلسوں میں سیکورٹی کے فرائض بخوشی سرانجام دیتے، دینی و جماعتی تڑپ کا یہ عالم تھا کہ خود غریب ہونے کے باوجود اپنے ایک قریبی دوست سے مل کر ایک گلگ خریدا جس میں روز کچھ نہ کچھ حصہ جماعتی اخراجات کیلئے جمع کیا کرتے۔ خلفائے راشدین کے ایام ہائے شہادت ووفات کے مدح صحابہ جلوسوں میں پابندی کے ساتھ شرکت کیا کرتے، قائدین کے ساتھ والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ایک دن تیز بارش میں بھی جلوس میں جانے کی تیاری کررہے تھے۔ کسی نے کہا اس بارش میں بھی جاؤ گے؟ فرمانے لگے یہ پانی کی بارش ہے گولیوں کی بارش ہوتب بھی ضرور شرکت کروں گا، ان شاءاللہ۔

گھر سے نکلتے وقت اکثر والدہ سے فرماتے: ''امی! دعا کریں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ناموس پر میری جان قبول ہوجائے۔'' اللہ رب العزت نے خواہش کوشرفِ قبولیت بخشی اور 19 جون 2012ء احتجاجی مظاہرے سے واپسی پر صحابہ کرام کا یہ پروانہ دنیا ومافیہا سے بے پرواہ ہوکر اپنی جان وار گیا۔

شہادت کے بعد جسد خاکی جامعہ دارالخیر گلستان جوہر لایا گیا، جہاں جرنیل کراچی ڈاکٹر محمد فیاض خان پہلے ہی پہنچ چکے تھے، آپ کا پہلا جنازہ شیخ الحدیث مولانا اسفندیار خان نے، دوسرا جنازہ صادق آباد میں مولانا عبدالحمید قاسمی نے، جبکہ تیسرا جنازہ ان کے آبائی علاقے میں ان کے ماموں شیخ الحدیث مولانا سیف اللہ خالد کی اقتداء میں ادا کیا گیا، جس میں ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں، مولانا اجود حقانی، انس بن مالک، قاری طیب قاسمی اور دیگر علماء کرام سمیت ہزاروں افراد نے شرکت کی۔آپ نے پسماندگان میں بوڑھے والدین سمیت نو بہن بھائی چھوڑے۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

حافظ محمد طارق جمیل شہید

کمسن، نحیف سا جسم، شریف الطبع، چہرے پر معصومیت، عمر غالباً 13 یا 14 برس ہوگی، جب وہ میرے پاس درجہ اولیٰ پڑھنے آئے تھے۔ نام ان کا محمد طارق تھا، ایک مرتبہ طارق جمیل کہہ کر پکارا تو انہوں نے محمد طارق کے ساتھ "جمیل" کا اضافہ کر دیا۔ وقت پر حاضری، سبق سنانا، تکرار اور مطالعے کی پابندی، ساتھیوں سے اخلاق اور اساتذہ سے ادب کے ساتھ پیش آنا، یہ ان کی سیرت کے نمایاں پہلو تھے۔ درجہ اولیٰ کے سال راقم الحروف کی زیر تصنیف شرح کی تبییض اور تبویب میں ایک بہت بڑا حصہ ان کا بھی شامل تھا، جس کا تذکرہ راقم السطور نے متذکرہ کتاب کے پیش لفظ بعنوان "" حدیث دل" میں بھی کیا ہے۔

درجہ اولیٰ کے بعد درجہ ثانیہ بھی ہمارے پاس پڑھا اور بعد ازاں وہ درجہ ثالثہ کے لیے مدرسہ یاسین القرآن نیو کراچی چلے گئے۔ کافی عرصہ ہوا اُن سے ملاقات نہ ہو سکی، ایک دن اچانک بعد نماز مغرب مسجد کے حجرے میں تشریف لے آئے، چہرے کی معصومیت سے تو پہچان گیا کہ یہ طارق جمیل ہے تاہم ان کا حلیہ کافی تبدیل ہو چکا تھا، گھنگریالی زلفیں اور سندھی ٹوپی، حقیقت یہ ہے کہ وہ اس وقت علامہ اورنگزیب فاروقی مدظلہ کے چھوٹے بھائی لگ رہے تھے۔ اس بات کا اظہار جب میں نے ان سے کیا تو وہ خود بھی کہنے لگے جی استاذ جی! احسن العلوم کے طلبہ بھی مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ علامہ فاروقی صاحب کے چھوٹے بھائی ہو؟ انہوں نے اپنے موبائل کا میموری کارڈ دکھایا جو علامہ فاروقی کی تصاویر سے ہی بھرا پڑا تھا، گویا کہ دیگر ہزاروں مدارس کے طلبہ کی طرح وہ بھی علامہ فاروقی اور ان کی خطابت کے اسیر ہو چکے تھے۔ اس ملاقات میں وہ ایک نظریاتی کارکن اور ورکر کی صورت میں نظر آ رہے تھے اور بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ ان کے لہجے میں ٹھہراؤ اور گفتگو میں سلیقہ نظر آ رہا تھا، ان کے اس انداز سے مستقبل میں بہت اُمیدیں وابستہ کی جا سکتی تھیں۔

پھر ہوا یوں کہ غالباً سن 2010ء مادر علمی کی ختم بخاری کے اگلے روز مدرسہ عربیہ احسن العلوم

سے میرے ایک اور شاگرد مولوی مقبول نے فون کر کے کہا کہ اُستاذ جی! جناح ہسپتال سے فون آیا ہے کہ طارق جمیل کی لاش وہاں موجود ہے، اس کے گھر اطلاع کرنی ہے۔ مولوی مقبول کی زبان سے یہ الفاظ سن کر تھوڑی دیر کے لئے سکتے کی کیفیت میں آ گیا، اس کے ان الفاظ پہ یقین نہیں آ رہا تھا کہ معصوم سے چہرے، شریف النفس اور ہمارے طارق جمیل کو بھی کوئی کچھ کہہ سکتا ہے یا اس کے ساتھ ایسی واردات کر سکتا ہے یا ہو سکتی ہے۔ اپنے شاگرد مولوی محمد فتح کو ان کے گھر روانہ کیا اور اپنے دیگر شاگردوں کے ہمراہ جناح ہسپتال کے سرد خانے پہنچا، وہاں پہلے سے مدرسہ احسن العلوم کے دو اساتذہ موجود تھے جو اس کی لاش وصول کرنے سے انکاری بلکہ اس کو اپنا طالب علم تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے بلکہ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ طالب علم عرصہ تین ماہ قبل ہی ہمارے جامعہ کو خیر آباد کہہ چکا ہے، ان کی اس گفتگو کو سن کر وہاں پر موجود اپنے شاگرد اور طارق جمیل کے ہم سبق مولوی مقبول کو ایک طرف لے جا کر جب اساتذہ کے اس دعوے کی تصدیق چاہی تو وہ گویا ہوا کہ استاذ جی! یہ اساتذہ اپنی جان بخشی اور جامعہ کی پالیسی کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہیں ورنہ طارق جمیل تو ایک دن قبل تک مدرسے میں حاضر رہا ہے اور اس کی حاضری کو رجسٹر حاضری میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

مولوی مقبول سے یہ گفتگو سننے کے بعد ان کے اساتذہ کی طرف متوجہ ہونے کے لئے رُخ پھیرا تو دیکھا کہ اس تھوڑے سے وقفے میں مہلت پا کر وہ دونوں حضرات اپنی جان چھڑا کر جا چکے ہیں، تھوڑی دیر بعد مولوی طارق جمیل کے بوڑھے والد اور والدہ بھی مردہ خانے کی دہلیز پہ قدم رکھ چکے تھے، اپنے معصوم بیٹے جس نے ابھی بمشکل زندگی کی سترہ یا اٹھارہ بہاریں ہی دیکھی ہوں گی کہ لاشے کو دیکھ کر اُن پر کیا گزری ہوگی، اس کا اندازہ ہر دردمند انسان بخوبی کر سکتا ہے۔ بیٹے کی لاش سے لپٹ کر کافی دیر تک رونے کے بعد اُن کے بوڑھے والد مجھ سے گویا ہوئے استاذ جی! میرے بیٹے کو کس نے اور کیوں مارا؟ میری اور اس کی تو کسی سے کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی، میرا بیٹا تو صبح کا گیا شام کو سبق پڑھ کر واپس آ جایا کرتا تھا، اس کے ساتھ ایسا کیوں کیا گیا؟ اُن کے اِن سوالات کے جوابات میں راقم الحروف خاموش ہی رہا اور دل ہی دل میں ان کو جواب دیتا رہا کہ آپ کے بیٹے کا قصور یہی تھا کہ وہ ایک مدرسے کا طالب علم تھا، اس کا جرم یہ تھا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات سے اپنے سینے کو منور کر رہا تھا۔ اس کا قصور یہ تھا کہ وہ عظمت اصحاب رسول کا پرچار کرنا چاہتا تھا۔

CS CamScanner

جی ہاں! طارق جمیل کا قصور یہ تھا کہ اس کا حلیہ، اُس کی شکل وشباہت کفر کی آنکھوں میں کھٹکنے والے اور نگریب فاروقی سے ملتی جلتی تھی، انہی جرائم کی پاداش میں اسے بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا۔

مولوی طارق جمیل کی میت کو بعد نمازِ عصر اس کے رہائشی علاقے بلال کالونی نیو کراچی لے کر پہنچے، غسل اور کفن کا انتظام کیا گیا، غسل کیلئے راقم السطور اور عزیزم مفتی کلیم اللہ حیدری بنفس نفیس شریک ہوئے۔ غسل کے دوران دیکھا کہ طارق جمیل کہ جسم پر جا بجا تشدد کے نشانات اور دو گولیوں کے سوراخ بھی تھے، جس سے بخوبی اندازہ ہو رہا تھا کہ انہیں با قاعدہ اغواء کرنے کے بعد خوب تشدد کیا گیا اور پھر گولیاں مار کر کراچی کے علاقے ملیر میں پھینک دیا گیا۔ اللہ رب العزت ظالموں کو تباہ و برباد کرے۔

بعد نماز عشاء جامع مسجد بلال سیکٹر 8 نارتھ کراچی میں مولانا ابوبکر امام مسجد ھٰذا کی اقتداء میں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد محمد شاہ قبرستان ڈسکو موڑ نارتھ کراچی میں ان کی تدفین کردی گئی۔

مولوی طارق جمیل کا آبائی علاقہ مانسہرہ خیبر پختونخوا تھا، جبکہ ان کی موجودہ رہائش کراچی میں تھی۔ ان کا ایک غریب گھرانے سے تعلق تھا، والد ٹیکسی چلا کر اپنے اہل خانہ کی کفالت کیا کرتے تھے، طارق کو جب درجہ اولٰی پڑھانے میرے پاس لائے تھے اس وقت کلین شیو تھے، لیکن جب طارق کی شہادت کے بعد ہسپتال میں ملاقات ہوئی تو وہ ایک باشرع صورت میں نظر آئے۔ بیٹے کی شہادت کے بعد بھی کچھ عرصہ ان سے رابطہ رہا اور جماعت کی طرف سے ان کے لئے وظیفہ اور راشن کا مناسب انتظام کیا جاتا رہا، تاہم تھوڑے عرصے بعد معلوم ہوا کہ اُن کے اہل خانہ کراچی کے ابتر حالات سے پریشان ہو کر واپس اپنے آبائی علاقے جا چکے ہیں۔

مدرسے کی طرف سے اُن سے لاتعلقی کے اظہار کے بعد مولانا اکبر سعید فاروقی رحمہ اللہ کو ساری تفصیلات بتائیں اور عرض کیا کہ کیونکہ مدرسے والے لینے اور تعلق سے انکاری ہیں، اس لئے آپ اخبارات کو خبر ارسال کردیں کہ طارق جمیل ہماری جماعت کا رکن تھا اور یقیناً اسی پاداش میں اس کو اغواء کر کے تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

مدثر الٰہی شہید

خوبصورت چہرہ، دلنشین مسکراہٹ، بڑی بڑی آنکھیں، مضبوط جسم، زبردست عزائم، حبِ صحابہ سے سرشار، صداقت صدیق کے پہریدار، یہ تھے احسان اللہ فاروقی شہید پاک کالونی یونٹ کے ہردل عزیز کارکن مدثر الٰہی شہید جنہیں 29 نومبر 2014ء تبت سینٹر ایم اے جناح روڈ پر پہلے سے تاک میں بیٹھے ہدفی قاتلوں نے گولیاں مار کر شہید کر دیا۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

ابوخولہ حیدری اُن کی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

22 جمادی الثانی کا دن تھا، شہر کراچی میں زبردست منظم انداز میں یوم وفات سیدنا صدیق اکبر کے موقع پر مدح صحابہ جلوس لسبیلہ چوک سے ایم اے جناح روڈ کی طرف رواں دواں تھا، مدثر موٹر سائیکل پر میرے پیچھے بیٹھا مصطفیٰ کے ہمسفر، ''ابوبکر ابوبکر'' کا نعرہ مستانہ لگاتا چلا جارہا تھا وہ اس دن بہت خوش تھا اور کیوں نہ ہوتا کہ وہ عظمت صحابہ کے ترانے جو پڑھ رہا تھا، اسی طرح 11 اکتوبر 2014ء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے شائع ہونے کے خلاف احتجاجی جلوس میں بھی شریک اور پیش پیش تھا۔ مدثر نے فٹبال پر امریکا کا جھنڈا بنایا تھا اور اس کو کِک مارتا چلا جارہا تھا، 21 ستمبر 2012ء یوم عشق رسول کے احتجاج کو حکومت نے ناکام بنانے کی جو کوششیں کیں، اس پر وہ بہت رنجیدہ تھا، وہ تنظیمی نشرواشاعت میں اپنے بھائی کے شانہ بشانہ ہوتے تھے۔ ایم جناح روڈ پر ان کا ایک چھوٹا سا کاروبار تھا، بڑے بھائی کا بھرپور ساتھ دیتے تاکہ وہ جماعت کو زیادہ سے زیادہ وقت دے سکیں، کبھی غیر سنجیدہ ہوکر شرارتیں کرتے تو بڑے بھائی سرزنش بھی کر دیتے۔

29 نومبر 2014ء رات کو معمول کے مطابق ساڑھے دس بجے دکان بند کر کے موٹر سائیکل پر روانہ ہوئے تو تعاقب میں بیٹھے ایرانی النسل دہشت گردوں نے گولیاں برسادیں جس سے وہ شہید اور ان کے بھائی زخمی ہوگئے، بعدازاں نمازِ جنازہ کے بعد ان کی تدفین کر دی گئی۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

مولانا طلعت محمود شہید

صوبہ خیبر پختونخوا کے ضلع مردان سے تعلق رکھنے والے مولانا طلعت محمود شہید اہلسنت والجماعت کراچی کے میڈیا سیل سے وابستہ تھے۔ برادرم عمر معاویہ کے مطابق انتہائی سادھا، مخلص اور ہنس مکھ انسان تھے۔ آپ جامعہ فاروقیہ کے فاضل تھے۔ گھر کا ماحول ان کے موافق نہ تھا، جس کی وجہ سے نظریاتی کاموں میں مشکلات درپیش ہوتی تھیں، اس لئے آپ شہادت سے کچھ عرصہ قبل گھر سے سکونت ترک کر کے میڈیا سیل منتقل ہو گئے تھے، تاہم بعد میں گھر والوں کے دباؤ کی وجہ سے کبھی کبھار گھر کی طرف چلے جایا کرتے تھے۔

مولانا طلعت محمود شہید کا اگر چہ جماعتی حلقوں اور کارکنوں میں بہت زیادہ تعارف نہ تھا، تاہم یہ بات مسلم اور مبنی بر حقیقت ہے کہ سوشل میڈیا پر جماعتی کاز کو پروان چڑھانے والے مولانا موصوف ہی تھے، ممکن ہے ضلعی ذمے داران بھی تمامی اُن کو زیادہ نہ جانتے ہوں، تاہم جن لوگوں نے ان کی زیارت کی ہے، وہ گواہی دیں گے وہ ایک راست، درویش صفت اور فنا فی المشن انسان تھے۔ ان کا اوڑھنا بچھونا جماعت اور اس کی ترویج واشاعت کے لئے عملی کوششوں کا اقدام تھا، گویا کہ ان اُمور کے لئے جہد ومجاہدہ اُن کی روح کی غذا بن چکا تھا۔

ان کے اسی خلوص واخلاص اور مشن سے لگن کا اللہ تعالیٰ نے یہ ثمرہ دیا کہ انہیں شہادت کے اعزاز سے نوازا اور انہوں نے نہایت ہی مسکراتے چہرے کے ساتھ فروری 2005ء کو موت کو گلے سے لگا لیا اور خون کی چادر اوڑھے قافلۂ شہداء سے جا ملے۔ یقیناً وہ شاداں وفرحاں اس دنیا سے رخصت ہوئے کہ انہوں نے شہداء کے مشن سے وفا کی۔ آپ کی نمازِ جنازہ جرنیل کراچی علامہ تاج محمد حنفی مدظلہ کی اقتداء میں ادا کی گئی۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

CS CamScanner

توصیف شہید+تنویر شہید (دو سگے بھائی)

پاکستان کے پڑوسی ملک ایران میں 1979ء میں خمینی انقلاب برپا ہوا، جس کے تھوڑے ہی عرصے بعد اُسے ملک پاکستان میں بھی برآمد کرنے کی مذموم سعی وکوششیں شروع کردی گئیں۔ایران کے اس توسیع پسندانہ عزائم کے سبب پاکستان کو بھی اَن گنت مرتبہ خوف ناک فرقہ وارانہ فسادات کا شکار ہونا پڑا۔ساتھ ساتھ ایران اوراس کے مذہبی پیشواؤں نے اپنے غلط وباطل نظریات کی ترویج واشاعت کے لئے لاکھوں کی تعداد میں اصحابِ رسولؐ، اُمہات المومنینؓ، بالخصوص خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے خلاف بدزبانیوں اور بکواسات پر مشتمل لٹریچر شائع کرکے پاکستان کے طول وعرض میں وسیع پیمانے پر پھیلایا لیکن یہ حقیقت بھی تاریخ کے صفحات پر مرقوم ہے کہ اس فتنے اور ایمان کش انقلاب کی رُوک تھام کے لئے علامہ حق نواز جھنگوی اوران کی جماعت سپاہ صحابہؓ نے جانوں کے نذرانے پیش کئے اوراپنے سرخ لہو سے جرأت رندانہ کے وہ چراغ روشن کئے کہ حق کی روشنی آج تک اپنی کرنوں سے سفیدی بکھیر رہی ہے اوران شاءاللہ تاقیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پروانوں کی اس جماعت میں ایک گمنام کردار دو سگے بھائیوں توصیف شہید اورتنویر شہید کا بھی ہے، جنہیں 28 ستمبر 2014ء اتوار کے دن کراچی کے علاقے کھوکرا پار نمبر 1 فوزیہ کالونی محمدی مارکیٹ میں واقع تنویر سویئٹ شاپ پر موٹر سائیکل سوار دہشت گردوں نے صرف اس جرم کی پاداش میں شہید کردیا کہ وہ اصحابِ رسولؐ اوراُن کے پروانوں کی محبت وعقیدت کواپنے دلوں میں بسائے ہوئے تھے۔

آہ! ایک ماں کے دولخت جگر ایک ہی وار میں اُس سے جدا کردیئے جائیں، اس کی کیفیت صرف وہ ماں ہی سمجھ سکتی ہے جس کے ساتھ یہ المناک اوردلسوز سانحہ پیش آیا ہو۔

قافلہ عزیمت کی داستان ایسے جانبازوں، سرفروشوں سے بھری پڑی ہے، جو بے دریغ اصحابِ رسول کی عزت وناموس پر قربان ہو گئے، جس کا کچھ تذکرہ آپ اسی کتاب کی جلد اوّل میں بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اصحابِ رسولؐ کی عظمت پر قربان ہونے والے یہ پہلے دو سگے بھائی نہ تھے، اس سے قبل بھی مفتی سعود الرحمٰن، حافظ مسعود الرحمٰن، محمد علی ماما، شاہد ماما، کامران، خالد، قاری حماد، شعیب۔ عبدالوحید (تین سگے بھائی) حمزہ، سعد، جبرئیل، خدائے نور، امان اللہ، غفران، لالہ مشتاق، لالہ الطاف، مقبول، مسعود اور ان جیسے دیگر بھائیوں بلکہ عبدالفرید، عبدالمقیت، عبدالوحید اور عبدالمعید جیسے چار سگے بھائی بھی اس مقدس جماعت کا حصہ بن کر اپنی جان اصحابِ رسولؐ کی عظمتوں پر وار چکے ہیں۔

انہی اولوالعزم نوجوانوں میں شامل دو سگے بھائی توصیف شہید اور تنویر شہید بھی تھے، جن کو دن دیہاڑے گولیاں ماری گئیں۔ بوقت شہادت توصیف کی عمر 34 سال اور تنویر 36 برس کے تھے، وقوعہ کے وقت وہ اپنی سوئیٹ کی دکان پر موجود تھے اور حلوہ پوری بنانے میں مصروف تھے کہ اسی دوران ان کو شہید کر دیا گیا۔ فائرنگ کی زد میں اُن کے ملازم منصور اور گاہک 12 سالہ بچہ اذان بھی زخمی ہوئے۔ ہسپتال سے شہداء کی میتیں اُن کے گھر شفت کی گئیں اور پھر نماز جنازہ کے بعد انہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ صحابہؓ را

CamScanner

کاشف شہید، طالب شہید (دو سگے بھائی)
سعید احمد شہید (کزن)

6دسمبر 2013ء کا دن کارکنانِ سپاہ صحابہ کے لئے دلخراش سانحات کی خبریں لے کر آیا۔ایک طرف لاہور میں سپاہ صحابہ پنجاب کے صدر مولانا شمس الرحمٰن معاویہ کو شہید کردیا گیا تو دوسری طرف عروس البلاد روشنیوں کے شہر کراچی میں گلشن اقبال کے علاقے میں اہلسنّت والجماعت سے تعلق رکھنے والے دو سگے بھائیوں کاشف شہید اور طالب شہید کو ان کے کزن کے ہمراہ نہایت ہی سفاکی کے ساتھ گولیاں برسا کر شہید کردیا۔

اس قسم کی دلخراش اطلاعات جو ایک صاعقہ سے کم نہیں ہوتیں، قیام سپاہ صحابہ کے بعد ہی سے کارکنانِ سپاہ صحابہ کو سننے کو ملتی رہتی ہیں، تاہم یہ بھی اس دھرتی کے عجیب وغریب شہری ہیں جو شہادتوں، ہدفی قتل وقتال اور جیلیں، ہتھکڑیاں دیکھنے کے بعد بھی میدانِ عمل میں برسر پیکار ہیں۔ایک عرصے سے دہشت گردی کی لپیٹ میں ہونے کے باوجود بھی ملک کی سالمیت کی خاطر قانون ہاتھوں میں نہ لینا اور قائدین وکارکنان کی شہادتوں کے بعد بھی صبر کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دینا، یہ اسی جماعت کا طرۂ امتیاز ہے۔

عظمت اصحابِ رسولؐ پر قربان ہو کر تاریخ کے اوراق میں اَنمٹ نقوش چھوڑنے والے کاشف شہید، طالب شہید اور سعید احمد شہید کو اس وقت گولیوں کا نشانہ بنایا گیا جب وہ جنت ہوٹل گلشن اقبال مسکن چورنگی پر موجود تھے۔سبائی ہدفی قاتلوں نے آکر اندھادھند فائرنگ کردی، جس سے یہ حضرات شدید زخمی ہوگئے، زخمیوں کو نجی ہسپتال منتقل کیا گیا، جہاں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے کاشف ولد عبدالوحید، طالب ولد عبدالوحید اور سعید احمد ولد عبدالرشید شہید ہوگئے۔اس سے قبل بھی اسی علاقے میں اہلسنّت کے دو کارکنان کو شہید کیا گیا تھا جو دو سگے بھائی تھے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ صحابہؓ را

عمران فاروق شہید

22اکتوبر1992ء سپاہِ صحابہ صوبہ سندھ کے زیرِ اہتمام شیر شاہ کراچی میں آل سندھ فکر جھنگوی کانفرنس بعد نمازِ عشاء منعقد ہوئی، اس کانفرنس سے مولانا محمد اعظم طارق شہید نے خطاب کرنا تھا، وہ ابھی کانفرنس میں جانے کی تیاری ہی کر رہے تھے کہ اچانک ایک ساتھی نے آ کر بتایا کہ کانفرنس پر حملہ ہو گیا ہے، یہ سن کر تمام ساتھی گھبرا گئے جب معلومات کیں تو پتہ چلا کہ نیو کراچی کے علاقے سے کارکنان بھری ہوئی سوزوکی پک اپ پہ موٹر سائیکل سوار شیعہ دہشت گردوں نے گرنیڈ پھینک دیا ہے، جس سے موقع پر ہی نیو کراچی کے فعال اور متحرک کارکن عمران فاروق شہید، جبکہ کئی ساتھی زخمی ہو گئے۔

اس خبر کو کانفرنس کے اختتام تک مخفی رکھا گیا۔ کانفرنس نہایت ہی کامیاب انداز میں منعقد ہوئی، دوسرے روز مرکز اہلسنّت جامع مسجد صدیق اکبر میں عمران فاروق شہید کی نمازِ جنازہ مولانا محمد اعظم طارق شہید کی اقتداء میں ادا کرنے کے بعد مقامی قبرستان میں تدفین کر دی گئی۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

حافظ جمشید شہید

تحریک مدحِ صحابہؓ کیلئے جن سرفروش، نڈر اور بے باک نوجوانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اُن میں ایک نام حافظ جمشید ولد محمد سعید کا بھی شامل ہے۔ ان کا شمار ان جانبازوں میں ہوتا ہے جنہوں نے بڑی جرأت و بہادری کے ساتھ دشمن کے سینوں پر مونگ دلے۔ جب تک زندہ رہے، دینی غیرت وحمیت کے ساتھ اور جب دنیا سے رخصت ہوئے تو تمغہ شہادت سینے پر سجا کر۔

حافظ جمشید شہید کا تعلق شہر کراچی کے معروف علاقے نیو کراچی کے سیکٹر B ,5 سے تھا۔ والد کا نام محمد سعید تھا۔ آپ بچپن سے ہی مذہبی رجحانات رکھتے تھے۔ محنت اور شوق سے مقامی مدرسے سے قرآنِ مجید حفظ کیا۔ آپ کا شمار اپنے یونٹ کے مایہ ناز کارکنوں میں ہوتا تھا۔ بڑے خوش مزاج اور بہادر صفت انسان تھے۔

شہید جمشید کا اپنا رکشہ اسٹینڈ تھا اور وہ ٹھیکے پہ دیئے ہوئے رکشوں کا حساب وکتاب کیا کرتے تھے۔ بوقت شہادت وہ اپنے والد کے ہمراہ موٹر سائیکل پر پیٹرول ڈلوانے پیٹرول پمپ پہنچے ہی تھے کہ اس دوران ان کے والد ایک کنارے پہ جا کر بیٹھے تھے کہ موٹر سائیکل سوار دہشت گردوں نے اندھا دھند فائرنگ کر کے اُن کو شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

اطہر حسین شہید

''پروانے صحابہؓ کے'' جلد اوّل صفحہ 303 پر ایک شہید اختر حسین شہید کا تذکرہ آپ پڑھ چکے ہوں گے، جنہیں 2 فروری 2015ء کو ان کی دکان پر گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا تھا، انہی کے ساتھ ان کے صاحبزادے اطہر حسین بھی زخمی ہوئے جو تقریباً ساڑھے تین ماہ تک ہسپتال میں زیر علاج رہے اور بالآخر 18 مئی 2015ء کو زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جام شہادت نوش فرما گئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

شہید کی نمازِ جنازہ جامع مسجد اویس قرنی علی نگر اورنگی ٹاؤن سیکٹر ساڑھے گیارہ میں بلدیہ ٹاؤن سیکٹر کے صدر مولانا سید شاہ حیدری کی اقتداء میں ادا کی گئی، جس میں اورنگی ٹاؤن سیکٹر کے شہید صدر برادم دلشاد معاویہ اور موجودہ صدر مولانا عادل عمر سمیت کارکنان، ذمہ داران اور عوام الناس کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی اور لواحقین سے دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے شہید کے عالی درجات کے لئے دعا بھی کی۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

قاری سعید احمد شہید

قاری سعید احمد شہید تحریک دفاع صحابہؓ کے نہایت ہی جری اور بہادر فرزند تھے۔ بے شک ایسے لوگوں کا نام تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ جگمگا تا ہے جو دین اسلام کے غلبے اور اس کے تحفظ کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ قاری سعید احمد شہید ایک نڈر، بے باک اور بلند حوصلوں کے مالک تحریک عظمت صحابہؓ کے فعال و متحرک ورکر تھے۔ انہوں نے ہمیشہ تحریک کی پہلی صفوں میں رہ کر مشن کا ز اور نظریئے کی ترویج کے لئے اپنی خدمات سرانجام دیں۔ ایسے حالات میں کہ جب شہر کراچی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ناموس کی بات کرنا ایک ناقابل معافی جرم سمجھا جاتا تھا۔ قاری صاحب شہید نے بے خوف وخطر تنظیمی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ مقامی یونٹ اور اپنی خدمات پیش کرنے کے علاوہ تحریکی جلسے، جلوسوں، ریلیوں اور تربیتی ورکشاپوں میں شامل رہنا آپ کی زندگی کا لازمی حصہ تھا۔

قاری سعید احمد شہید کو ایرانی النسل سبائی دہشت گردوں نے اس وقت گولیوں کا نشانہ بنایا جب آپ دسمبر 2014ء میں مرکز اہلسنّت ناگن چورنگی میں ایک ورکرز کنونشن میں شرکت کرنے کے بعد بفرزون نارتھ کراچی کے علاقے ہارون شاپنگ سینٹر کے قریب ہی پہنچے تھے کہ آپ پر اندھا دھند فائرنگ کی گئی جس سے قاری سعید احمد ولد غلام سرور موقع پر ہی شہید ہوگئے، جبکہ قاری محمد ساجد ولد غلام حسن شدید زخمی ہوگئے، جنہیں طبی امداد کے لئے مقامی ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ قاری سعید احمد کی شہادت کی اطلاع ملتے ہی ان کا رہائشی علاقہ سوگ میں ڈوب گیا اور علاقہ مکینوں نے احتجاجاً از خود کاروبار بند کر دیا۔ ہسپتال سے ان کی میت گھر منتقل کی گئی اور مولانا رب نواز حنفی مدظلہ کی اقتدا میں نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد آپ کو آبائی گاؤں میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

CS CamScanner

حافظ سعید شہید

ہماری جماعت کے جانباز دفاع اصحاب رسولؐ کے لئے ہمیشہ سینہ سپر رہے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے ان پروانوں کا عزم ہے کہ ہر طرح کے خطرات مول لے کر بھی امت کے اول اور افضل ترین طبقے کی عزت وناموس پر ذرہ بھر بھی آنچ نہیں آنے دیں گے۔ حافظ سعید شہید کا تعلق انہی پروانوں سے تھا، وہ زندگی کے شباب سے بلکہ اس سے بھی پیشتر قافلۂ حق نواز کا حصہ بن چکے تھے۔ ان کی زندگی کا پسندیدہ مشغلہ اصحابِ رسولؐ کی مدح سرائی تھا۔ وہ نجی اور دیگر مجالس میں انہی پاکباز ہستیوں کے تذکرہ خیر سے رطب اللسان نظر آتے۔ دفاع صحابہ کے ساتھ ساتھ حافظ سعید شہید اپنے ملک کی دھرتی اور وطن کے استحکام کی خاطر جان لٹادینے کو بھی سعادت سمجھتے تھے اور اس کا اظہار وہ وقتاً فوقتاً اپنے دوست، احباب کے سامنے کرتے نظر آتے تھے۔

حافظ سعید شہید دسمبر 2014ء کے آخری ایام میں کراچی کورنگی کے علاقے نورانی بستی بنگالی پاڑہ میں واقع سعید الیکٹرانک کی دکان پر موجود تھے کہ ملک وملت کے دشمن موٹر سائیکل پر سوار ملزمان نے فائرنگ کردی جس سے اہلسنّت والجماعت کے کارکن 25 سالہ حافظ سعید ولد محمد سلام شدید زخمی ہوئے، جنہیں فوری ہسپتال منتقل کیا گیا، جہاں وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہوگئے، جبکہ ان کے ساتھ دکان پر خریداری کے لئے آنے والے ایک دوسرا شخص شدید زخمی ہوگیا۔ حافظ سعید کے جسد خاکی کو بعدازاں ہسپتال سے گھر منتقل کیا گیا، ان کی شہادت کی وجہ سے مکمل علاقہ سوگوار نظر آرہا تھا اور ہر دردمند سنی مسلمان ان کے تذکرہ خیر سے رطب اللسان تھا، بعدازاں ان کی نمازِ جنازہ کے بعد اُن کی میت کو مقامی قبرستان میں تدفین کے لئے لے جایا گیا جہاں ہزاروں افراد کی موجودگی میں انہیں ان کی آخری آرام گاہ کے سپرد کردیا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

شہدائے

اسلام آباد و

راولپنڈی

مولانا محمد صدیق شہید

﴿والد مولانا حبیب الرحمٰن صدیقی شہید﴾

علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی شہید، علامہ شعیب ندیم شہید کے اس قافلہ شہداء کے رکن تھے کہ جن کو واہ کینٹ سے دفاع صحابہ کانفرنس مری میں شرکت کے لئے جاتے ہوئے اسلام آباد ہائی وے پر زوردار حملے میں بیس سے زائد گولیاں برسا کر شہید کر دیا گیا۔ اس حملے میں سالار قافلہ علامہ شعیب ندیم شہید، مولانا حبیب الرحمٰن صدیقی شہید، ثناء اللہ شہید (ڈرائیور) محمد رضوان زمان شہید (گن مین) شہید ہوگئے تھے۔ ان شہداء میں سے علامہ شعیب ندیم شہید کا تفصیلی تذکرہ ہم ''پروانے صحابہ کے'' جلد اوّل میں رقم کر چکے ہیں، جلد دوئم کے ان صفحات میں بقیہ شہداء کا تذکرہ قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے۔

علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی شہید، مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کے شاگردِ خاص مولانا محمد صدیق کے صاحبزادے تھے، مولانا محمد صدیق کا درسِ قرآن اور توحید باری تعالیٰ پر دلنشین بیان ٹیکسلا میں مشہور تھا۔ مولانا محمد صدیق علاقہ پنج کھٹہ کی مشہور روحانی شخصیت اور بزرگ حضرت مولانا محمد جان المعروف سموں والے استاذ کے خاص صحبت یافتہ اور شاگرد تھے۔ جامع مسجد عنایت شاہی ٹیکسلا جس میں 1935ء میں روافض نے قبضہ کر کے اہلسنّت کو نماز اور اذان سے روک دیا تھا، یہ دور انگریزی تھا، علاقے کے لوگ آئے روز جلوس نکال کر مسجد کو روافض کے تسلط سے نکالنے کی کوشش کرتے، جس پر پولیس لاٹھی چارج کر کے عوام کو منتشر کر دیتی۔ آخری جلوس گڑھی افغانان کے دیندار مسلمان لائے۔ پولیس نے شدید لاٹھی چارج کر کے باوجود سنی مسلمان مسجد میں داخل ہوگئے۔ ایک مسلمان نے اذان دی۔ تصفیے کے لئے انگریز نے مسجد کو شیعوں اور سنیوں کے درمیان مشترک کر دیا۔ آج بھی وہاں اہلسنّت کی پانچ نمازیں اور روافض تین اذانیں دیتے ہیں۔ مولانا محمد صدیق نے یہیں تیس سال کا عرصہ امامت،

خطابت اور تدریس کے فرائض کے انجام دہی میں گزارے۔ اس کے ساتھ مقامی اسکول ٹیکسلا میں عربی کے معلم بھی رہے۔

مولانا محمد صدیق شہید جمال صدیقی کا نمونہ تھے، نرمی، برداشت، عجز وانکساری اور خوش اخلاقی آپ کی سیرت کے نمایاں پہلو تھے۔ آپ اپنے چھوٹے صاحبزادے قاری عمر فاروق کے ہمراہ تعلیم القرآن اسکول سے واپس گھر کی طرف آرہے تھے کہ راستے میں ایک نوجوان رافضی تاک میں کھڑا تھا، اس نے پستول سے فائر کیا۔ گولی آپ کے سینے میں لگی اور آپ نے جام شہادت نوش فرمالیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

مولانا حبیب الرحمٰن صدیقی شہید

مولانا حبیب الرحمٰن صدیقی کو ناموس صحابہ اور ردّ رفض پر شہادت ورثے میں ملی تھی۔ والد محترم کی شہادت کے وقت آپ جھوٹے مقدمے کی وجہ سے جیل میں تھے، رہائی کے بعد اپنے والد کی جگہ تعلیم القرآن ہائی اسکول میں عربی واسلامیات کے معلم مقرر ہوئے، حالات کی نزاکت کی وجہ سے ٹیکسلا چھوڑ کر آپ براہمہ گاؤں نزد واہ کینٹ آ گئے۔ مدرسہ تدریس القرآن کی بنیاد رکھی۔ حفظ وناظرہ اور درسِ نظامی کی ابتدائی کتب شروع کیں۔

علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی شہید میں غیرت دینی، جرأت اور ہر باطل کے خلاف ڈٹ کر جہاد کرنا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ قبور کی شریعت والوں نے جامع مسجد لالہ رخ واہ کینٹ کے خلاف قانونی چارہ جوئی کے ذریعے قبضہ کرنے کی کوشش کی تو آپ ان کے عزائم کے سامنے سدسکندری بن کر کھڑے ہو گئے۔ تمام باطل فرقے جو اس مسجد سے حق وصداقت کی آواز کو دبانے پر متفق تھے ان کو منہ کی کھانی پڑی، اس حوالے سے شیخ الحدیث مولانا محمد صابر مہتمم جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو نے سب سے زیادہ مالی تعاون فرمایا۔

الحمدللہ آج یہ مسجد علمائے دیوبند، سپاہ صحابہ، تبلیغی، علمی، اصلاحی اور جہاد کے مشاغل کا بڑا مرکز ہے۔

سپاہ صحابہ کے قیام کے بعد آپ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے طبعی محبت کی وجہ سے مشن اور آواز جھنگوی سے متاثر ہو کر قافلہ حق نواز کا حصہ بن گئے۔ ضلع راولپنڈی کا آپ کو صدر منتخب کیا گیا۔ ناموس صحابہ کی پاداش میں بارہا جیل کو آباد کیا۔ انتظامیہ سے مذاکرات کے وقت آپ کا لہجہ جرأت مندانہ اور استغناء پر مبنی ہوتا۔ خوشامد، بزدلی اور کمزوری کے اظہار سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ براہمہ گاؤں میں رافضیوں کے ماتمی جلوس میں آپ ہمیشہ حائل رہے۔ مرکزی جامع مسجد لالہ رخ واہ کینٹ کے پاس ایک رافضی کے گھر سے جلوس نکالنے کی

ہر سال کوشش کی جاتی، جسے خطیب مسجد مولانا اسحاق روکتے اور آپ اور علامہ شعیب ندیم شہید دست راست کے طور پر آپ کے ساتھ ہوتے۔ شہادت والے سال آپ حج پر تشریف لے گئے۔ پیچھے جلوس نکالنے کی کوشش کی گئی تو آپ کے بھائی نے طلبہ اور عوام کے ساتھ مل کر یہ کوشش ناکام بنادی۔ جس کے بعد آپ کے بھائی کو نوے روز جیل میں جانا پڑا۔

13 ستمبر 2001ء مری سے واہ کینٹ جاتے ہوئے ہائی وے اسلام آباد پر آپ کو قریب سے 26 گولیاں مار شہید کردیا گیا۔ آپ کے بعد آپ کا مشن، مدرسہ آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ آپ نے سوگواروں میں بیوہ، دو بیٹیاں اور ایک بیٹا اُسامہ چھوڑا۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

رضوان زمان شہید، ثناء اللہ شہید

(گن مین علامہ شعیب ندیم شہید) (ڈرائیور علامہ شعیب ندیم شہید)

رضوان زمان شہید:

رضوان زمان شہید مولانا حبیب الرحمٰن صدیقی شہید کا قلبی دوست، خادم اور دن رات کا ہمدم تھا۔ مولانا جہاں کہیں جاتے وہ ساتھ ہوتا تھا۔ مرحوم کی والدہ نے انہیں تاکید کی ہوئی تھی کہ مولانا حبیب الرحمٰن کہیں اکیلے نہ جائیں تم ان کے ساتھ رہا کرو۔ والدہ کی یہ نصیحت اور فرمانبردار بیٹے کی طرف سے ماں کے حکم کی تعمیل رنگ لائی اور وہ شہادت کے وقت بھی اپنے استاذ کے ساتھ تھے۔ انہیں بھی 20 سے زائد گولیاں لگیں، وہ ایک گھنٹہ زندہ رہنے کے بعد ہسپتال میں شہید ہوئے۔

رضوان زمان شہید غیر شادی شدہ تھے، علمائے کرام کا ایک وفد ان کی شہادت کے بعد ان کے گھر گیا تو ان کی والدہ اور والد کا حوصلہ اور صبر قابل دید تھا۔ دونوں نے کہا کہ ہمارا بیٹا اللہ کے دین، صحابہ کرام اور امی عائشہ رضی اللہ عنہا کی ناموس پر قربان ہوا ہے، وہ ہمارے لئے ذخیرہ آخرت ہے۔ مرحوم رضوان کی قبر مولانا حبیب الرحمٰن شہید کے ساتھ براہمہ گاؤں نزد واہ کینٹ میں ہے۔

ثناء اللہ شہید:

قافلہ شہداء کا یہ راہی قلعہ دیدار سنگھ کا رہنے والا تھا۔ فی سبیل اللہ تمام خطرات کو مول لے کر قلعہ سے واہ محض خدمت علماء کے لئے آتا تھا جبکہ دوسری طرف علامہ شعیب ندیم واہ اڈے سے گاڑی منگواتے کہ کہیں جانا ہے تو گاڑی والا آکر یہ دیکھتا کہ شعیب ندیم نے جانا ہے تو واپس چلا جاتا تاہم ثناء اللہ قلعہ دیدار سے اسی خدمت کے لئے آیا کرتا تھا۔

وقوعہ میں ثناء اللہ کو چھ گولیاں لگیں جس سے گاڑی ایک کھڈے میں گر گئی جس کے بعد باقی حضرات کو گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا۔ مرحوم نے پسماندگان میں ایک بیوہ اور تین معصوم بچے چھوڑے۔ ایک بیٹا شہادت کے بعد پیدا ہوا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ صحابہؓ را

مفتی منیر معاویہ شہید، مولانا اسد محمود عباسی شہید

مفتی منیر معاویہ شہید:

مفتی منیر معاویہ شہید کے ساتھ ہمارا نظریاتی رشتہ تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمارا بھائی بنایا......انما المؤمنون اخوہ۔(الحجرات:۱۰)

حضرت آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہمارے جسم کا حصہ فرمایا:

"المسلمون کسجد واحد"

جماعت کی نسبت سے ہم اور وہ ایک روحانی لشکر کا حصہ تھے: الارواح جنود مجندۃ وہ مجاہد تھے، اسیر ناموس صحابہ تھے، عالم دین اور مفتی تھے، خطیب تھے، مظلوم تھے، بہادر تھے، "لا الٰہ الا اللہ" کی اذان دینے والے اور "محمد رسول اللہ" کا اقرار کرنے والے تھے......وہ ہم سے تھے، ہم ان سے تھے۔ ایک کلمہ، ایک عقیدہ، ایک قبلہ، ایک روح، ایک جسم، ایک مشن، ایک نظریہ، ایک کاز......صحابہؓ دشمنوں نے ان پر گولیوں کی برسات کی لیکن ان کو نہ درد ہوا اور نہ تکلیف......وہ گولیاں ان کے لئے حور کا حسین بازو تھا جو ناز کے ساتھ گلے سے لپٹ جائے مگر ان کو لگنے والی گولیوں کا درد ہمارے سینے سے نہیں جارہا، اس کی جلن ہمارے سینے سے جدا نہیں ہورہی......معلوم نہیں یہ درد کب تک......یہ درد کب تک......؟

مفتی منیر معاویہ شہید نے 1978ء کو ضلع ایبٹ آباد سرکل بورہ کے نواحی اور پسماندہ علاقے میرا حسنال میں معروف سماجی شخصیت چودھری خالق داد صاحب کے ہاں آنکھ کھولی۔ آپ کا گھرانہ کیونکہ ابتداء ہی سے مذہبی تھا اس لئے پرائمری تک گورنمنٹ اسکول میں تعلیم کے بعد آپ کو دینی تعلیم کے لئے خیرہ گلی میں مولانا نور محمد کے سپرد کردیا جہاں ناظرہ قرآن کریم اور چند سپارے حفظ کئے بعد ازاں آپ نے اسلام آباد کے ایک ادارے میں داخلہ لے کر وہیں حفظ قرآن کریم کی سعادت حاصل کی۔ حفظ کے بعد عالم اسلام کی معروف دینی

درسگاہ جامعہ فریدیہ اسلام آباد میں داخلہ لیا اور درجہ ثانیہ تک وہیں تعلیم حاصل کی۔ درجہ ثالثہ اور رابعہ فیصل آباد مدرسہ امینیہ میں اور خامسہ تا موقوف علیہ جامعہ امدادیہ فیصل آباد میں پڑھنے کے بعد دورہ حدیث شریف عروس البلاد شہر کراچی میں عظیم دینی درسگاہ جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال میں مفتی محمد زرولی خان صاحب مدظلہ کے پاس پڑھا بعدازاں تخصص فی الفقہ الاسلامی اسی ادارے میں مکمل کیا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے واپس اسلام آباد کا رُخ کیا اور دارالحکومت کو ہی اپنا مستقل ٹھکانہ بنالیا۔ راولپنڈی کے علاقے پنڈورہ میں عصری و دینی تعلیم پر مشتمل ایک اکیڈمی قائم کی اور ساتھ ساتھ مدرسہ معاذ بن جبلؓ اسلام آباد میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔ مفتی منیر معاویہ شہید کو ازل سے بلا کی ذہانت و فطانت اور علمی استعداد و صلاحیت ودیعت میں ملی تھی، انہوں نے اس کا خوب استعمال کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں مدرسے کو علمی ترقی کی راہ پر گامزن کردیا، آپ کی انتھک محنت، خلوص اور دینی جذبے کو دیکھتے ہوئے مدرسے کے مہتمم مولانا عبدالحمید صابری نے سن 2005ء میں اپنی صاحبزادی کا نکاح آپ سے کردیا۔ شادی خانہ آبادی کے بعد آپ نے گولڑہ شریف میں مدرسہ مدینۃ العلم اور مسجد الایثار کی بنیاد رکھی اور باضابطہ طور پر اسی کی طرف متوجہ ہوگئے۔

مفتی منیر معاویہ شہید کی تحریکی وابستگی کی بات کی جائے تو آپ زمانہ طالب علمی سے ہی تحریک مدح صحابہؓ سے وابستہ ہوگئے تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو زبان و بیان کی بہترین صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دوران طالب علم ہی آپ ہزاروں کے مجمع سے بلا جھجک خوبصورت انداز سے خطاب فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی آواز میں بلا کا جادو اور درد تھا جو ایک بار آپ کی تقریر سنتا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

2009ء میں دارالحکومت اسلام آباد کا آپ کو جنرل سیکرٹری نامزد کیا گیا، ذمہ داری ملنے کے بعد آپ نے اسلام آباد شہر میں جماعتی ورک کو پہلے سے زیادہ فعال کیا، مشن اور کاز کی ترویج کے لئے دن اور رات کو ایک کردیا۔ اسیران کے معاملات ہوں یا شہداء کے ورثاء کی کفالت کا مسئلہ کارکنان کے ذاتی مسائل ہوں یا جماعتی معاملات آپ ہر ایک کے لئے فکرمند

نظر آتے۔آپ نے دیگر مذہبی وسیاسی جماعتوں کے ذمے داران سے بھی اچھے مراس قائم کئے ہوئے تھے۔اسی لئے دیگر جماعتوں کے ذمے داران بھی آپ کی دل سے قدر کیا کرتے تھے۔

راولپنڈی مدرسہ تعلیم القرآن پر عاشورہ کے ماتمی جلوس نے جوطوفان بدتمیزی مچا کر بدترین تاریخ رقم کی تھی،اس کے خلاف عوام اہلسنت سراپا احتجاج تھی۔اہلسنت والجماعت نے دیگر جماعتوں کے ساتھ مل کر فیض آباد پر دھرنا دیا ہوا تھا جس پر پولیس نے دھاوا بول دیا،دیگر کارکنان کے ساتھ مفتی منیر معاویہ بھی گرفتار ہوئے۔گیارہ دن کی اسیری کے بعد جب رہا ہوئے تو اڈیالہ روڈ پر آپ کا زبردست استقبال کیا گیا جس میں مرکزی رہنماء علامہ مسعود الرحمٰن عثمانی مدظلہٗ بھی تشریف لائے تھے۔استقبالیہ جلسے سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''جس طرح آج میری رہائی پر کارکنان اور قائدین جمع ہیں میری خواہش ہے کہ میری شہادت پر بھی جمع ہوں اور میری میت کو لحد میں اتاریں۔اللہ رب العزت نے ان کے ان الفاظ کی لاج رکھی اور چوبیس گھنٹوں سے پہلے پہلے ہی انہوں نے جام شہادت نوش فرمالیا۔

رہائی کے بعد رات 2 بجے گھر پہنچے،صبح جمعہ کا خطبہ مرکز اہلسنت اسلام آباد میں دیا جس میں دشمنان اصحابؓ رسول کو واشگاف الفاظ میں للکارتے ہوئے فرمایا کہ دفاع صحابہؓ کے لئے ہماری ایک جان نہیں،ہزاروں جانیں قربان ہیں اور یہی ہماری نجات وسعادت کا ذریعہ ہے۔

جمعہ سے فراغت کے بعد مادر علمی مدرسہ معاذ بن جبلؓ تشریف لے گئے اور اپنے سسر مولانا عبدالحمید صابری سے ملاقات کی۔نماز عصر ادا کرنے کے بعد اپنے مدرسہ کے ناظم مولانا اسد محمود کے ساتھ پنڈی کی طرف گامزن ہوئے،آئی ایٹ مرکز اسلام آباد میں جوں ہی اشارے پر گاڑی رکی تو ایرانی نسل سبائی ٹولے کے تکفیری دہشت گردوں نے گولیوں کی بوچھاڑ کردی جس کے نتیجے میں آپ اپنے رفیق سفر مولانا اسد محمود عباسی کے ساتھ موقع پر ہی شہید ہوگئے۔اگلے روز صبح 9 بجے پارلیمنٹ کے سامنے آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور میت آبائی علاقے منتقل کردی گئی جہاں آپ کی خواہش اور تمنا کے مطابق علامہ عثمانی مدظلہٗ حاجی غلام مصطفیٰ بلوچ،مفتی تنویر علم،مولانا عبدالرحمٰن معاویہ،مولانا مظہر محمود صدیقی شہید سمیت دیگر ذمہ داروں نے آپ کی میت کو قبر میں اتارا،اللہ رب العزت آپ کی شہادت کو قبول فرما کر

مشن کی ترویج کا ذریعہ بنائے۔

مولانا اسد محمود عباسی شہید:

مولانا اسد محمود عباسی کا تعلق سیری غربی گاؤں چوریاں ضلع ایبٹ آباد سے تھا، آپ دارالعلوم زکریا ترنول اسلام کے فاضل اور اہلسنّت والجماعت کے زونل رہنما تھا۔ یہ دونوں شہید فمنھم من قضی نحبہ کے مصداق کامیاب ہوگئے۔حق یہ ہے کہ موت ہار گئی اور زندگی جیت گی۔ملک وملت دشمن ہمیشہ کی طرح اس بار بھی حق کی آواز کو دبانے میں ناکام رہا، اسلام آباد جناح ایونیو پر شہداء کے جنازوں کے ہمراہ اہلسنّت والجماعت کے ہزاروں کارکنوں نے تاریخ ساز احتجاج ریکارڈ کرایا۔اس موقع پر مولانا اشرف طاہر، صوبائی صدر پنجاب نے مولانا عبدالرحمٰن معاویہ کو اسلام آباد کا جنرل سیکرٹری نامزد کردیا۔اللہ پاک شہداء کے درجات بلند فرمائے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ صحابہؓ را

مولانا مظہر محمود صدیقی شہید

(راولپنڈی)

مولانا مظہر محمود صدیقی شہید کے نام اور کام سے ہمیں واقفیت ''اہلسنّت'' اخبار کے ذریعے ہوئی۔ غالباً ہمارے اخبار جوائن کرنے سے پہلے ہی اُن کی تحریریں اہلسنّت اخبار کے صفحات پر جگمگا رہی ہوتی تھیں ۔ میں مستقل ان کو پڑھتا تھا، ان کی تحریریں اکثر کارکنوں کی نظریاتی تربیت کے اِردگرد گھومتی تھیں، ان کے قلم میں عالمانہ وقار نمایاں ہوا کرتا تھا اور وہ علمی شان سے لکھا کرتے تھے۔ وہ الفاظ وزبان کے ذریعے قارئین کے ربط دل سے کھیلتے تھے اور اُن کا ''آبدارِ قلم'' پڑھنے والوں کے قلب وجگر میں پیوست ہوجاتا تھا، وہ اس کے سینے میں جوش وخروش کی آگ، عزم وحوصلہ کی توانائی، اس کے دماغ میں شوکت وجلال کا احساس اور عظمت رفتہ کو حاصل کرنے کا جذبہ بھر دیتے تھے، سوئے ہوئے ضمیر اور ٹھٹھرے ہوئے اعصاب میں حوصلہ سرفروشی اور جرأت وبے باکی کی برقی لہر دوڑا دینے میں اُن کو ید طولیٰ حاصل تھا۔

''آمد ورفت'' تو اس دنیائے فانی کی فطرت ہے، یہاں جو بھی آیا ہے، جانے کے لئے ہی آیا ہے، ہر آمد روانگی کا اور ہر زندگی موت کا پیش خیمہ ہے، لیکن بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کی موت ایک نفس اور ایک ذات سے آگے بڑھ کر ایک ''عالم'' کے لئے موت بن جاتی ہے، اس کی موت سے علم وفن کے چراغ بجھ جاتے ہیں، فکر وآگاہی کے سوتے خشک ہوجاتے ہیں اور ایمان ویقین کی محفلیں ویران ہوجاتی ہیں۔

یقین کیجئے! مولانا مظہر محمود صدیقی شہید کی شخصیت بھی ایسے ہی عبقری لوگوں میں شامل تھی، ان کو دیکھ کر، پڑھ کر یہ احساس زندہ رہتا تھا کہ ابھی علم وعرفان کی شمعیں فروزاں ہیں اور دینی تحریکات قابلیت وقبولیت سے بانجھ نہیں ہوئی ہیں۔ ان سے مجھے اپنی ذات کی حد تک بہت سی اُمیدیں وابستہ تھیں کہ کارکنان اہلسنّت کے لئے وہ مستقبل میں ایک گھنا درخت ثابت

CS CamScanner

ہوں گے اور ان کی فکری ونظری صلاحیتوں سے ہم سب مستفید ہوں گے، تاہم 15 فروری 2015ء راولپنڈی پیرودھائی موڑ کے قریب رکشے میں جاتے ہوئے موٹر سائیکل سواروں نے اُن کو شہید کر کے ہماری اُمیدوں کے سارے چراغ گل کر دیئے۔ ان کی نماز ہ قائد اہلسنّت علامہ احمد لدھیانوی مدظلہ کی امامت میں ادا کی گئی۔

خدا را رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

قاری ادریس کشمیری شہید

(اسلام آباد)

اسلام آباد اور راولپنڈی میں تحریک تحفظ ناموس صحابہؓ، دعوت واصلاح اور اسلام کے تحفظ کی جو تاریخ لکھی جائے گی، قاری ادریس کشمیری شہید کے بغیر ادھوری اور نامکمل ہوگی۔

وہ دل و دماغ کا حسین سنگم اور ایثار وعزیمت کا حسین امتزاج تھے۔ قدرت نے اُن کو بیک وقت دور اندیشی، فراست و دانائی، بالغ نظری اور بیداری مغزی سے بھی نوازا تھا اور درد وسوز، سیماب، تڑپ اور دینی غیرت وحمیت سے بھی۔ سوز و کیف نے کبھی ان کو اپنے مشن اور کاز سے غافل نہ کیا اور فراست و دانائی کبھی اُن کی رسم درویشی سے آزاد نہ ہوسکی۔

قاری ادریس کشمیری شہید رنگا رنگ طبیعت کے مالک تھے۔ وہ زندگی بھر بھاگتے اور دوڑتے رہے، اپنی عمر سے بہت بڑے بڑے کام کئے، جب کوئی ان کا نام سنتا، اُن کی ذہانت اور بہادری کے قصے کہے جاتے اور پھر اُن سے ملاقات ہوتی تو کوئی انسان یقین کرنے کے لئے تیار نہ ہوتا کہ یہ قاری ادریس اور اتنے بڑے کارنامے۔

آپ کی ذہانت ایسی کہ بیٹھے بٹھائے منصوبے بناتے، اس میں رنگ بھرتے اور اس پر عملدر آمد کرگزرتے اور دیکھنے والا دیکھتا رہ جاتا یہ قاری صاحب نے کیا سوچا؟ یہ قاری صاحب نے کیا کیا؟ اور یہ قاری صاحب نے کیا کردکھایا؟ یاروں کے یار تھے جس کے ساتھ لگائی ایسی نبھائی کہ دیکھنے والے عش عش کر اُٹھے، ان کی دوستی اور دشمنی اللہ کی رضا کے لئے تھی۔ علماء وطلبہ اور مذہبی کارکن ہی نہیں بلکہ ہر طبقے سے وابستہ شخص سے دوستی لگائی اور خوب نبھا کر دکھائی۔ انہوں نے ایسے ایسے دین کے کام کئے کہ اُن کے لگائے ہوئے بوٹے سدا پھلتے پھولتے رہیں گے۔ مسلک حق کی پاسبانی کا وہ وہ کام کیا، اتنی مساجد بنوائیں کہ انسان حیران ہوجاتا ہے کہ قاری ادریس شہید فردِ واحد تھا یا پوری تحریک؟

بہادری اور جرأت کا یہ عالم تھا کہ گا ہے یہ گمان گزرتا کہ یہ شخص کہیں مجنون یا دیوانہ تو نہیں؟ انجام کیا ہوتا ہے؟ کچھ کہنے یا کر گزرنے کے بعد حالات و واقعات کیا پیش آئیں گے؟ قاری ادریس شہید کبھی اس سوچ کے جھنجھٹ میں نہیں پڑے۔ جو سوچا کر گزرے، جو چاہا کر دکھایا، جسے حق جانا اس پر ڈٹ گئے، جس سے دوستی کی اس پر جان چھڑکی اور جس سے پنجہ آزمائی کی تو اُس کو بھی سبق سکھا کر چھوڑا۔

قاری ادریس کشمیری شہید کے قریبی ساتھی مولانا عبدالقدوس محمدی فرماتے ہیں کہ شہادت سے ایک ماہ قبل اُن سے ملاقات ہوئی۔ بلدیاتی انتخابات سے بات نکلی تو سیاسی جماعتوں تک جا پہنچی، عرض کیا: ''قاری صاحب! کیا لازم ہے کہ علماء کرام، مذہبی کارکنان اور نظریاتی لوگ محض دینی جماعتوں سے ہی وابستہ رہیں؟ قومی دھارے کی سیاسی جماعتوں میں بھی جگہ بنانی چاہیے، مسلم لیگ، پی پی اور پی ٹی آئی میں بھی اہل حق کی نمائندگی ہونی چاہیے اور آپ کو تو ضرور ہی کوئی قومی سیاسی جماعت میں شمولیت لینی چاہیے۔'' اپنے مخصوص انداز میں مسکرائے اور کہنے لگے ''اب کہاں یار! کسی کا پرچم اُٹھا کر کیا اللہ کی بارگاہِ میں جانا؟ اگر کسی اور کے جھنڈے تلے مارا گیا تو اپنے رب کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ بس اب اپنے پرچم تلے ہی جام شہادت نوش کرنا ہے..... صرف ایک ماہ بعد ہی وہ شہید کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔

یکم جنوری 2005ء کو آپ کو شہید کیا گیا۔ جنازہ قائد ملت اسلامیہ علامہ محمد احمد لدھیانوی مدظلہ نے پڑھایا، جس میں مولانا اورنگزیب فاروقی، مولانا معاویہ اعظم، مولانا خالد محمود ارشد، حاجی غلام مصطفیٰ بلوچ سمیت ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

مولانا اظہار الحق فاروقی شہید

(راولپنڈی)

تحریکِ مدحِ صحابہؓ کے نوجوانوں کے حوصلے اس قدر بلند ہیں کہ وہ اپنی جوانیوں کو اپنے سرخ لہو سے تربہ تر کر کے اصحابِ رسولؐ کی ناموس کی حفاظت کا ہنر اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہ خوبصورت، کڑیل اور جوشیلے جوان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عظمتوں کا نشان ہیں۔ یہ اصحابِ رسولؐ کے دشمنوں کے خلاف اس طرح ڈٹ کر لڑتے ہیں اور اس ولولے کے ساتھ تحریکی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں کہ قلم بے اختیار انہیں داد دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی ناموس کی خاطر اپنی زندگی اور پھر جوانی جیسی قیمتی شئے کا نذرانہ پیش کر دینا کوئی معمولی بات نہیں اور ایسا محض دنیاوی مفاد کے لالچ میں قطعاً ناممکن ہے۔

وطن عزیز کے طول وعرض میں شہروں، دیہات اور دور دراز پہاڑی علاقوں اور گلی، محلوں میں ایسے سرفرشوں کی داستانیں بکھری پڑی ہیں۔ آج ہم ایک ایسے ہی ''صحابہؓ کے پروانے'' کے معطر تذکرے کیلئے سرزمین خیابانِ راولپنڈی پہنچے ہیں۔ راولپنڈی کے مولانا اظہار الحق فاروقی شہید نے بھی اپنے قائدین اور پیش رو نظریاتی ساتھیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی جان ناموسِ اصحاب سولؐ پر وار دی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ پروانہ 2 جولائی 1983ء کو راولپنڈی کے علاقے خیابانِ سرسید میں محمد ضیاء الحق حقانی مرحوم کے گھر پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم مقامی مدرسے سے حاصل کی، جبکہ سند فراغ عالم اسلام کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ فریدیہ اسلام آباد سے حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی سے ہی مشن جھنگوی سے وابستہ ہو گئے تھے، جبکہ سند فراغ پڑھنے کے بعد مستقل جماعت کے ہو کر رہ گئے۔ مقامی یونٹ سی چوک کے صدر تھے۔ تنظیمی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ ان کے جماعتی ساتھیوں کے مطابق شہر میں مرکزی قائدین کی آمد کے

موقع پر ان کی والہانہ عقیدت و محبت اور خوشی قابل دید ہوا کرتی تھی۔ جماعت کے ہر چھوٹے، بڑے پروگرام کی کامیابی کے لئے انتھک محنت وجدو جہد کیا کرتے تھے۔

اللہ رب العزت نے فن خطابت سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا اور مختلف پروگراموں میں سنجیدہ اور علمی گفتگو فرمایا کرتے تھے، انتہائی با اخلاق، ملنسار اور لوگوں کے دلوں میں گھر کر جانے والے انسان تھے۔ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے تھے۔ شہداء و اسیران کے معاملات کیلئے فکر مند رہتے اور حتی الوسع اُن کو حل کرنے کی کوشش کرتے۔ پانچ بہن بھائیوں میں آپ کا دوسرا نمبر تھا۔ آپ شادی شدہ تھے بوقت شہادت ایک بیٹی تھی جو اس وقت چار سال کی تھی۔

اصحابِ رسولؐ کا یہ دیوانہ 24 جون 2014ء بعد نماز مغرب قاتلانہ حملے میں زخمی ہونے والے مداح اصحابِ رسولؐ نمازی فاروق معاویہ کی عیادت کر کے ہولی فیملی ہسپتال سے گھر کی طرف جا رہے تھے کہ گھر کے نزدیک ہی خیابان سرسید میں دو موٹر سائیکل سواروں کی فائرنگ سے شہید ہو گئے۔

بعد ازاں مسلم پارک خیابان سرسید پنڈی میں جامعہ فرقانیہ کے استاذ قاری زرین صاحب کی امامت میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی، جس میں خلیفہ عبدالقیوم صاحب، علامہ مسعود الرحمٰن عثمانی سمیت ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

مفتی محمد اشتیاق شہید

(راولپنڈی)

لوگوں کو شاید معلوم نہیں کہ مفتی کیا ہوتا ہے، ایک جید مفتی بننے کے لئے کم از کم بیس سے پچیس سال کی انتھک اور کمر توڑ محنت کی ضرورت ہوتی ہے، مگر جانوروں سے بدتر قاتلوں کے لئے مفتی آسان شکار، دین کی سمجھ رکھنے والے علماء کرام کی تعداد پہلے ہی بہت کم ہے، مدرسہ سے فاضل ہونے والا ہر شخص "عالم" نہیں ہوتا...... اور اگر جید عالم ہو بھی تو وہ عزیمت کی راہ اختیار کرنے سے پہلے سو بار سوچتا ہے۔ اس لئے کہ علم اور عزیمت ایک اونچی اور بہت مشکل منزل ہے، بہت محنتی، مستقل مزاج اور صاحب عزیمت علم کا کوئی ایک چراغ بجھتا ہے تو تاریکی دور دور تک چھا جاتی ہے...... جی ہاں مفتی محمد اشتیاق شہید ایک محنتی، باصفا اور قافلہ امیر عزیمت کے ایک نڈر، بے باک ورکر تھے۔ جن کو ظالموں نے 21 مئی 2001ء بروز جمعرات بعد نمازِ مغرب ایرڈ ایگریکلچر یونیورسٹی شمس آباد راولپنڈی کے سامنے موٹر سائیکل سوار دہشت گردوں نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔

موت سے کسی کو مفر نہیں ہے، مگر کچھ جانے والے ایسے سچے اور سُچے کردار کو چھوڑ کر جاتے ہیں جن کو آنے والی نسلیں مدتوں یاد رکھتی ہیں، انہی میں ایک مفتی محمد اشتیاق شہید بھی تھے۔

آپ کی ولادت جنت نظیر وادیٔ کشمیر کے علاقے مظفر آباد میں راجہ فضل داد خان کے ہاں ہوئی۔ آپ نہ صرف حافظ قرآن بلکہ ایک جید عالم دین اور مفتی بھی تھے۔ درس نظامی سے سند فراغت آپ نے عالم اسلام کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی سے حاصل کی تھی۔ دوران تعلیم ہی مشن جھنگوی سے قلبی لگاؤ کی وجہ سے تحریک مدحِ صحابہؓ سے وابستہ ہو گئے تھے اور ہر آنے والا دن اُن کے نظریے اور جذبے کو جلا بخش دیتا تھا۔ آپ کی جدوجہد کو دیکھتے ہوئے ضلعی قیادت نے آپ کو تر نول اسلام آباد یونٹ کا جنرل

CamScanner

سیکرٹری نامزد کر دیا تھا۔ آپ نے ضلعی قیادت کے اعتماد کو سچ ثابت کر دکھایا اور تھوڑے ہی عرصے میں ترنول یونٹ کو ایک فعال یونٹ میں تبدیل کر دیا۔ آپ متواتر ساتھیوں سے رابطے میں رہتے اور اُن کو تنظیمی ہدایات دیتے اور کسی بھی ناساعد قسم کے حالات میں اُن کے شانہ بشانہ کھڑے نظر آتے۔

ملک میں جاری دہشت گردی کا عفریت آپ کو بھی کھا گیا۔ 21 مئی 2001ء بعد نماز مغرب آپ کی شہادت ہوئی۔ اگلے روز آبپارہ اسلام آباد میں غازی اسلام آباد مولانا عبدالعزیز صاحب کی اقتداء میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، جس میں ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں، حاجی غلام مصطفیٰ بلوچ، مفتی تنویر عالم، مولانا شبیر کشمیری، شیخ الحدیث مولانا سلیم اعجاز سمیت ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ آپ شادی شدہ تھے، جس سے آپ کا ایک بیٹا عمیر اشتیاق ہے جو بوقت شہادت صرف دس روز کا تھا۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ملک پاکستان کو ان شہداء کے سرخ خون کی برکت سے استحکام، امن اور سلامتی عطا فرمائے اور اس پاک دھرتی میں اسلامی نظام کا نفاذ فرمائے۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

قاری ناصر کشمیری شہید

(راولپنڈی)

عظمت اصحابِ رسولؐ پر قربان ہونے والوں میں ایک نام فرزند کشمیر قاری ناصر کشمیری شہید کا بھی ہے۔ شہید کے دوستوں کے مطابق قاری ناصر کشمیری تحریک مدح صحابہؓ کے ساتھ والہانہ تعلق قائم کیئے ہوئے تھے۔ معاشی اعتبار سے مستحکم نہ ہونے کے باوجود جماعتی وابستگی قابل تقلید تھی، جیب میں کرائے کے پیسے نہ ہونے کے باوجود میلوں پیدال سفر کر کے جماعتی پروگراموں اور جلسوں میں شرکت کیا کرتے۔ ساری ساری رات پیدل مارچ کر کے پنڈی کے چوک، چوراہوں اور دیگر عوامی مقامات پر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے نام سے موسوم اشتہار، بینرز اور پینا فلیکس اور تنظیمی جلسوں کے اشتہارات لگایا کرتے۔ رات کی تاریکی اور حالات کی سنگینی کو خاطر میں لائے بغیر وہ دیوانگی کی حد تک اصحابِ رسولؐ کے تحفظ کی علمبردار جماعت کے نظریئے کی ترویج میں سرگرداں رہتے۔ اس دوران آپ پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا جس میں آپ کے ساتھی سہیل عباسی شہید ہوگئے، جبکہ آپ کے جسم میں چار گولیاں پیوست ہوئیں، تاہم آپ محفوظ رہے، صحت یابی کے بعد ایک عوامی جلسے میں علامہ عثمانی مدظلہ نے آپ کو مجمع کے سامنے کھڑا کر کے اعزازی القابات سے بھی نوازا تھا۔

21 مئی 2014ء یوم امیر معاویہؓ والے روز وہ بھی مفتی اشتیاق کے ہمراہ تھے کہ ایرانی النسل سبائی ٹولے کی دہشت گردی کا نشانہ بن گئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

راجہ سیف اللہ شہید، حافظ اسلم شہید

(راولپنڈی)

عزیموں اور قربانیوں کی لازوال داستان کو سپاہِ صحابہؓ پاکستان کے نام سے جانا جاتا ہے۔ 1985ء سے دفاع صحابہ واہل بیت عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کی خاطر یہ تحریک دشمنانِ اصحاب رسولؐ کے سامنے سینہ سپر ہے۔ لاتعداد شہادتیں، جیلیں، گولیاں، ہتھکڑیاں، اپنوں اور پرایوں کے زخم، قدم قدم پر خطرات اور عیار وسفاک دشمن کا سامنا۔

ذرا تصور کیجئے کہ ہماری نظریاتی سرحدات پر ایک طویل عرصے سے برسرِ پیکار ہیں۔ ان کا عزم ہے کہ ایسے پرخطر حالات میں اصحابِ رسولؐ کی ناموس پر ذرہ بھر بھی آنچ آنے نہیں دیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کام وہی سرفروش لوگ کر سکتے ہیں جو دین اسلام کے لیے مر مٹنے کا جذبہ رکھتے ہوں، محض دنیاوی مفادات، حبِ جاہ ومال کی خاطر کوئی بھی عقل وخرد رکھنے والا انسان اپنی حسین جوانی اور خوبصورت زندگی کو یوں داؤ پر نہیں لگا سکتا۔

''صحابہؓ کے پروانے'' راجہ سیف اللہ شہید کا تعلق بھی بہادروں، جانثاروں اور جرأت مندوں کے اسی قبیل سے تھا۔ پنڈی کے مقامی ذمے دار بھائی انیس الدین عثمانی کے مطابق شہید راجہ سیف اللہ 12 اکتوبر 1975ء کو چکلالہ راولپنڈی میں حاجی یاسین کے ہاں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے آپ مذہبی ماحول ملنے کی وجہ سے نیک سیرت اور بلند کردار کے حامل انسان تھے۔ مشن جھنگوی شہید سے واقفیت ہونے کے بعد بلا تامّل آپ اس قافلہ حقہ کا حصہ بن گئے۔ ابتداءً شکریال یونٹ میں فعال رہے، پھر تحصیل کے ناظم مالیات کی ذمے داری سرانجام دیتے رہے۔ آپ کی تنظیمی ونظریاتی وابستگی اٹوٹ وغیر متزلزل تھی، دن کا اکثر حصہ تحریک مدح صحابہؓ کی ترویج واشاعت میں گزارتے۔ وقت یوں ہی گزرتا گیا۔ یہاں تک کہ 18 رمضان المبارک بمطابق 17 جولائی 2014ء بروز جمعرات آپ چکری روڈ پر واقع مولانا

عمران ہزاروی کی مسجد میں منعقد ''ماں بیٹا'' کے نام سے افطار پارٹی میں شرکت کر کے واپس جا رہے تھے تو دو موٹر سائیکل سوار دہشت گردوں نے آپ اور آپ کے ساتھی حافظ اسلم پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی جس سے آپ کے جسم میں 28 گولیاں پیوست ہوئیں اور موقع پر ہی اپنے ساتھی کے ساتھ جام شہادت نوش فرما گئے۔

بعدازاں آپ کی نمازِ جنازہ اسلام آباد ایکسپریس ہائی وے پر آپ کے بڑے بھائی خطیب عبید الرحمٰن نے پڑھائی، جس میں علامہ مسعود الرحمٰن عثمانی، مولانا معاویہ اعظم، مولانا اشرف طاہر، مفتی تنویر عالم فاروقی، اشتیاق عباسی، احسان اللہ ایڈووکیٹ، سینئر صحافی وسیم عباسی سمیت ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

شہید راجہ سیف اللہ بی، اے پاس اور شادی شدہ تھے، آپ کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا علی معاویہ ہے۔ آپ کی شہادت کے بعد بھی آپ کے اہل خانہ کے عزائم اور حوصلے بلند ہیں اور وہ مشن جھنگوی سے وابستگی اختیار کیے ہوئے ہیں۔

CamScanner

حافظ سہیل عباسی شہید

(راولپنڈی)

حافظ سہیل عباسی ایک خوبصورت اور وجیہ انسان تھے، ان کا تعلق صوبہ خیبر پختونخوا کے ضلع ایبٹ آباد سے تھا۔ آپ نے نہایت جوانمردی اور استقامت کے ساتھ ناموس صحابہؓ کے تحفظ کے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔ زبرست انداز سے دشمن کے راستے میں حائل ہوئے اور چٹان کی صورت میں اس کا راستہ روک کر اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ اپنی مستقل مزاجی اور مشن کے ساتھ والہانہ لگاؤ کی بدولت وہ راولپنڈی کی جماعت کا لازمی حصہ بن گئے تھے اور آپ کا شمار راولپنڈی کے سینئر ترین کارکنوں میں ہونے لگا۔

ایبٹ آباد یونین کونسل بیروٹ کے نواح میں نکر قطبال نامی ایک بستی ہے، امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ناموس پر اپنی خوبصورت اور کڑیل جوانی قربان کرنے والے سہیل عباسی کا تعلق اسی علاقے سے تھا۔ شہید سہیل عباسی اسی علاقے کے ایک معزز گھرانے میں محمد مسکین کے ہاں پیدا ہوئے جو آپ کے بچپن ہی میں اس دارِ فانی سے رخت سفر باندھ گئے تھے۔ ابتدائی تعلیم آبائی علاقے سے حاصل کی اور وہیں سے حفظ قرآنِ کریم کی سعادت حاصل کی اور اس کے بعد راولپنڈی کی ایک مسجد میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے، تاہم کچھ عرصے بعد اپنے ذاتی کاروبار سے منسلک ہو گئے اور خوب ترقیاں حاصل کیں۔

سہیل عباسی شہید کے قریبی ساتھی اور رفیق سفر وحضر برادم مولانا ظفر عباسی سلمہ ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ موصوف شہید کو تحصیل راولپنڈی میں مختلف ذمے داریاں ملیں، جن سے انہوں نے کما حقہ وفا کی، قائم مقام صدر راولپنڈی، سینئر نائب صدر راولپنڈی، سیکرٹری اطلاعات راولپنڈی ہونے کے ساتھ ساتھ ڈھوک حسو یونٹ سیدنا عباس کے سینئر نائب صدر اور نگران بھی رہے بلکہ تادم شہادت اسی عہدے پر فائز رہے۔

شہید سہیل عباسی نے جس راستے کا انتخاب کیا تھا، وہ پُر خطر اور کٹھن راستہ تھا اور وہ خود بھی اس بات کو بخوبی سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب راولپنڈی کی قیادت دشمن کے نشانے اور ٹارگٹ پر آئی تو تمام ذمے داران نے جماعتی مفاد میں متفقہ رائے سے یہ طے کیا کہ تھوڑے عرصے کیلئے قیادت کو پس منظر کر دیا جائے اور قائم مقام صدر متفقہ طور پر سہیل عباسی کو بنادیا جائے، حالات کی سنگینی کے باوجود سہیل نے اس ذمے داری کو بخوشی قبول کرلیا اور پورے ضلع میں توقعات سے بڑھ کر جماعتی کاز اور نظریئے کی ترویج و اشاعت کی۔

شہید سہیل عباسی نے اپنے ایمانی جذبے اور اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت پنڈی کی جماعت کو بہت جلد ترقی کی منازل طے کرائیں اور قلیل مدت میں پنڈی کے علاقے ڈھوک حسو کے مقامی یونٹ نے جب ایک بڑی کانفرنس کا فیصلہ کیا تو اس کی سب سے پہلے تائید سہیل عباسی نے کی اور نہ صرف تائید کی بلکہ پورے ضلع میں ورک کر کے کانفرنس کیلئے آواز لگائی اور پہلے ہی سال کانفرنس کو اتنا مقبول بنادیا کہ وہ ڈھوک حسو ہی نہیں بلکہ پورے ضلع کی سب سے بڑی کانفرنس بن گئی، جو یقیناً دیگر ساتھیوں کے ساتھ سہیل عباسی کے ایک بنیادی کردار کا نتیجہ تھا۔

سہیل عباسی شہید کی زندگی کا ایک روشن باب ان کی تواضع اور وصف خدمت تھا، آج بہت سے لوگ تصنعاً اپنے آپ کو خادم کہہ دیتے ہیں لیکن کوشش مخدوم بننے کی کرتے نظر آتے ہیں، تاہم سہیل واقعی خادم تھے۔ جی ہاں! جماعت کے خادم، مقامی ذمہ داران کے خادم اور مرکزی قیادت کے خادم، وہ اسی صفت کے باوصف مقامی جماعت وقیادت کیلئے ایک قیمتی ہیرے کا روپ دھار چکے تھے اور ان کے بغیر بالائی ذمے داران اپنے آپ کو بے دست و پا تصور کرتے۔ ان کی عدم دستیابی اور عدم موجودگی کی وجہ سے بہت سے اُمور یا تو تاخیر کا شکار نظر آتے یا سرے سے ہوتے ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شہادت کے اگلے روز کسی کام میں تاخیر کی وجہ سے ضلعی صدر مفتی تنویر عالم فاروقی نے برجستہ فرمایا: ”کہ اگر آج سہیل زندہ ہوتا تو مجھے ایسے دیکھنا نہ پڑتا“، کیونکہ سہیل تو بغیر کہے ہی قیادت کے مزاج اور اشارے کو سمجھ کر ہی فوراً اس کام کو نمٹانے میں جُتھ جاتا تھا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر......!

سہیل عباسی کی شہادت سے کچھ روز قبل مرکزی جماعت کے فیصلے کے مطابق پنڈی میں ''تحفظ اہلسنت کانفرنس'' کا انعقاد ہونا تھا جس کی تیاری میں سہیل دن رات کیا صبح وشام ہر لحظہ ولحمہ مصروفِ عمل تھا۔10 مارچ 2014ء کی شام مدنی مسجد مفتی تنویر عالم فاروقی کے ہاں ایک سیمینار کا انعقاد ہوا۔سب ہی احباب وہاں موجود تھے، سہیل عباسی نے ایک بینر آویزاں کیا اور سب سے فرمانے لگے یہ بینر آپ کو بھی ملے گا اس کو چوک اور چوراہوں پر لگا دیں۔

مولانا محمد ظفر عباسی کے مطابق شہادت سے تھوڑی دیر قبل تک وہ اُن کے ہمراہ موجود تھے۔ان کے موبائل سے کالیں کرتے رہے اور پھر جب وہ رخصت ہونے لگے تو ظفر عباسی نے کہا گاڑی نکالو گھر چلتے ہیں تو سہیل نے آج پہلی مرتبہ کہا نہیں، آج میں نے ہمشیرہ کے گھر جانا ہے، حالانکہ روزانہ رات کو دو دو تین تین بجے تک جماعتی امور کو نمٹا کر وہ میرے ہمراہ ہی گھر کو روانہ ہوتے، وہ وہاں سے روانہ ہوئے اور ظفر عباسی اپنے گھر، ابھی ظفر عباسی اپنے گھر پہنچے ہی تھے کہ سہیل عباسی کی شہادت کی اطلاع آ گئی، جس کا سن کر انہیں قطعاً یقین نہ آیا کہ تھوڑی دیر قبل ہی ساتھ سہیل اچانک کیسے شہید ہو سکتا ہے، تاہم ہسپتال پہنچے تو اس کا جسد خاکی دیکھ کر یقین آیا۔

اگلے روز 11 مارچ 2014ء موسلا دھا بارش میں لیاقت باغ مری روڈ میں ان کی نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد آبائی گاؤں میں شدید برف باری میں اُن کو قبر کی پاتال میں اُتار دیا گیا۔اللہ رب العزت سہیل عباسی کی جملہ مساعی کو شرفِ قبولیت اور لغزشوں سے درگزر فرمائے، آمین۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

ابوبکر حبیب شہید

(راولپنڈی)

یہ 11 مارچ 2014ء، بروز منگل کی ایک شام تھی اور علاقہ راولپنڈی کا، اہلسنّت والجماعت ضلع پنڈی کے ذمے دار سہیل عباسی شہید کی قبر کی مٹی ابھی تک سوکھی نہ تھی کہ درندہ صفت دہشت گردوں نے ایک اور کاری وار کر کے کارکنانِ اہلسنّت سے اُن کے ایک اور دیرینہ ساتھی ابوبکر حبیب بن حبیب الرحمٰن کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

راولپنڈی اور اسلام آباد کا علاقہ صحابہ کرامؓ کے پروانوں اور دیوانوں کا علاقہ ہے، یہاں کی جماعت کے ورکروں کی بہادری اور حوصلوی کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ یہاں کے کارکنوں کو اپنے مشن، کاز اور نظریئے سے ایک جذباتی لگاؤ ہے، وہ منزل کے حصول کے لیے دیوانگی کی حد تک جنون رکھتے ہیں اور یہ ضلع پورے ملک کے لئے جرأت اور بہادری کی ایک روشن علامت بن چکا ہے۔ تادم تحریر 10 محرم الحرام 1439ء بمطابق یکم اکتوبر 2017ء عاشورہ کے موقع پر بھی مدح صحابہ جلوس کے انعقاد کی پاداش میں اسلام آباد کی سرکاری انتظامیہ نے بے گناہ مولانا عبدالرحمٰن معاویہ، مولانا طیب حیدری سمیت 70 سے زائد کارکنان کو بلا جواز گرفتار کر رکھا تھا، جنھیں بعدازاں مقامی قیادت کی مدبرانہ پالیسی کے نتیجے میں رہا کر دیا گیا، تاہم اس قدر گرفتاریوں کے باوجود اسلام آباد و پنڈی کے جوانمرد کارکنان نے اپنے روایتی اور تاریخی مدح صحابہؓ جلوس کو قدیمی شان وشوکت کے ساتھ جاری رکھا جس پر یقیناً وہ صد مبارکبا کے مستحق ہیں۔

ابوبکر حبیب ولد حبیب الرحمٰن اعوان کی ولادت 15 فروری 1990ء کو دوحہ قطر میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم گڑھی ڈاکخانہ پورہ تحصیل حویلیاں ایبٹ آباد سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم میٹرک تک اپنے آبائی علاقے لورہ میں ہوئی۔ 2009ء میں انٹرنیشل اسلامک یونیورسٹی اقراء سینٹر فار ٹیکنکل ایجوکیشن اسلام آباد میں داخلہ لیا اور تین سالہ ڈپلومہ کیا،

CamScanner

جبکہ 2012ء میں بارانی یونیورسٹی آف انفارمیشن ٹیکنالوجی سسکتھ روڈ میں داخلہ لیا ورتادم شہادت یہیں زیر تعلیم رہے۔

شہید ابوبکر مختلف جماعتی ذمے داریوں پر فائز رہے جن میں یونٹ سیدنا حنظلہ خیابان سرسید کے ترجمان بعدازاں آپ کو اسی یونٹ کا صدر بنادیا گیا۔اس کے علاوہ آپ نے اپنے آبائی علاقے میں بھی جماعتی خدمات سرانجام دیں، آپ تحصیل حویلیاں کے جوائنٹ سیکرٹری بھی منتخب ہوئے اور خوب دلجمعی کے ساتھ کام کیا، اس کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا جو اس دور میں اپنے کاز اور نظریئے کی ترویج کے لیے بہت بڑا ہتھیار ہے، پر بھی بھرپور انداز میں جماعتی خدمات سرانجام دیں اور سوشل میڈیا پر جماعتی کاز کو فروغ دینے کے لئے کوہسار نیوز کے نام سے ایک پیج قائم کر کے اس کے ذریعے خوب جماعتی کاز کی ترویج فرمائی۔

شہید ابوبکر حبیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مقدس ومطہر جماعت سے ٹوٹ کر محبت کرتے تھے، یہ نظریہ اُن کے دل ودماغ میں رَچ بس گیا تھا کہ اصحاب رسول کی یہ مقدس جماعت دین اسلام کی بنیاد ہے اگر اس مقدس جماعت پر اعتماد ختم کردیا گیا تو دین اسلام کی عمارت دھڑام سے زمین بوس ہو جائے گی، انہیں اسی عقیدے کی بناء پر صحابہ کرامؓ سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی، جس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران ایک بدبخت ولعین رافضی حسن حیدر نقوی نے صحابی رسول کاتب وحی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کی جس پر ابوبکر شہید نے خوب صدائے احتجاج بلند کی اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے جب تک اس مجرم کو یونیورسٹی سے نکال نہیں دیا گیا۔

شہید ابوبکر کے رفیق جماعت مولانا محمد اکرام عباسی کے مطابق ابوبکر شہید کا تعلق ایک مذہبی گھرانے سے تھا، ان کی ولادت دوحہ میں ہوئی، والد محترم حبیب الرحمٰن کے مطابق ان کی پیدائش سے قبل حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ دوحہ قطر تشریف لائے تھے اور انہوں نے وہاں فرمایا تھا کہ دنیا میں محمد اور علی کے علاوہ بھی اور بہت سے نام ہیں، کون ہے جو اپنے بیٹے کا نام صدیق اکبر کے نام پر رکھے گا؟ تو میں نے اسی وقت عزم مصمم کرلیا تھا کہ اپنے بیٹے کا نام ابوبکر رکھوں گا اور ابوبکر کے جنازے پر لوگوں سے ان کے والد فرماتے رہے کہ مجھے

فخر ہے کہ میرا بیٹا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت پر قربان ہوگیا۔

مذہبی گھرانے سے وابستگی کی وجہ سے ابوبکر شہید میں بھی مذہبی رجحانات غالب تھے، اعلیٰ اخلاق، پاکیزہ کردار، سچائی، راسخ العقیدہ، صوم وصلوٰۃ کی پابندی، یہ ان کی سیرت کے نمایاں پہلو تھے۔عصری تعلیم کے حصول میں انہماک کے باوجود مذہب سے ان کا لگاؤ اور وابستگی قابل دید وتقلید تھی، وقتاً فوقتاً تبلیغ میں وقت لگاتے اور تبلیغ میں وقت لگانے کے دوران بھی دوستوں کی نظریاتی تربیت کرتے۔

شہید ابوبکر بن حبیب الرحمٰن کی شہادت سے صرف ایک روز قبل حافظ سہیل عباسی کی شہادت ہوئی تھی، ان کی شہادت کی اطلاع ملنے کے بعد شہید ابوبکر دیگر کارکنان کو لے کر کمپلیکس پہنچے اور رات گئے تک وہیں مصروف رہے، واپسی پر یونٹ ذمے داران کو جماعتی کام کی ترغیب اور تحفظ اہلسنّت کانفرنس کی تیاری کی تیزی کا کہتے رہے، صبح لیاقت باغ سہیل عباسی کی نماز جنازہ کی ادائیگی کے لیے پہنچے، واپسی پر تمام دوستوں کو گھر پہنچایا اور ایک عجیب انداز سے دوستوں سے کہا کہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو میرے یونٹ کا خیال رکھنا۔

وہ سہیل عباسی شہید کی جدائی پر انتہائی غمگین اور رنجیدہ تھے، ان کے والد محترم کے مطابق شام کو مغرب کی نماز اپنے گھر کے پڑوس میں واقع الف دین مسجد میں اپنے والد کے ساتھ ہی ادا کی اور اس کے بعد والد سے اجازت لے کر گاڑی میں ''سی این جی'' بھروانے چلے گئے، چشم دید گواہوں کے مطابق جب آپ ''سی این جی'' بھروا کر واپسی چیمہ پلازہ کے قریب سے گزرے تو آپ کی گاڑی پر دین وملت اور ملک پاکستان کے ازلی دشمنوں نے فائرنگ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)

شہادت کے بعد شہید کا چہرہ خوب چمک رہا تھا، جو اُن کی مقبول موت کی گواہی دے رہا تھا۔

13 مارچ 2014ء لیاقت باغ میں ایک اور شہید کی نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد اُن کو آخری آرام گاہ کے حوالے کر دیا گیا۔ اللہ رب العزت شہید ابوبکر کی خدمات عالیہ کو شرفِ قبولیت عطا کر کے اس ملک میں سنی انقلاب کی راہیں ہموار فرمادے۔(آمین یارب العالمین)

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

شہدائے جھنگ

غازی حق نواز جھنگوی شہید

28 فروری 2001ء کی یہ خبر ہفت روزہ ''الایثار'' میں ان الفاظ میں شائع ہوئی کہ عاشق رسولؐ وصحابہؓ غازی حق نواز جھنگوی کو ملعون گستاخ رسولؐ وصحابہؓ صادق گنجی کو قتل کرنے کے جرم میں پھانسی دے کر شہید کر دیا گیا، ان کے جنازے میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

اس دنیا میں ایسے خوش نصیب ہمیشہ موجود رہے ہیں اور آئندہ بھی قیامت تک رہیں گے جن کے دل میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحابؓ کی محبت کے سوا اور کسی چیز کا گزر ممکن نہیں ہوتا، انہی میں سے ایک خوش نصیب عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عاشق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اسم گرامی شیخ حق نواز شہید بھی ہے۔ موصوف جھنگ کے رہنے والے تھے اور ان کی دینی ومذہبی تربیت امیر عزیمت حضرت علامہ حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کے ذریعے ہوئی تھی، اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ ان کے دل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

خانہ فرہنگ ایران لاہور کے سابق ڈائریکٹر صادق گنجی معلون نے بدنام زمانہ کتاب ''اتحاد ویکجہتی'' کو بڑے پیمانے پر چھپوا کر تقسیم کیا تھا جس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مقدس جماعت کو نعوذ باللہ ناکام اور خمینی کو کامیاب قرار دیا گیا تھا۔ اس کے اس عمل سے مسلمانانِ پاکستان میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی تھی۔ حکومتی ادارے اسے قانون کی گرفت میں نہ لا سکے تو 19 دسمبر 1990ء کو اس وقت جب صادق گنجی لاہور مال روڈ پر ایک تقریب میں خطاب کرنے کے لئے آیا، شیخ حق نواز نے اسے قتل کر دیا۔ گنجی کے قتل کے الزام میں شیخ حق نواز سمیت 8 افراد کو گرفتار کیا گیا۔ عدالت میں پیشی ہوئی، غازی حق نواز نے اپنے جرم کا واضح الفاظ میں اعتراف کیا اور کہا کہ گستاخ صحابہؓ صادق گنجی کو قتل کرنا

میری زندگی کا مقصد تھا اور اس پر مجھے کوئی ندامت نہیں ہے، خصوصی عدالت کے جج محمد اسلم نے مارچ 1991ء کو غازی حق نواز کو سزائے موت اور دیگر افراد کو عمر قید کی سزا سنائی جس پر عملدرآمد کرتے ہوئے 28 فروری 2001ء کو شیخ حق نواز جھنگوی کو پھانسی دے کر شہید کر دیا گیا۔

پھانسی سے قبل غازی حق نواز نوافل اور تلاوت قرآن میں مصروف رہے، صبح ساڑھے چار بجے چل کر پھانسی گھاٹ پہنچے، وہ نہایت مطمئن نظر آ رہے تھے اور پھانسی گھاٹ جاتے ہوئے عظمت صحابہؓ اور شیعہ کے کفر کے نعرے لگا رہے تھے، ان کو میانوالی جیل کے پھانسی وارڈ میں رکھا گیا تھا جہاں کسی زمانے میں سچے عاشق رسولؐ غازی علم الدین شہید کو رکھا گیا تھا۔ ان کی شہادت کے بعد ان کی میت ان کے بھائی اصغر نے وصول کی تھی، غازی حق نواز رحمہ اللہ کی لاش جب جیل کے گیٹ پر لائی گئی تو فضاء نعروں سے گونج اٹھی، ان کی میت کو قافلے کی صورت میں جھنگ لایا گیا، کرفیو کے باوجود ہزاروں مرد اور عورتیں سڑکوں پر نکل آئے تھے، چھتوں سے ان کی میت پر گل پاشی کی جا رہی تھی، گویا عوام الناس یہ ریفرنڈم غازی حق نوازؒ کی حقانیت اور مشن کی صداقت پر مہر ثبت کر رہا تھا۔ تاریخ ساز جنازے کے بعد ان کی میت کو جھنگ کے گنج شہیداں میں دیگر اکابر شہداء کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ اور قابل وضاحت ہے کہ سپاہ صحابہؓ پاکستان ناموس صحابہؓ کے تحفظ کے لئے اپنی ایک قانونی جنگ لڑ رہی ہے اور قتل و غارت گری پر قطعاً یقین نہیں رکھتی اس کے باوجود غازی حق نواز رحمہ اللہ کی پھانسی کو رکوانے کے لئے اعلیٰ سطح پر عدالتی کوششیں کی گئیں اور اس حوالے سے مولانا محمد اعظم طارق شہید نے صادق گنجی کے ورثاء کو بڑی بڑی پیشکشیں بھی کیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ اگرچہ غازی حق نواز کا یہ قتل کرنا ان کا ذاتی فعل تھا جماعت کا اس سے قطعاً کوئی تعلق نہ تھا تاہم ان کے کیس کی پیروی کر کے عدالتی ریکارڈ پر اس عنوان کو زیر بحث لانے کی کوششیں کی جا رہی تھیں جس کی بنیاد پر غازی حق نواز نے ملعون صادق گنجی کو قتل کیا تھا تا کہ یہ بات منظر عام پر آئے کہ کس

طرح ایک ایرانی سفارتکار کو ایک پاکستانی نے قتل کا نشانہ بنایا اور اسے کس قبیح جرم کی پاداش میں جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ یقیناً تاریخی اعتبار سے یہ کوشش کسی بھی طور پر دہشت گردی یا اس کی حمایت میں نہیں آتی جیسا کہ قائداعظم محمد علی جناح مرحوم کا غازی علم الدین کا کیس لڑنا قاتل کی حمایت نہیں گردانا گیا اسی طرح غازی حق نواز کی حمایت بھی کسی بھی طور پر قاتل کی حمایت نہیں بلکہ جس طرح برطانوی دور میں گستاخِ رسولؐ کے قاتل کو سزائے موت ہو اور ایک کلمے کی بنیاد پر حاصل کی گئی اسلامی ریاست میں بھی سزائے موت ہو، یہ کسی بھی طور پر مناسب نہ ہوگا۔ بہرحال سپاہ صحابہؓ نہ تو قتل و غارت گری کی حامی ہے اور اس کو بدامنی کا موجب ٹھہرایا جا سکتا ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

شہدائے جھنگ (۱)

☆مولانا شیریں شہید　　☆حکیم محمد صدیق شہید
☆حافظ محمد نواز شہید　　☆مولانا دوست محمد شہید

اٹھو مری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخ امراء کے در و دیوار ہلا دو

اہل جھنگ کو دوطبقوں میں منقسم کرنا بے جانہ ہوگا۔ اہل جھنگ میں ایک وہ طبقہ تھا جو غریب تھا، ایک وقت کا کھانا تناول کرتا تو دوسرے وقت نان جویں کو ترستا تھا۔ ایک طبقہ ایسا تھا جو خود بھی شکم سیر ہو کر کھاتا تھا، دوسرا اس کے برعکس۔ ایک میں انسانی محبت کا جذبہ کارفرما تھا، دوسرے میں ظالمانہ سرشت کارفرما تھی، ایک میں ہمدردی و پیار تھا، دوسرے کے ماتھے پہ بل اور شکن تھے، ایک انسانوں کی بستی کو آباد دیکھ کر شاداں وفرحاں ہوتا، دوسرا انسانوں کے چمن میں اخگر پھینک کر اسے شعلہ سوزاں بنانے کی سوچتا، ایک کا دین سے گہرا رشتہ تھا، دوسرا دین سے کوسوں دور تھا، ایک طبقہ دینداروں سے محبت رکھتا تھا، دوسرا اہل دین کو بنظر حقارت دیکھتا تھا، اس طبقہ کی تقسیم اگر مذہبی رنگ میں دیکھی جائے تو سنی شیعہ دو قومیں جدا جدا اپنے خدو خال کے ساتھ بے نقاب ہو کر سامنے آئیں گی۔

انگریز سے شیعہ کے مراسم:

ہم سیاسی اعتبار سے جھنگ کے شیعہ زمینداروں کی سیاہ تاریخ کی چند جھلکیاں پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ہمیں یہ بات ثابت کرنا ہے کہ انگریز نے مسلمانوں کو لڑانے اور ان میں پھوٹ ڈالنے کے لئے کس فرقہ کو ساتھ ملایا؟ کس کو مراعات دیں؟ کس کی پشتی بنی کی؟ کس کے سر پر ہاتھ رکھا؟ مؤلف تاریخ جھنگ رقمطراز ہیں:

"نواب اسماعیل نے انگریزی حکومت کے نمائندے کے طور پر پہ جیس کل کا

مقابلہ کیا، کبھی میں ان کے درمیان کئی بار تصادم ہوا اور نواب اسماعیل بالآخر کامیاب ہوگیا۔ جیس کل نے راہ فرار اختیار کی مگر اس شخص نے اس قدر روپیہ اور سونا لوٹ لیا تھا کہ سات خچروں پر لاد کر تھل کی طرف بھاگ گیا۔ ادھر سے فارغ ہونے کے بعد نواب اسماعیل خان اپنی فوج لے کر ملتان گیا جہاں دیوان مولراج کے مقابلہ میں انگریزوں کی مخالفت کی تھی، ان کی جاگیریں بھی جو مغل عہد سے چلی آرہی تھیں ضبط کر لی گئیں، جھنگ شہر کے نواب اسماعیل سیال کو انہی خدمات کے صلے میں مزید پانچ سو روپے کی خلعت خان بہادر کا خطاب اور دو ہزار روپے کی مستقل جاگیر دی گئی۔“

جاگیروں کی الاٹ منٹ:

پنجاب پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں نے مختلف اضلاع کے زمینداروں، رؤسا اور دیگر صاحبان اثر کی فہرستیں مرتب کیں، جھنگ میں سیالوں، سیدوں، کاٹھیوں، کھرلوں، اعوانوں، چنیوٹ کے خوجوں اور بعض رؤسا کے نام کمشنر ملتان کو بھیجے گئے جنہوں نے برطانوی حکومت سے مکمل وفاداری کا اعلان کیا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں کو سرکاری قافلہ میں ملتان پہنچایا گیا جہاں پر کمشنر ایڈورڈ نے نام بنام ہر شخص کی حیثیت متعین کر کے چیف کمشنر پنجاب کرنل لارنس کو آگاہ کیا۔ جنوری ۱۸۵۷ء میں پنجاب کے ان امراء کو لاہور چیف کمشنر کے سامنے پیش کیا گیا جہاں اس نے ان خوشامدیوں اور ملک دشمن عناصر کو جاگیریں عطا کیں۔ رائے بہادر خان صاحب وغیرہ کے خطابات دیئے گئے، کچھ صوبائی درباری بنائے گئے اور کچھ ڈسٹرکٹ درباری مقرر ہوئے اور کچھ کرسی نشین ٹھہرے، چنانچہ ان غداروں کے ذریعے انگریزوں نے اس علاقہ کا نظم و نسق چلایا۔ ضلع جھنگ کے جن رؤسا کو انعام یافتہ قرار دیا ان میں نواب اسماعیل خان سیال اور اس کے بھائی مہر رجب خان، محمد حسین قریشی، دولت خان اعوان، احمد خان ہراج، احمد یار لشاری بلوچ، محمد احمد اور رجوعہ کے حیدر شاہ وغیرہ شامل تھے۔

شیعہ کی ہمدردیاں انگریز سے:

ستمبر ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمگیر جنگ شروع ہوئی، جرمنی کا ڈکٹیٹر، ہٹلر برطانیہ اور امریکہ سے

ٹکرا گیا، ہندوستان کا متاثر ہونا بھی ضروری تھا، چنانچہ آل انڈیا مسلم لیگ نے برطانوی فوج کے لئے چندے اور رنگروٹ فراہم کیے، اس طرح اعزازی میجر و کرنل کے عہدوں سے نوازے گئے۔

کعبہ پر گولیاں:

انگریزی دور میں جبکہ برطانوی حکومت مسلمان ملکوں کو غلام بنانے میں مصروف عمل تھی اور ہندوستان کے غلام مسلمانوں کا ٹوڈی طبقہ چندہ اور بندہ کی غلامانہ اور خوشامدانہ مہم میں شامل تھا، جنگ کے وقت برطانوی حکومت میں پولیٹیکل افسر تھے، بعد میں فوج میں شامل ہوئے اور خانہ کعبہ پر گولیاں برسانے والوں میں شریک ہوئے اور اس خدمت کے عوض اعلیٰ مراعات حاصل کیں۔ ان کے علاوہ ضلع کے آٹھ افراد کو غیر اسلامی خدمات کے صلے میں وکٹوریہ کراس کے برابر اعزاز عطاء کیے گئے تھے اور ان کو اراضی کے عطیات بھی ملے جواب تک ان کی اولاد کے پاس ہیں۔ (تاریخ جھنگ، ص ۵۱۴)

تبرا تحریک میں شرکت:

ہندوستان کے صوبہ یوپی میں پنڈت گوبند بلبھ نے کانگریس وزارت سنبھالی، اس نے صوبہ میں لکھنؤ کے اہل تشیع کے مطالبہ پر بعض صحابہ کرامؓ کی مدحت پر برسر عام بولنے یا لکھنے پر پابندی لگادی۔ مجلس احرار نے اس کے خلاف تحریک شروع کی، مولانا مظہر علی اس تحریک کے قائد تھے۔ کانگریس حکومت نے شاہ جی رحمہ اللہ کی تحریک سے خوفزدہ ہوکر اپنا حکم واپس لے لیا لیکن اس دوران پنجاب کے شیعہ بھڑک اٹھے اور انہوں نے تبرا ایجی ٹیشن شروع کردی۔ پنجاب سے ہزاروں شیعہ لکھنؤ گئے اور گرفتار ہوئے، اس میں ایجی ٹیشن کو جھنگ میں میجر مبارک علی شاہ نے منظم کیا اور ایک ہزار کے قریب شیعہ جھنگ سے یوپی پہنچے اور گرفتار ہوئے۔ یہ ایسی تحریک تھی جس سے انگریز کو فائدہ پہنچا۔ (تاریخ جھنگ، ص ۳۷۱)

بابِ عمرؓ کا دل فگار واقعہ:

جھنگ و گردو نواح میں شیعہ مذہب کے متوالوں کی کارستانیاں، چنگیز خانیاں اور بربریت دیکھ کر انسانی دل لرز جاتے ہیں، ان واقعات میں تاریخی اہمیت کا حامل باب عمر کا دل

نگارتضیہ بھی ہے۔اس کا قصہ یوں ہے کہ ۱۹۶۸ء میں احمد پور سیال میں علامہ عبدالستار تونسوی صاحب اور شیعہ کے علامہ اسماعیل صاحب کی دھواں دار تقریریں ہوتی تھیں۔علامہ تونسوی صاحب شیعہ کی کتب معتبرہ سے شیعہ کے اصحابؓ دشمنی واضح کرتے اور ان کی تخریب کاریوں سے عوام الناس کو آگاہ کرتے۔اسماعیل صاحب (شیعہ) مثبت جواب نہ دے سکتے تھے اور نہ ہی مثبت جواب دینا شیعہ کی تاریخ کا حصہ ہے بلکہ ہفوات، ہرزہ سرائیاں اور لن ترانیاں بکنا اس مذہب کا خاص شیوہ ہے۔اسماعیل صاحب نے جارحانہ اور سوقیانہ زبان استعمال کی،سنی شیعہ نفرت انگیز جدائیاں تو پہلے ہی ہو چکی تھیں۔اب اسماعیل صاحب کی لچھے دار اور اشتعال انگیز تقریروں سے علاقہ بھر کی فضا آلودہ ہوگئی۔لوگوں میں لڑائی جھگڑے اور مقدمہ بازی شروع ہوگئی،نوبت ہائی کورٹ رسید، پیشاں اور تاریخیں دونوں فریق بھگتنے لگے۔علامہ تونسوی صاحب اور اسماعیل صاحب کو ان مقدمات میں شامل کیا گیا۔

(ماہنامہ سانجھ وچار، لاہور، مئی ۱۹۹۲ء، ص ۱۶۲)

۷ رمحرم کا ماتمی مجلس:

۱۹۶۹ء میں سنی شیعہ آگ شعلہ زن ہوکر خوب بھڑک چکی تھی۔۷ رمحرم کو کرنل عابد حسین (شیعہ) کی قیادت میں ماتمی جلوس نکالا گیا، جھنگ کے بڑے دروازے (Main Gate) پر خلیفہ ثانی، مراد رسولؐ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نام لکھا ہوا تھا اور اس پر یہ الفاظ مسلمانوں کو دعوت نظارہ دے رہے تھے۔

"بابِ عمرؓ":

کرنل عابد حسین کی آگوائی وقیادت میں نکلنے والے ماتمی جلوس کے شرکاء نے اس باب کے نیچے سے گزرنا اپنی موت سمجھا اور ایک بدقماش، بدفطرت انسان نے الفاظ کی ہتک کی تو اہل سنت کے لہو گرما گئے،سنیوں کا خون کھول اٹھا،جام صبر چھلک گیا،اہلسنّت نے خشت باری سے اپنے بے قابو جذبات کو قابو میں لانے کی کوشش کی اتنے میں پولیس کے سفاک ہاتھوں سے گولی چلوائی گئی۔چونکہ جھنگ پر وڈیرہ شاہی، برچھا گردی اور شیعہ زمینداروں کا راج اور سرزمین جھنگ ان کے پاپا انگریز کی عطا کردہ جاگیر تھی، شیعہ کے ایماء پر پولیس نے گولی

چلائی، دیکھتے ہی دیکھتے پانچ سنی مسلمانوں کے بے گناہ خون سے سرزمین جھنگ لالہ زار بنادی گئی۔ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی اور خونِ شہیداں کی سرخی سے زمین رنگین کردی گئی، شیعہ اس سفاکیت وظلم پہ شاداں وفرحاں ہوئے اور گھی کے چراغ جلائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام پرانہوں نے کیچڑ اور گندگی پھینکی نیز جوتیاں برسائیں۔

مولانا شیریں کی حسرت انگیز شہادت:

''باب عمرؓ'' کے سانحہ پر جہاں شیعت نے بربریت اور برچھاگردی پورے جھنگ میں پھیلادی تھی، اہلسنّت کو ستایا گیا، انہیں پیٹا گیا اور ان پر مظالم کے کوہ غم ٹوٹے، اسی اثناء میں مولانا محمد شیریں خطیب اونچی مسجد[1] کو شیعہ نے جام شہادت نوش کرواکر خوابِ جاوداں کے حوالے کردیا۔ تنظیم اہلسنّت پاکستان اس وقت ایک فعال اور متحرک جماعت تھی، پورے ملک کے تنظیمی رضاکاروں وکارکن سراپا احتجاج بن گئے۔ (1 اب جامع مسجد شیریں شہید)

باب عمرؓ کی تحریک:

تنظیم اہلسنّت کے اسٹیج سے پورے ملک میں باب عمرؓ کی تحریک چلائی گئی، مولانا نورالحسن صاحب بخاری رحمہ اللہ، علامہ دوست محمد قریشی صاحب، حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب اس وقت تنظیم اہلسنّت والجماعت کے کرتا دھرتا تھے۔ مولانا عبدالستار تونسوی صاحب اور تنظیم کے مبلغین نے احتجاجی جلسے منعقد کیے، تنظیم اہلسنّت جلوس سے ہمیشہ کنی کتراتی رہی، بہرحال جلسے ضرور ہوتے تھے اور مثالی ہوتے تھے۔ حکومت نے ''باب عمرؓ'' کی پرامن تحریک کو دبانے اور سنی مسلمانوں کے جذبات ٹھنڈے کرانے کے لئے پابندیاں عائد کیں، ضلع بندیاں اور نظربندیاں یہ سب کچھ حکومت نے کیا۔ یوں ''بابِ عمرؓ'' کا معاملہ سرد خانے میں چلا گیا اور کسی دوسرے مردمجاہد کی انتظار کرنے لگا جو اس مسئلہ کو اوّلین ترجیح دے۔

حکیم محمد صدیق شہید:

''بابِ عمرؓ'' کی تحریک کے سرگرم، فعال، پرعزم، جرأت بہادری، اور استقلال وعزیمت اور اخلاص کے جبل احد، سنی طبیب، ماہر حکیم، حکیم محمد صدیقؒ صاحب نے اس تحریک میں بڑی

گرمجوشی دکھائی، مولانا شیریں کے مقدمہ کی مکمل پیروی کی، جان و مال اور وقت کی قربانی، وکلاء کومواد دیا، شیعہ کوحکیم صاحب کی سرگرمیوں کا علم تھا، ایک دن شیعہ سفاکوں کے دل میں یہ بات آئی کہ ہم اگر حکیم صدیق کوٹھکانے لگادیں تو شاید تحریک رک جائے، احتجاج کا سلسلہ شاید ختم ہوجائے اور ہماری پیشیاں ختم ہوجائیں۔ رات کے سناٹے اور تاریکی میں شیعہ اسلحہ سے لیس ہوکرآئے اور حکیم صدیق پروار کیے، جس سے حکیم صدیق صاحب شہید ہوگئے، حکیم صاحب کی المناک شہادت نے باب عمرؓ کی تحریک کومزید قوت بخشی، تحریک نے خوب سرگرمی دکھائی، چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ ۱۹۷۰ء میں جب عام انتخابات ہوئے، کرنل عابد حسین صاحب جوعرصہ سے جھنگ کے گرو سمجھے جاتے تھے، بری طرح ناکام اور شکست فاش کا شکار ہوکرگھر بیٹھ گئے۔ اس الیکشن میں سنی شیعہ بنیاد پر اہل سنت کے بہت حدتک مذہب کی پاسبانی، حق بیانی، دیانت داری اور ایمانداری کے ساتھ سنی امیدواروں کی حمایت کی، نتیجہ یہ نکلا کہ شیعت کے تانے بانے ادھڑ گئے۔ یہ صرف خونِ شہیداں تھا جس سے آنافانا یہ انقلاب بپاہوا۔

حافظ محمد نواز کی المناک شہادت:

شیعت کی سفاکی کی ایک آدھ مثال ہوتو ذکر کی جائے، یہاں تو پوری تاریخ سیاہ ہے، پوری تاریخ کی ردائے ابیض شیعت کی کارستانیوں، برچھا گردیوں اور سفاکیوں سے تارتار اور داغ داغ ہے، کہاں کہاں انسان پنبہ رکھ کرزخموں کومندمل کرے، لکی نوتحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے، اس قصبہ کی مسجد کے امام حافظ محمد نواز صاحب اللہ انہیں غریق رحمت کرے، محض نماز پر اکتفانہ کرتے تھے بلکہ قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نغموں سے انسانی قلوب کوسیراب ومعطر بھی کرتے تھے اور اصحابِ رسول کا تذکرۂ خیر بھی کرتے تھے۔ شیعت کے گھروندوں اور ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی اور حافظ جی یہ کیا بیان کرنے لگ گئے؟ محلّہ کےلوگوں کی عادت ہوتی ہے وہ امام مسجد کو کہہ دیتے ہیں کہ آپ صرف نمازیں پڑھائیں، لوگ جوکرتے ہیں انہیں کرنے دیں اور کہنے دیں۔ امام صاحب اپنے نمازیوں کے کہنے پہ کسی کوکچھ نہ کہتے تھے، صرف اصحابِ رسول کا ذکرخیر کرتے تھے۔ اب اپنی مسجد کے نمازی کیا جانیں کہ اب کچھ نہ کہنے میں بھی بعض سنیوں میں آگ کے الاؤ اور پیٹ میں مروڑ اٹھتی ہے۔ حافظ محمد نواز

رحمہ اللہ کسی کو کچھ نہ کہتے، صرف ومدحِ اصحاب رسول کرتے تھے۔ مدحِ اصحابِ رسولؐ سے شیعہ کو چڑ تھی۔ انہوں نے حافظ نواز رحمہ اللہ کی آواز کو دبانے کی کوشش کی، آواز نہ دبی، اسے محلّہ کی مسجد سے نکالنے کی کوشش کی گئی، وہ نہ نکلا۔ بالآخر یہ سوچا کہ صدائے حق کو کیسے بند کردیا جائے کہ آواز نہ آنے پائے۔ حافظ محمد نواز صاحب آیات ربانی کی تلاوت کررہے تھے کہ شیعہ ظالموں نے حافظ محمد نواز رحمہ اللہ پر پے درپے وار کئے اور انہیں شہید کردیا۔

مولانا دوست محمدؒ کی دردناک شہادت:

روڈ وسلطان جھنگ کا مضافاتی علاقہ ہے۔ روڈ وسلطان کی مسجد میں مولانا دوست محمدؒ قرآن وسنت کی آوازِ حق سے لوگوں کے دلوں کو گرماتے، خود بھی تڑپتے لوگوں کو بھی تڑپاتے تھے۔ سنی قوم کی من حیث المجموعہ غفلت اور بے حسی پر اشک خون بہاتے، جھنگ میں بڑھتے ہوئے شیعہ زمینداروں کے مظالم کا تذکرہ بڑے دھڑلے سے کرتے۔ اہلسنّت کے ایمان کو جلا دیتے اور انہیں اس کفر کی سیاہ کاریوں سے آگاہ بھی کرتے۔ جمعیت علماء اسلام کے سیاسی اسٹیج سے دین حق کی سربلندی کے لئے آواز اٹھاتے۔ شیعہ نے اس آوازِ حق کو ہمیشہ کے لئے ساکت کردینے کا پروگرام بنالیا۔ مولانا دوست محمدؒ کو شیعہ نے بڑی بے دردی وسفاکی سے شہرِ خموشاں کا باسی بنادیا۔ مولانا دوست محمد رحمہ اللہ رتبۂ شہادت پر فائز ہوکر شہداء جھنگ کی تاریخ میں ایک اور باب کا اضافہ کرگئے۔

تمہی سے اے شہیدو دین کا ثبات ہے
شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

☆☆☆

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ صحابہؓ را

شہدائے جھنگ (۲)

(ستمبر 1991ء)

☆ مولانا سید صادق حسین شاہ شہید　　☆ مولانا رشید احمد مدنی شہید
☆ مولانا محمد حذیفہ شہید　　☆ حافظ حبیب الرحمٰن شہید
☆ حاجی عزیز الرحمٰن ڈھڈی شہید

دریائے چناب جس کی ایک ایک بوند سے پیار کی مہکار اور جس کی ایک ایک موج سے سر لطیف پھوٹتی ہے، اس کے کنارے ایک خوبصورت شہر جس کا نام جھنگ ہے، یہ ایک تاریخی شہر ہے جو صوبہ پنجاب کے وسط میں واقع ہے۔ جھنگ کا معنی کا درختوں کا جھنڈ، لیکن اب تو جنگل میں منگل کا سماں ہے۔ اس شہر کے تین بڑے حصے ہیں:

(1) جھنگ شہر　(2) جھنگ صدر یا مگھیانہ　(3) سیٹلائٹ ٹاؤن یا نیا شہر

سرزمین جھنگ، زرخیر خطہ، محبت پرور دھرتی اور اولیاء و علماء کا مسکن ہے۔ دریائے چناب اور جہلم کے سنگم پہ واقع اس قدیم ضلع کو انگریزوں کے دور میں ''سیال اسٹیٹ'' کہا جاتا تھا۔ ایک صدی قبل تک جھنگ کی کل چھ تحصیلوں میں ایک تحصیل لائل پور بھی ہوا کرتی تھی، جسے آج دنیا فیصل آباد کے نام سے جانتی ہے۔ اس ضلع کا ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہے۔ ضلع جھنگ کی چار تحصیلیں ہیں جو جھنگ، شورکوٹ، اٹھارہ ہزاری احمد پور سیال کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ پنجاب کا واحد ضلع ہے، جس کی حدود دس اضلاع کے ساتھ ملتی ہیں۔ محل وقوع کے لحاظ سے یہ پنجاب کا مرکزی ضلع ہے۔ سرزمین جھنگ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے ایسے لوگوں کو جنم دیا ہے، جنہوں نے دنیا میں کسی نہ کسی شعبے میں اپنا لوہا منوایا اور ضلع جھنگ کا نام روشن کیا۔ ضلع جھنگ زرعی اعتبار سے ایک زرخیر خطہ ہے، کپاس، چاول، گنے اور گندم کی پیداوار میں پنجاب بھر میں منفرد مقام رکھتا ہے۔ جھنگ کی تاریخ بہت قدیم ہے لیکن پھر بھی اب تک ایک پسماندہ

CS CamScanner

شہر ہے، حکومت کو چاہیے کہ وہ جھنگ کی ترقی کے لئے راست اقدامات کرے۔

اسی جھنگ کی سرزمین کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس کی کوکھ سے مدح صحابہ کی عالمگیر تحریک سپاہ صحابہ نے جنم لیا جس کی بنیاد 6 ستمبر 1985ء کو امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید نے رکھی جس کے ابتدائی اراکین 29 تھے، تاہم اب دنیا بھر میں اس کے اراکین موجود ہیں جو عظمت صحابہ کی جگت جگا رہے ہیں۔

آمدم برسر مطلب جھنگ کا ضلع سنی شیعہ کشمکش کے حوالے سے ہمیشہ حساس رہا ہے۔ یہاں کے جاگیرداراور وڈیروں نے طاقت کے بل بوتے پہ ہمیشہ اہل سنت کو کچلنے اور اُن کے مذہبی مقدسات کی توہین میں کوئی کسر اُٹھا نہیں چھوڑی حتیٰ کہ اگر ان کی اس کھلی بدمعاشی اور فساد فی الارض کی روک تھام کے لئے کوئی عالم دین یا دنیاوی منصب کا حامل رکاوٹ بنایا اہلسنّت کے حقوق کے استحصال سے روکنے لگا تو اسے بلا توقف راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کرلیا گیا۔

22 فروری 1990ء کو مولانا حق نواز جھنگوی شہید کے ساتھ یہی رویہ روا رکھا گیا اور وقتاً فوقتاً کی چھوٹی بڑی کارروائیوں کے ساتھ ساتھ 7 ستمبر 1991ء کو ایک ہولناک حملے کے ذریعے تین جید علماء کرام سمیت پانچ افراد کو شہید کردیا گیا۔ شہید ہونے والے افراد اگرچہ بنیادی طور پر جمعیت علمائے اسلام سے تعلق رکھتے تھے، تاہم جھنگ کی علاقائی صورتِ حال کے پیش نظر وہ سپاہِ صحابہ کے مشن اور پروگرام سے مکمل طور پر متفق بلکہ جماعت کے دست وبازو تھے، بالخصوص مولانا سید صادق حسین شاہ شہید ردِ رفض کے حوالے سے ایک سخت موقف اور عظمت صحابہؓ کے پرچار کے حوالے سے دردمندانہ دِل رکھتے تھے۔ اگلے صفحات میں ہم ان پانچ شہداء کا اختصاراً تذکرہ ہدیہ قارئین کررہے ہیں، جس سے ان کی تحریک مدح صحابہ کے حوالے سے کاوشیں اور جدوجہد عیاں طور پر سامنے آجائیں گی۔

مولانا سید صادق حسین شاہ شہید

مولانا سید صادق حسین شاہ، ماہِ رمضان المبارک 1350ھ کو تھویا محرم ضلع کیمل پور (موجودہ چکوال) میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کا نام سید شاہ زمان تھا، آپ کا تعلق بخاری خاندان سے تھا۔ حفظِ قرآنِ کریم والد گرامی سے کیا، مقامی اسکول سے پرائمری پاس کیا۔ تکمیل قرآن کے بعد اپنے بھائی کے ساتھ سرگودھا میں زیر تعلیم رہے۔

کچھ عرصے بعد فیصل آباد کے اشرف المدارس میں داخلہ لیا، یہاں آپ کے ہمراہ جھنگ کے مشہور عالم ومفتی، مفتی محمد ولی اللہ بھی زیر تعلیم تھے۔ کچھ عرصے بعد عالم اسلام کی عظیم یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ 1953ء کا سن تھا۔ دارالعلوم دیوبند سے 1956ء میں فراغت کے بعد آپ واپس تشریف لے آئے اور تھوڑے ہی دنوں میں اوقاف کے زیر انتظام غلہ منڈی جھنگ کی جامع مسجد میں امامت وخطابت شروع کر دی اور پوری دلیری سے دینی کام شروع کر دیا۔

آپ تمام دینی تحریکوں میں پیش پیش رہے۔ تحریک ختم نبوت یا تحریک مدح صحابہ آپ کا کردار ہمیشہ قائدانہ رہا۔ فتنہ مودودیت کے خلاف بھی برسرِ پیکار رہے۔

80ء کی دہائی میں علاقہ عباس پور سے نکلنے والے ماتمی جلوس نے تبرابازی شروع کی تو یہ شاہ صاحب کے لئے ناقابل برداشت معاملہ ہو گیا تھا، آپ نے اہل تشیع کا راستہ روکنا چاہا، معاملہ طول پکڑنے لگا تو صوبائی امن کمیٹی کے مولانا عبدالقادر آزادؒ نے جھنگ آ کر ایک معاہدہ طے کرایا کہ آئندہ یہ لوگ مولانا کے مدرسے علوم شرعیہ کے آگے سے نہیں گزریں گے۔ یہ معاہدہ وہ تھا جس پر مقامی انتظامیہ اور امن کمیٹی کے تمام ممبران کے دستخط موجود ہیں، تاہم اگلے سال مقامی انتظامیہ نے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جلوس گزارا۔ حضرت شاہ صاحب اور طلبہ کو گرفتار کر کے معاہدے کی دھجیاں اُڑا دیں۔ ایسا ہی کچھ معاملہ 1985ء

میں بھی ہوا جس پر شاہ صاحب پھر رفض کے سامنے رکاوٹ بنے، شدید احتجاج کیا، پولیس کی بھاری نفری نے مدرسے کو گھیرا، اساتذہ، طلباء کو مارا پیٹا، ہوائی فائرنگ کی جس سے ایک نوجوان شدید زخمی ہوا۔ شاہ صاحب کو گرفتار کیا گیا اور مدرسے کی قیمتی اشیاء کو لوٹ لیا گیا۔

مولانا سید صادق حسین شاہ شہید تہجد کے وقت بیدار ہو کر قرآنِ مجید کی تلاوت فرماتے، انتہائی گریہ وزاری سے دعا فرماتے۔ فجر کی نماز غلہ منڈی میں پڑھاتے، بعد نماز فجر درس دیتے، اشراق پڑھ کر مدرسہ آتے، ناشتہ کے بعد اسباق پڑھانے میں مشغول ہو جاتے، دوپہر کو قیلولہ فرما کر نمازِ ظہر کے بعد پھر اسباق اور دینی مسائل کا سلسلہ عصر تک جاری رہتا، نماز عصر سے مغرب تک آپ مسجد میں تشریف فرما ہوتے۔ اس دوران شہر کے علماء اور عوام بھی آجاتے، دینی ودنیاوی مسائل پر گفتگو ہوتی، نمازِ مغرب کے بعد گھر تشریف لے جاتے، بعد نماز عشاء مطالعہ فرماتے اور اس کے بعد آرام فرماتے۔

7 ستمبر 1991ء کو آپ جمعیت علمائے اسلام کی جاری رکنیت سازی مہم کے حوالے سے اٹھارہ ہزاری کے علاقے میں دیگر علماء کرام کے ہمراہ روانہ ہوئے، جن میں مولانا سید صادق حسین شاہ شہید، مولانا رشید احمد مدنی شہید، حاجی عزیز الرحمٰن شہید، مولانا قاری حذیفہ شہید اور قاری حبیب الرحمٰن شہید شامل تھے، یہ قافلہ ابھی راستے میں ہی تھا کہ جھنگ بھکر روڈ پر واقع بستی کوڑے والی کے اڈہ کوڑے والا سے تقریباً 200 گز پہلے نقاب پوش موٹر سائیکل سوار جس کے پیچھے برقعہ پوش مرد بھی تھا، دونوں نے گاڑی پر فائرنگ کر دی، فائرنگ اس قدر شدید تھی کہ آگ لگنے کے خطرہ کے پیش نظر علماء شدید زخمی حالت میں گاڑی سے باہر آئے لیکن زخموں کی تاک نہ لاتے ہوئے وہیں قریب سڑک پر گر پڑے، ملزمان فرار ہو گئے۔ حضرت شاہ صاحب کو بائیں کندھے، پشت، کمر، ران وغیرہ پر گیارہ سے زائد زخم آئے، انہی زخموں کی وجہ سے آپ زیادہ دیر جانبر نہ رہ سکے۔ اس طرح زندگی بھر جھنگ کی سرزمین پر رفض کو نکیل ڈال کر رکھنے والے سپاہِ صحابہ پاکستان کے سرپرست دارفانی سے رخصت کر گئے۔ وقوعہ کے اگلے روز اسلامیہ ہائی اسکول کے وسیع گراؤنڈ میں مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ نے جنازہ پڑھایا۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

مولانا رشید احمد مدنی شہید

مولانا رشید احمد مدنی شہید 1946ء میں جلالپور پیروالا شجاع آباد کے نواحی موضع حافظ والا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم حضرت مولانا محمد احسن صاحب دیوبند کے فارغ التحصیل عالم تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے دار العلوم کبیر والا اور بعد ازاں جامعہ قاسم العلوم ملتان میں داخلہ لیا۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کے شاگردوں میں آپ کا شمار کیا جاتا ہے۔ قاسم العلوم ملتان ہی کی تعلیم کے دوران آپ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہٗ کے ہم سبق رہے۔ علوم اسلامیہ کی تکمیل جامعہ خیر المدارس ملتان سے کی۔ 1974ء سے جھنگ میں علم و عرفان کی کرنیں پھیلا رہے تھے۔ آپ ایک پر جوش اور بیدار مغز مقرر اور خطیب تھے۔ 1974ء میں جب آپ جھنگ تشریف لائے تو مدرسہ ریاض الاسلام محلّہ چندانوالہ جھنگ صدر میں مدرس اور جامع مسجد ریاض الاسلام میں خطیب مقرر ہوئے۔ تادم شہادت آپ تدریس وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ جھنگ میں آپ نے جامعہ مدنیہ بنات الاسلام کی بنیاد رکھی جس میں بحمد اللہ آج بھی طالبات اعلیٰ دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو رہی ہیں اور یہ آپ کے لئے صدقہ جاریہ کی حیثیت کا حامل ہے۔ باطنی اصلاح کے لئے آپ جانشین مدنی مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ سے رجوع رکھتے تھے اور ان کے براہِ راست مرید تھے۔

شہید مولانا رشید احمد مدنی رحمہ اللہ انتہائی با اخلاق، نیک صورت، نیک سیرت جرأت مند عالم دین تھے۔ مقامی طور پر تمام اکابر علماء سے براہِ راست رابطہ تھا۔ اس لئے مقامی سطح پر آپ کا ورک نمایاں نظر آتا ہے۔ تحریک ختم نبوت ہو یا تحریک مدح صحابہؓ "تحریک نظام مصطفیٰؐ" ہو یا تحریک بحالیٔ جمہوریت، ہر تحریک میں شہید مولانا رشید احمد مدنی رحمہ اللہ صف اوّل میں نظر آتے ہیں، اس راہ میں آنے والی مشکلات کو لوجہ اللہ بڑی خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ آپ نے بھی مولانا سید صادق حسین شاہ صاحب کے ہمراہ جام شہادت کو نوش فرمایا۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

مولانا قاری محمد حذیفہ شہید

مولانا قاری محمد حذیفہ شہید رحمہ اللہ 1967ء میں سلانوالی سرگودھا کے ممتاز عالم دین قاری محمد ادریس پانی پتی کے ہاں پیدا ہوئے۔ اپنی ابتدائی تعلیم 1971ء میں اپنے دادا قاری عظیم الدین پانی پتی کے پاس شروع کی۔ ابتداء سے خالق کائنات نے بہترین قوتِ حافظہ عطا فرمایا تھا، سات سال ہی کی عمر میں قران پاک حفظ کرلیا۔ شہید کے دادا قاری عظیم الدین رحمہ اللہ شیخ القراء مولانا قاری فتح محمد مہاجر مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد خاص تھے۔ حفظ قران کی سعادت حاصل کرنے کے بعد قاری محمد حذیفہ رحمہ اللہ جھنگ آ گئے جہاں انہوں نے مقرئ اعظم قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ کے شاگرد خاص استاد القراء قاری محمد شفیق پانی پتہ مدظلہٗ سے تجوید وقرأت کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے لئے مدرسہ تعلیم القرآن اشرفیہ مومن پورہ اور مدرسہ علوم الشرعیہ ٹوبہ روڈ میں داخل رہے۔ اسی دوران قرآن پاک پختہ کیا۔ قرأت عشرہ کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ بعدازاں تقریباً ایک سال مدرسہ حمادیہ کراچی میں مولانا عبدالواحد صاحب کے پاس بھی زیر تعلیم رہے۔ 1979ء میں دارالعلوم المدینہ چنیوٹ تشریف لے گئے، 1988ء تک مولانا محمد عبدالوارث مدظلہٗ کے زیرسرپرستی موقوف علیہ تک تعلیم حاصل کی، 1989ء میں جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد میں باقاعدہ داخلہ لیا۔ دورہ حدیث استاد الحدیث مولانا قاری نذیر احمد صاحب کے پاس مکمل کیا، وفاق المدارس کی سند حاصل کی۔

دینی تڑپ اور اسلامی نظام کے عملی نفاذ کی خواہش نے انہیں اوائل عمر ہی سے علماء حق کی نمائندہ جماعت جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ کردیا تھا۔ چنانچہ تحصیل علم کے بعد جب انہوں نے جھنگ سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا تو جھنگ جمعیۃ کے اکابرین مولانا حق نواز جھنگوی، مولانا سید صادق حسین شاہ، مولانا رشید احمد مدنی اور حاجی عزیز الرحمٰن ڈھڈی سے ان کا رابطہ

CamScanner

ہوا۔ جھنگ شہر میں قاری محمد حذیفہ نے جمعیۃ کو فعال بنانے کا بیڑا اٹھایا اور مختلف یونٹس قائم کیے۔ پر جوش مقرر اور دلیل سے بات سمجھانے کے حوالہ سے جھنگ صدر میں بھی ان کا بہت جلد تعارف ہوگیا، چنانچہ جھنگ صدر کے وسط میں پر ہجوم جگہ پر واقع جامع مسجد شانِ رحمٰن جھنگ بازار کے خطیب مقرر ہوگئے۔

آپ بھی قافلہ صادق رحمہ اللہ میں جام شہادت نوش فرما کر راہی حق ہوئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

CamScanner

حافظ حبیب الرحمٰن شہید

حافظ حبیب الرحمٰن شہید 26 رمضان المبارک 14 اکتوبر 1949ء بروز جمعۃ الوداع بوقت اڑھائی بجے دن لاہور کے محلّہ سلامت (موہنی روڈ) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی محمد عبداللہ تقسیم ہند کے موقع پر سرہند سے ہجرت کر کے لاہور کے محلّہ سلامت میں مقیم ہو گئے، میاں محمد عبداللہ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ سے بیعت ہو گئے اور ان سے روحانی فیوضات حاصل کرنے لگے۔ مرشد نے ان کے معاشی حالات کو دیکھتے ہوئے انہیں خانپور ضلع رحیم یار خان منتقل ہونے کا مشورہ دیا تو حضرت اقدس شیخ التفسیر رحمہ اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مستقل طور پر خانپور میں مقیم ہو گئے۔

میاں محمد عبداللہ رحمہ اللہ نے اپنے فرزند ارجمند حبیب الرحمٰن کو دینی تعلیم کے حصول کے لئے جامعہ مخزن العلوم عیدگاہ خانپور میں داخل کرادیا۔ جہاں انہوں نے حافظ الحدیث والقرآن مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ کے زیر سایہ قاری انیس الرحمٰن کے پاس ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ حفظ قرآن کی تعلیم کے لئے مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن خیر پور میرس سندھ میں چلے گئے جہاں انہوں نے قرآنِ کریم حفظ کیا اور آخری پارہ تجوید، فخر القراء قاری عبدالوہاب المکی کے پاس پڑھا۔ حفظ قرآن کریم کے ساتھ ساتھ عصری دنیاوی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور مدرسہ سے فراغت کے بعد ملتان بورڈ سے میٹرک کا امتحان 1968ء میں سیکنڈ ڈویژن کے ساتھ پاس کیا۔

شہید حافظ حبیب الرحمٰن نے مئی 1970ء میں محکمہ واپڈا خانپور میں بطور ہیلپر سرکاری ملازمت کا آغاز کیا، گھر کے دینی ماحول اور بزرگانِ دین کے ہاں زیر تعلیم رہنے کی وجہ سے حافظ حبیب الرحمٰن کو علماء اور مشائخ سے قلبی وابستگی اور عقیدت تھی چنانچہ ڈیوٹی اوقات کے بعد اپنے زیادہ وقت فضول کاموں میں ضائع کرنے کے بجائے بزرگوں کی محفلوں میں گزارنا پسند

کرتے تھے۔ خانپور میں ملازمتوں کے دوران ولی کامل خلیفہ عبدالہادی رحمہ اللہ سے بیعت ہوکران کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔ دورانِ ملازمت 1981ء میں ان کا تبادلہ خان پور سے جلا پور پیر والہ ضلع ملتان ہوگیا۔ یہاں آ کر بھی انہوں نے دینی حلقوں سے تعلق قائم کیا۔ دینی موضوعات پر بے تکان گفتگو کرتے تھے۔ ان سے گفتگو کے وقت ان کی دینی موضوعات پر دسترس مقابل کو حیران کردیتی تھی اور یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ شہید موصوف مطالعہ کے بہت شوقین تھے اور یہ بات تو مسلمہ ہے کہ مطالعہ انسانی ذہن کو جلا بخشتا ہے جس سے کئی دریچے واضح ہوتے ہیں۔ مطالعہ سے حضرتِ انسان کو عظمت حاصل ہوتی ہے اور اس سے اجتماعیت کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ مطالعہ کی بدولت شہید حبیب الرحمٰن میں انسانی خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ دوستوں کو ہمیشہ یادرکھنے والے، ان کے کام آنے والے، مخالفین سے بھی حسن سلوک کرنے والے یہ تھے شہید حافظ حبیب الرحمٰن۔ شہید کے کردار کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ ان سے کوئی ناراض نہ ہونے پائے اور جس سے ایک دفعہ تعلق قائم ہوجاتا اسے عمر بھر نبھانے کی کوشش کرتے۔ علم دوستی کی وجہ سے دینی اداروں سے بھی ان کی وابستگی رہی، ان کے صاحبزادے قاری ضیاء الرحمٰن نے جلال پور کے مدرسہ عربیہ رحمانیہ میں زیر تعلیم رہ کر قرآن کریم کا اکثر حصہ حفظ کیا۔

شہید حافظ حبیب الرحمٰن رحمہ اللہ راہِ سلوک کے بھی راہی تھی، چنانچہ جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ خانپور قیام کے دوران ولیٔ کامل خلیفہ عبدالہادی رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے، جلال پور پیر والہ میں قیام کے دوران پیر عبدالہادی رحمہ اللہ انتقال فرما گئے تو شہید موصوف نے ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے موقع پر پیر طریقت شیخ المشائخ خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کے دست مبارک پر تجدید بیعت کی۔ آپ بھی مولانا سید صادق حسین شاہ رحمہ اللہ کے ساتھ شہید ہوئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

حاجی عزیز الرحمٰن ڈھڈی شہید

حاجی عزیز الرحمٰن ڈھڈی آزادی کے سال یعنی 1947ء میں جھنگ کے گنجان اور ابتدائی محلہ، محلّہ پنڈی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم صوفی محمد دین رحمہ اللہ قیام پاکستان کے بعد تبلیغی جماعت سے وابستہ ہوئے اور تادم مرگ (1973ء) تبلیغی جماعت جھنگ کے امیر تھے۔ حاجی عزیز الرحمٰن نے ابتدائی تعلیم برکات الاسلام محلّہ بھمرانہ جھنگ کے صدر میں حاصل کی۔ پھر والد ماجد کی خواہش پر مدرسہ تعلیم القرآن میرے شاہ ضلع رحیم یار خان میں قرآن پاک حفظ کیا اور مصلّیٰ جھنگ کی سب سے پہلی جامع مسجد حافظ سلطان والی محلّہ پنڈی میں سنایا۔ اس دوران علمی روحانی عظیم شخصیت شیخ طریعت مولانا عبدالغفور مدنی رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے اور خوب علوم وفیض حاصل کئے۔ حضرت کی وفات کے بعد چاروں سلسلہ کے مشہور عالم مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلوی رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے، بعدازاں ان کے جانشین مولانا عبدالحئی سے سلسلہ بیعت جوڑا۔ آپ بھی مولانا سید صادق حسین شاہ رحمہ اللہ کے ساتھ شہید ہوئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

اقبال صدیقی شہید

اہلیانِ جھنگ کے لئے اقبال صدیقی شہید کا نام اور کام یقیناً تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ انہیں امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید کے بالکل ابتدائی ساتھیوں میں سے ایک ہونے کا شرف حاصل تھا، گویا کہ وہ سپاہ صحابہ کے سابقون اوّلون میں شمار ہوتے ہیں۔ پہلے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری اور سپاہ صحابہ کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن تھے، بنیادی طور پر جھنگ سے تعلق تھا، تاہم فیصل آباد میں کپڑے کے کاروبار سے منسلک تھے۔

مولانا محمد اعظم طارق شہید نے اپنی مشہورِ زمانہ تالیف ''میرا جرم کیا ہے'' میں لکھا ہے کہ اقبال صدیقی شہید جماعت کے لئے فنڈ مہیا کرنے میں اپنی مثال آپ تھے، جماعت کے شعبہ نشر و اشاعت میں دل کھول کر خوب خرچ کرتے۔ بڑے کھرے اور سچے آدمی تھے، جس بات کو حق سمجھا اور جانا بغیر لگی لپٹی کے کہہ دیتے، چاہے سامنے والا اچھا سمجھے یا برا۔

قائدین جھنگ سے فیصل آباد جائیں اور اقبال صدیقی شہید کی میزبانی سے لطف اندوز نہ ہوں، ایسا ممکن نہ تھا۔ یکم مئی 1997ء کو جماعت کی طرف سے وزیر اعلیٰ پنجاب سے ملنے والے وفد میں بھی وہ شامل تھے۔

5 جولائی 1997ء جھنگ کے علاقے لکر منڈی میں انہیں جھنگ کے حالات سوتاژ کرنے کے ایرانی منصوبے کو عملی جامہ پہناتے ہوئے شہید کر دیا گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ہونٹوں پہ وہی عشق کا پیغام رہے گا
جو کام تھا وہ کام ہے وہ کام رہے گا
اللہ کی قسم مرکر بھی ہم زندہ رہیں گے
قاتل تیرے سر پر مگر الزام رہے گا

☆☆☆

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

CamScanner

شہدائے لیہ

CamScanner

شہدائے لیّہ

(19 جون 1987ء)

13 جون 1987ء سپاہ صحابہ پاکستان کی تاریخ کا ایک عظیم سانحہ تھا، جمن شاہ ضلع لیہ کے جامعہ رحمانیہ کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد میں امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید نے اپنے مخصوص انداز میں خطاب کیا۔ جلسہ اختتام پذیر ہوا، لیہ کی نااہل اور عقل کی اندھی انتظامیہ نے بلا جواز رات کی تاریکی میں چھاپے مارنے شروع کر دیئے اور گرفتاریاں بھی کیں۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہید، ان کے ڈرائیور محمد مقبول، سپاہ صحابہ لیہ کے مولانا عبدالصمد آزاد صاحب اور سابقہ صدر سپاہِ صحابہ قاری منور صاحب سمیت متعدد رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ مولانا حق نواز جھنگوی، مولانا عبدالصمد آزاد اور قاری منصور صاحب کو ملتان جیل میں پس دیوار زندان کر دیا گیا۔ سپاہ صحابہ کے مرکزی صدر شیخ حاکم علی، سیکرٹری محمد یوسف مجاہد اور صوبائی کنویئر مولانا ایثار القاسمی شہید نے لیہ کی ضلعی انتظامیہ کو ایک ہفتے کا نوٹس بھیج دیا اور انتظامیہ کو حالات کی سنگینی کا احساس دلایا، نااہل انتظامیہ نے کوئی مثبت کارروائی نہ کی۔ جون 1987ء کو سپاہ صحابہ کی اپیل پر ایک بہت بڑا پرامن جلوس لیہ کی طرف مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کی قیادت میں روانہ ہوا۔

راستہ میں چوبارہ کے مقام پر جلوس روکے جانے کی وجہ سے مشتعل ہجوم نے اسسٹنٹ کمشنر تحصیل چوبارہ کو اغواء کر لیا۔ تب ضلعی انتظامیہ لیہ کو حالات کی سنگینی کا احساس ہوا اور انہوں نے اپنے اے سی کے بدلے مولانا حق نواز جھنگوی کو فوری رہا کرنے کا وعدہ کر دیا۔ یہ پرامن جلوس لیہ سے واپس جھنگ جا رہا تھا کہ چند شیعہ پولیس افسران نے چوک اعظم اور چوبارہ کے درمیان جلوس کو گھیرے میں لے کر جلوس پر انتہائی ظالمانہ طریقہ سے اندھا دھند فائرنگ کر کے تین افراد قاری ضیاء الرحمٰن ساجد، محمد بخش اور صوفی عبدالغفار کو موقع پر شہید کر دیا، جس کا مفصل تذکرہ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

CamScanner

قاری ضیاء الرحمٰن ساجد شہید

سانحہ لیہ میں شہید ہونے والے تین شہداء میں ایک نام قاری ضیاء الرحمٰن ساجد ولد مولانا منظور حسین کا ہے۔آپ کی ولادت 1962ء میں ہوئی۔آپ نسباً علوی تھے،علوی سے مراد وہ لوگ جو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں حضرت فاطمہ کے علاوہ کسی اور بیوی سے ہوں۔آپ حافظ قرآن اور ایک خوش الحان قاری تھے،درس نظامی بھی شروع کیا مگر تین چار سال پڑھنے کے بعد کچھ عوارض کی بناء پر مکمل نہ کر سکے۔

حضرت قاری ضیاء الرحمٰن شہید شجاعت و بہادری سے متصف انسان تھے،شوق شہادت جیسے کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہو،اسی شوق میں جہادِ افغانستان میں بھی شریک ہوئے اور ٹریننگ بھی کی۔آپ کی شادی سے کچھ ایام قبل ایک یادگار واقعہ پیش آیا جو قاری صاحب کی غلامانِ صحابہؓ کی فہرست میں شامل ہونے کی گواہی دیتا ہے۔

محرم کے مہینے میں قاری صاحب کی شادی طے ہوئی،10 محرم کا جلوس خاص سمن آباد میں مدنی مسجد سے ہوتا ہوا قاری صاحب کی جامع مسجد فاروقیہ کے بالکل سامنے ڈیڑھ دو گھنٹے رکتا تھا۔اسی لحاظ سے امسال بھی شیعوں کا جلوس سمن آباد کی بڑی جامع مسجد مدنی (بریلوی مسلک) میں گھسنے کے ارادے سے آگے بڑھا تو مدنی مسجد کے خطیب نے اسپیکر میں اعلان کر دیا کہ اہل تشیع مسجد میں گھسنے کی کوششیں کر رہے ہیں،لوگو! آؤ مسجد کو بچاؤ،یہ آواز سن کر بہت سے نوجوان اور اہل محلہ مدنی مسجد کی طرف بھاگے،حضرت قاری صاحب بھی ساتھ تھے،محلے کے بہت سے افراد نے جانے سے روکا کہ آپ نہ جائیں کیونکہ صرف پانچ دن بعد آپ کی شادی ہے لیکن قاری صاحب نہ رکے بلکہ سب سے آگے بڑھ کر وہاں پہنچ کر شیعوں کا خوب تعاقب کیا اور ان سے تعزیہ چھین کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے،حتیٰ کہ ان کا گھوڑا چھین کر اس پر سوار ہو گئے۔مار پٹائی کے بعد شیعوں کو گھوڑا واپس مل گیا،تاہم رات گئے پولیس نے

اہلسنّت کے گھروں پر چھاپے مارنا شروع کر دیئے اور گرفتاریاں شروع کر دیں، قاری صاحب کہیں روپوش ہو گئے، وہ ہاتھ نہ آئے تو ان کے والد کو پکڑنے کی کوشش کی، لیکن اللہ کے فضل وکرم سے وہ محفوظ رہے۔ بڑے بھائی مولانا عطاء الرحمٰن پولیس لائن میں خطیب تھے، انہوں نے بڑے افسروں سے ملاقاتیں کیں تاکہ گرفتاری نہ ہو اور شادی وقت مقررہ پر ہو جائے تاہم کوئی صورت نہ بن پائی۔ بڑی سفارشوں سے اتنی نرمی ہوئی کہ گرفتاری دے دیں ریمانڈ نہیں ہوگا، جیل بھیج دیا جائے گا۔ شادی سے صرف ایک روز قبل سسرال اطلاع بھجوائی گئی۔ آپ گرفتار ہوئے اور ایک ماہ بعد رہا ہوئے۔

قاری ضیاء الرحمٰن شہید کے دو بھائی اور بھی تھے جن میں مولانا عطاء الرحمٰن کو بھی شہادت کا تمغہ ملا جن کا تذکرہ ہم اسی جلد میں ان شاء اللہ کریں گے، جبکہ دوسرے بھائی قاری ذکاء الرحمٰن تھے، قاری ضیاء الرحمٰن سپاہ صحابہ کے اوّلین کارکنوں میں سے تھے۔ شادی کے چار سال بعد آپ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ جس کا پس منظر سانحہ لیہ کے قضیے میں تحریر کیا جا چکا ہے۔ آپ بھی جھنگ سے نکلنے والے جلوس میں شامل تھے۔ لیہ میں جب جلوس واپس روانہ ہوا تو جلوس پر فائرنگ شروع کر دی گئی۔ لوگ بسوں سے نکل کر بھاگنے لگے، کچھ لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا، قاری صاحب بس کے دروازے پہ کھڑے تھے کہ پولیس انسپکٹر شیعہ پنجتن ان کے پاس آیا اور کہا ''یا علی مدد'' کہو چھوڑ دوں گا۔ قاری صاحب نے زور سے یا اللہ مدد کہا، اس نے تین مرتبہ اپنی بات دہرائی قاری صاحب نے ہر دفعہ یا اللہ مدد کا نعرہ لگایا، بالآخر طیش میں آکر شیعہ پولیس اہلکار نے آپ کو تین گولیاں مار کر شہید کر دیا۔

شیعہ افسران نے بغیر غسل و جنازے کے آپ کو دفن کر دیا، قاری صاحب کے بھائی نے افسران سے ملاقاتیں کر کے آپ کے جسد خاکی کو لیہ سے نکلوایا، تابوت میں رکھ کر فیصل آباد لائے اور یہاں 30 ہزار افراد کی موجودگی میں آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی، جنازے سے قبل فیصل آباد کے گلی کوچے اہلسنّت عوام سے کھچا کھچ بھرے پڑے تھے۔ انتظامیہ نے یہ دیکھ کر میت دینے سے انکار کر دیا۔ تب والد محترم نے مجمع سے گزارش کر کے لوگوں کو منتشر کر دیا، بعد ازاں آپ کا جنازہ آیا دس منٹ گھر پہ رکھا گیا، پھر نماز جنازہ کے بعد تدفین کر دی گئی۔

CamScanner

اللہ رب العزت نے آپ کو ایک بیٹی اور بیٹا عطا فرمایا۔ بیٹی آپ کی خواہش کے مطابق ماشاء اللہ حافظہ و عالمہ ہے، جبکہ بیٹا حافظ قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ قاری صاحب کی شہادت کو قبول فرمائے۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

محمد بخش شہید

محمد بخش شہید کی عمر 50 سال تھی، آپ کبیر والہ ضلع خانیوال کے ایک غریب مزدور تھے، مگر عظمت صحابہ و دفاع صحابہ کے جذبے سے سرشار، یہی جذبہ آپ کو اپنے قائد کی رہائی کیلئے میدانِ عمل میں لے آیا تھا۔ شیعہ تھانیدار کی سفاکی سے سرزمین لیہ میں آپ کا پاکیزہ لہو بھی بہا، بے غسل و کفن پولیس نے انہیں بھی رات کی تاریکی میں کسی گڑھے میں ڈال دیا، بسیار تلاش کے بعد آپ کی لاش نہ مل سکی۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

صوفی عبدالغفار شہید

شیعہ تھانیدار کی سفاکیت کا تیسرا شکار 40 سالہ سپاہِ صحابہ کے وفادار کارکن صوفی عبدالغفار شہید تھے، ناموس صحابہ پر مر مٹنے کا جذبہ لے کر اکیلے ہی لیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ انہیں بھی واپسی پر شیعہ تھانیدار نے شہید کر دیا اور نامعلوم مقام پر بے کفن و غسل دفن کر دیا۔ ان تینوں شہداء کو 19 جون 1987ء شہید کیا گیا۔

امیر عزیمت نے کبیر والہ کی جماعت سے ہر سال 19 جون کو لیہ کی یاد میں کانفرنس منعقد کرنے کا عہد لیا تھا جو آج تک ہر قسم کے حالات کے باوجود منعقد ہوتی ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ صحابہؓ را

CamScanner

شہدائے

لاہور

مولانا سمیع اللہ جھنگوی شہید

مناسب قد وقامت، سڈول جسم، کتابی چہرہ، خوبصورت سیاہ داڑھی، آنکھوں پر سفید چشمہ، سفید اجلا لباس، رنگ صاف ستھرا اور تیکھے نقوش، اس سراپا کو تصور میں لائیے یہی تھے، مولانا سمیع اللہ جھنگوی شہید جن کو 1994ء میں لاہور کی سرزمین پہ سر پر گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔

مولانا سمیع اللہ جھنگوی شہید، مولانا محمد اعظم طارق شہید کے حکم پر جھنگ کی سکونت اور سرکاری اسکول کی سرکاری نوکری چھوڑ کر محض جماعتی کاز اور نظریئے کی ترویج واشاعت کے لئے لاہور منتقل ہوئے تھے۔ لاہور کی جس مسجد میں آپ کو بطورِ خطیب بھیجا گیا تھا وہاں آپ نے پہلے روز ہی اپنی خطابت کے جوہر دکھائے، سیرت النبیؐ کے پاکیزہ عنوان پر نپی تلی قرآن وحدیث سے مزین گفتگو فرمائی۔ انداز بے مثال، زبان میں گرج اور سانس مضبوط تھا، مسجد وقتاً فوقتاً تکبیر ورسالت کے نعروں سے گونجتی رہی، عجیب خوش کن منظر تھا، لوگوں کی خوشی قابل دید تھی، نماز کے بعد اہل محلہ اور مسجد انتظامیہ نے بالاتفاق آپ کو امام وخطیب مقرر کر دیا۔

مولانا سمیع اللہ جھنگوی شہید نے لاہور میں اپنی خطابت کا آغاز کیا تو آہستہ آہستہ اُن کا چرچا پورے لاہور میں ہونا شروع ہو گیا، ان کی آواز اب ان کی مسجد سے نکل کر گلی محلوں تک پھیلنا شروع ہو گئی۔ فجر کی نماز کے بعد درس قرآنِ کریم کا آغاز بھی کر دیا، ساتھ ساتھ محلے کے نوجوانوں کو پڑھانا اور اُن کی نظریاتی تربیت بھی شروع کر دی۔ ان کی سریلی آواز اور خوبصورت اندازِ درس کا ہر ایک گرویدہ ہو گیا، حتیٰ کہ بریلوی مسلک کے حضرات نے بھی بالاصرار آپ کو اپنی مسجد میں درس کے لئے بلایا، اوران لوگوں نے درس کے بعد اسقدر والہانہ عقیدت کا مظاہرہ کیا کہ اس سے اپنے مسلک کے حضرات بھی حیران وششدر رہ گئے۔

مولانا سمیع اللہ جھنگوی شہید کی آزمائش کا دور اس وقت شروع ہوا جب آپ ضلع شیخوپورہ کی تحصیل فیروزوالہ کے ایک نواحی گاؤں جو اہل تشیع کا گڑھ تھا، تقریر کے لئے مدعو کئے

گئے، وہاں کے ماحول کی شدت بتائے اور سیکورٹی انتظامات کے بغیر مولانا سمیع اللہ کو مدعو کیا گیا اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ اپنا مشن و موقف کھل کر بیان کریں۔ مولانا نے کھل کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت بیان کی جو اس انداز سے گاؤں میں اس طرح کبھی بیان نہیں کی گئی، اس کے بعد آپ نے اہل تشیع کے کفریہ عقائد تقیہ، متعہ، بداء، تحریف قرآن و دیگر کو جب کھول کھول کر بیان کرنا شروع کیا تو شیعیت کی چیخیں نکل گئیں اور وہ ہر قسم کے اسلحے سے لیس ہو کر مولانا کو قتل کرنے کے لئے جمع ہو گئے۔ بڑی مشکل سے مولانا کو وہاں سے نکالا گیا اور یوں وہ محفوظ رہے۔

مولانا سمیع اللہ جھنگوی مذکورہ مسجد میں چھ ماہ رہے تاہم آپ کی مقبولیت سیاسی لیڈروں کو برداشت نہ ہوئی اور انہوں نے اپنے اثر ورسوخ استعمال کر کے آپ کو وہاں سے بے دخل کروادیا۔ مولانا نے بچوں کو جھنگ چھوڑا اور خود لاہور واپس آ گئے، دوسری طرف شاہدرہ جیار موڑ میں مسجد و عیدگاہ کے متوسلین جماعت کو اختیارات کے ساتھ وہاں کے انتظامات دینے کو تیار ہو گئے تو مولانا اپنے سامان کو ٹرالی پر لاد کر وہاں شفٹ ہو گئے۔ اسی جگہ کو بعد میں علامہ فاروقی شہید نے مرکزی سیکرٹریٹ بنانے کے لئے ''قصر فاروق اعظم'' کے نام سے منسوب کر دیا تھا۔

مولانا سمیع اللہ جھنگوی نے شاہدرہ کی مسجد میں ابھی چند جمعے ہی پڑھائے تھے کہ سبزہ زار اسکیم اے بلاک سے رائے مشتاق صاحب کی قیادت میں ایک وفد آیا اور مولانا کو اپنی اسکیم کی اُجڑی اور شورش زدہ مسجد میں آنے کی دعوت دی اور ان کی نظر مولانا سمیع اللہ جھنگوی پر جم گئی۔ اِدھر شاہدرہ میں بھی مولانا کی اشد ضرورت تھی، تاہم جماعتی احباب کی مشاورت اور سبزہ زار کے محل وقوع، لوگوں کے معاشی اور تعلیمی وسیاسی رجحان اور جماعتی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے سبزہ زار منتقل ہونے کی حامی بھر لی۔ آپ نے چند دن میں ہی یہاں کی رونق بڑھا دی اور خوب محنت ولگن سے کام کیا۔ مولانا کا خطاب سننے کے لئے عوام اور کارکنان جمعۃ المبارک کی تقریر کے آغاز سے قبل ہی جمع ہو جاتے اور مولانا بھی علمی مواد سے مزین تقریر اور مشن و پروگرام سے آگاہی کے ذریعے اُن کو مایوس نہ کرتے۔ ان کی تقریر سے حضرت جھنگوی شہید

CamScanner

کی یاد تازہ ہو جاتی اور اسی وقت کئی لوگوں نے یہ تبصرہ شروع کر دیا کہ یہ شخص جلد ہی شہید ہو جائے گا اور اپنا نام عاشقانِ صحابہؓ کی فہرست میں لکھوالے گا۔

مولانا سمیع اللہ جھنگوی اپنے مخصوص انداز میں جمعہ کے خطابات جاری رکھے ہوئے تھے کہ چند دنوں بعد علاقے کا معروف شیعہ ذیشان علی چند بدمعاشوں کے ساتھ مسجد آ کر مولانا کو دھمکی دینے لگا کہ یہ کافر کافر کی تقریر بند کرو ورنہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ مولانا نے اطمینان سے اُس کی دھمکی کو سنا اور صرف اتنا کہا کہ یہ تو وقت بتائے گا کہ میں اپنا مشن چھوڑتا ہوں یا تم اپنی بات پوری کرتے ہو تاہم ساتھ موجود مقامی لوگوں نے خالص لاہوری زبان میں جب اُن کو کھری کھری سنائیں تو وہ دُم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔

مولانا سمیع اللہ جھنگوی شہید لاہور یہ عزم لے کر آئے تھے کہ سپاہ صحابہ کے مشن اور پروگرام کے لئے جو ہو سکا وہ کریں گے اور آپ نے اس کی حتی المقدور کوششیں بھی کیں۔ اگرچہ ابتداء میں آپ کو پریشانی بھی ہوئی تاہم بعد میں لاہوریوں نے آپ کے اس گلے شکوے کو بھی دور کر دیا۔

مولانا سمیع اللہ جھنگوی شہید کو مشن و موقف سے ہٹانے کے لئے آپ کے پیچھے مقامی شیعوں نے رافضی غنڈے بھی لگائے، دھمکیاں دیں، تاہم آپ نے رکنا تھا نہ آپ رکے، سبزہ زار اسکیم کی مسجد پر اہل تشیع اور بریلوی دونوں مسلک کے شر پسند مل کر چڑھائی کرنے کا منصوبہ بنا چکے تھے۔ قانونی معاملات میں پیسے کھلا کر مسجد کو منہدم کرنے کے آرڈ نکلوا دیئے۔ بغیر نوٹس و اطلاع کے ایل ڈی اے والے بھی اپنے اہلکار لے کر پہنچ گئے، مسجد سے سامان تک اٹھانے نہ دیا، ایک کمرہ بمشکل دیا ہوا تھا، اس کو منہدم کر دیا اور قرآنِ پاک کی بے حرمتی کی۔ اس عمل سے شیعہ بریلوی بڑے خوش ہوئے کہ ہم نے ایک بڑا معرکہ فتح کر لیا ہے، تاہم مولانا نے اگلے روز ترپال باندھ کر نمازیں شروع کرا دیں۔ مولانا نے اس واقعے کے بعد عظمت صحابہؓ کے عنوان سے ایک کانفرنس منعقد کی، جس میں بریلوی مکتب فکر لاہور سے علامہ عارف چشتی شہید، ٹوبہ ٹیک سنگھ سے مولانا خادم حسین رضوی اور قائد سپاہ صحابہؓ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کو مدعو کیا جس کے دور رس اثرات مرتب ہوئے۔ بریلوی عالم علامہ رضوی نے کہا جو

بریلوی شیعوں ساتھ دے گا، مسجد کے خلاف فتنہ پیدا کرے گا، ہم اس کو شیعہ سمجھیں گے، اس سے بہت سے فتنوں نے دم توڑ دیا۔

کچھ عرصے بعد مولانا پر ایک اور حملہ کیا گیا، جس میں ایک نمازی و کارکن راشد شہید ہوگیا، تاہم مولانا کے پایہ استقلال میں ذرہ بھر بھی لغزش پیدا نہ ہوئی اور آپ عظمت صحابہ کے نعرے لگاتے رہے۔ اسی اثناء میں مولانا محمد اعظم طارق شہید پر سرگودھا میں مشہور زمانہ حملہ ہوا، جس کے بعد مولانا سمیع اللہ نے شیعوں کی خوب خبر لی، جس کے بعد اہل تشیع باؤلے کتے بن کر آپ کی جان کے دشمن بن گئے۔

رمضان المبارک سے دو دن قبل آپ ہوٹل سے کھانا کھا کر نکلے تھے کہ قاتل نے سر کا نشانہ لے کر گولی ماری جو دماغ کو چیرتی ہوئی نکل گئی، دوسرا فائر دوسرے ساتھی شاہین پر کیا گیا جو سر کے بجائے گردن پر لگا حملہ آور ہوائی فائر کرتے ہوئے فرار ہوگئے۔

مولانا سمیع اللہ جھنگوی کو ہسپتال منتقل کیا گیا، دماغ کا پیچیدہ آپریشن تھا جو کامیاب نہ ہوسکا اور آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔ اگلے روز مال روڈ پر جنازہ رکھا گیا۔ قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ ہوا، چار گھنٹے دھرنا جاری رہا، تاہم بعد ازاں وعدوں کے پورا ہونے کی یقین دہانی پر دھرنا ختم کردیا گیا۔

مولانا شہید کے جسد خاکی کو جھنگ لے جایا گیا ڈسٹرکٹ ہسپتال گراؤنڈ میں احتجاجی پروگرام ہوا، جنازہ پڑھا گیا، اس موقع پر بارش شروع ہوگئی گویا آسمان بھی رونے لگ گیا، پھر قبرستان لے جایا گیا جہاں قبر کے ساتھ قبروں میں مولانا الیاس بالاکوٹی کی مسجد کے 1993ء کے ضمنی الیکشن میں شہید تین شہداء آرام فرما تھے جن میں ایک شہید کا اور اضافہ ہوگیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

CamScanner

مولانا سیف اللہ خالد شہید

گورا چٹا سفید رنگ، سیاہ داڑھی، نرم و ملائم ہاتھ، خوبصورت آنکھیں، سیاہ ابرو، باریک ناک، گلابی ہونٹ، موتیوں جیسے چمکتے دانت، میانہ قد و قامت، پھریرا بدن اور ہر عضو ایک سے بڑھ کر ایک، یہ تھے جانشین مولانا سمیع اللہ جھنگوی شہید، عندلیب سپاہ صحابہؓ، پروانہ اصحابؓ رسولؐ، جرأت و ہمت کے پیکر، استقامت و استقلال کے پہاڑ، مشن حق نوازؒ کے سچے پاسبان مولانا قاری سیف اللہ خالد شہید جن کو 4 / اکتوبر 1995ء لاہور کی سرزمین پر خاک و خون میں نہلا کر شہید کر دیا گیا۔

مولانا سمیع اللہ جھنگوی شہید کی شہادت کے بعد جو خلا پیدا ہوا لاہور کی جماعت کے احباب اس حوالے سے سخت مضطرب اور پریشان، ماضی میں آنے والے مصائب و آلام کی گھاٹیوں کو مولانا سمیع اللہ جھنگویؒ نے بڑی ثابت قدمی سے عبور کیا تھا، لاہور کی جماعت کو اتحاد کی لڑی میں پرو کر یک جان دو قالب کی مانند کر دیا تھا۔ ان کی انتھک محنت و جد و جہد سے لاہور کے صحابہؓ دشمنوں کی نیندیں حرام ہو چکی تھیں تاہم مولانا سمیع اللہؒ کی شہادت نے جب ان کے مصلے کو خالی کر دیا تو ایک مرتبہ پھر دوستوں کو پریشانی اور فکر لاحق ہوئی اور وہ غم سے نڈھال ہو گئے۔ مرکزی قیادت کئی جمعوں تک جامع مسجد بلالؓ میں خطبات جمعہ میں تشریف لا کر کارکنوں کو دلاسہ دے رہے تھے تاہم اس چمن کو مستقل ایسے مالی کی ضرورت تھی جو خون جگر سے اس کی آبیاری کرے۔ اللہ رب العزت نے کائنات کے نظام کو اس بات سے مربوط رکھا ہے جب کسی کام کا ہونا ہوتا ہے تو اس کا کوئی کانہ کوئی ذریعہ بن جاتا ہے۔ بلالؓ مسجد کے نمازی اور سپاہ صحابہؓ کے کارکنان محمد احسان، محمود احمد بھٹی اور طاہر غوری اصلاً بہاولنگر سے تھے۔ ان کا تعلق مولانا سیف اللہ خالدؒ سے تھا، ان حضرات کی وساطت سے مولانا سیف اللہ نومبر 1994ء میں جمعہ پڑھانے جامع مسجد بلال تشریف لے آئے۔

مولانا سیف اللہ شہید جمعہ کے لئے تشریف لائے، مسجد کا ماحول دیکھا، نوجوانوں کے جذبات دیکھے، اپنی تقریر میں ان کو خبردار اور اہل تشیع کی حقیقت کو خوب آشکارا کیا، ان کی جرأت مندانہ خطابت کو دیکھ کر نوجوان تڑپ گئے اور انہیں مولانا سیف اللہ خالدؒ کی صورت میں مولانا سمیع اللہ جھنگوی نظر آنے لگے۔ نماز جمعہ کے فوراً بعد رائے مشتاق صاحب کھڑے ہوئے اور مولانا کے سر پر سپاہ صحابہؓ کے پرچم کی دستار باندھی اور فرمانے لگے مولانا صاحب یہ مولانا سمیع اللہ جھنگوی کے خون سے بلند ہونے والی دستار ہے، ہم نے اس مظلوم مسجد کی التجا اور صحابہ کرامؓ کی ناموس کی دستار آپ کے سر پر رکھ دی ہے۔ اگر آپ کا ایمان اجازت دے تو اتار کر پھینک دیں ورنہ اپنا خون پیش کر کے اس مسند کو سنبھال لیں، یہ منظر دیکھ کر مولانا حیران و ششدر رہ گئے۔ گہری سوچ میں پڑ گئے کہ بہاولنگر میں اپنی بڑی محنت سے تیارہ کردہ، اپنا مرکز و مدرسہ جماعتی ذمے داری کیسے چھوڑ سکتا ہوں یا پھر دستار کس ہاتھ سے اتار کر پھینک دوں؟ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد فرمانے لگے ابھی مجھے سوچنے دیں، اگلے جمعے تک جواب دوں گا۔ تاہم اگلے جمعے کے آنے سے پہلے ہی بدھ کے روز اپنے اہل خانہ کے ہمراہ کوچۂ شہادت میں آ گئے اور زبان حال فرمانے لگے کہ مجھے اپنی مسجد و مرکز عزیز نہیں بلکہ مشن جھنگویؒ عزیز ہے۔

مؤرخ جب تک تاریخ رقم کرے گا تو یہ ضرور لکھے گا کہ اگر کسی زمانے میں لاہور کی سرزمین میں کردار ابوجہل ادا کرنے والے چور تھے تو سنت بلالیؓ کے سچے وارث بھی موجود تھے جو اپنے جسم پر گولیاں کھا رہے تھے۔ اصحاب رسول کی عظمت و محبت میں سر پر شہادت کا تاج سجا رہے تھے اور لیلائے شہادت کو جھوم جھوم کر گلے لگا رہے تھے۔ حکومت وقت ان کی مخالف، ایران ان کا جانی دشمن، ابن سبا کا مقامی چیلہ ہر طرح کے وسائل سے لیس، بیوروکریسی دشمن کی پشت پر مگر یہ لوگ صرف اخلاص کی دولت لئے کفر سے ٹکراتے رہے اور آنے والی نسلوں کے لئے رہنمائی کا سامان پیدا کرتے رہے۔ مولانا سیف اللہ خالد شہید نے کام اور کاز وہیں سے شروع کیا جہاں مولانا سمیع اللہ چھوڑ گئے تھے۔ آپ کا انداز بیاں انتہائی جاندار، پرجوش دلائل سے مزین اور للکار و جرأت پر مبنی ہوتا تھا۔ ان کی تقاریر سے کفر کے ایوان لرزنے لگے، دشمن کے ہوش اڑ گئے اور اس نے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے مولانا پر قاتلانہ

CamScanner

حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مولانا کا سگا ماموں غلیظ رافضی تھا اس کے اکسانے پر غلام رضا نقوی نے ایک دن فجر کی نماز میں مسجد پر حملہ کر دیا مولانا بال بال بچے تاہم ایک نمازی امانت علی گولیاں لگنے سے شہید ہو گیا۔ اس واقعے کے بعد مولانا سیف اللہ خالد بجائے دبنے کے مزید شجاعت و بہادری کے ساتھ کفر کو ننگا کرتے رہے۔ کارکنوں کی تربیت کر کے ان کو بھرپور منظم کرنے لگے، ہر آنے والا جمعہ احتجاجی مظاہرے کا منظر پیش کرتا، اللہ تعالیٰ مولانا کو چھوٹی عمر میں بڑی صلاحیتوں سے نوازا تھا جن کا انہوں نے خوب استعمال کیا۔

مولانا سیف اللہ خالد شہید کو قتل کے ایک جھوٹے مقدمے میں گرفتار کیا گیا اور لاہور کے چوہنگ سینٹر میں خوب تشدد کیا گیا تاہم آپ کے پایہ استقلال میں ذرّہ بھر بھی لغزش نہیں ہوئی۔ آپ ظلم و جبر کے باوجود قید تنہائی میں یہ ترانہ اونچی آواز سے پڑھا کرتے تھے۔

جھنگوی نے پکارا ہے کہ تم کو فردوس کے بالا خانوں سے
ہم راہِ وفا میں کٹ آئے تمہیں پیارا بھی تک جانوں سے

مولانا سیف اللہ خالد کو اللہ رب العزت نے باطنی حق اور خوبیاں بھی عطا فرمائی تھیں۔ دن کو تقاریر اور تربیتی پروگرامات کے ذریعے کفر کو بے نقاب کرنا تو رات کو تنہائیوں میں رب کے حضور گڑگڑانا یہ آپ کی سیرت کے روشن باب تھے۔ اللہ نے ان کو حق گوئی اور بے باکی کے ساتھ محبوبیت و مقبولیت بھی عطا فرمائی تھی۔

مولانا سیف اللہ خالد شہید نے جتنا عرصہ لاہور میں گزارا مشن حق نوازؒ کی حق آواز لگاتے گزارا، انہوں نے اپنے علم اور دستار کی لاج رکھی اور کسی قسم کی مداہنت و بزدلی کا شکار نہ ہوئے جس کو حق سمجھا بلا خوف لومۃ لائم برسر منبر واضح اور دو ٹوک لفظوں میں بیان کیا۔ ان کی اسی ادا نے ان کو زیادہ عرصے جینے نہ دیا اور آپ کا وقت بھی آ ہی گیا۔ 4 اکتوبر 1995ء کورٹ میں آپ کی پیشی تھی، ساتھیوں کے بے حد اصرار کے باوجود آپ اکیلے ہی کورٹ کی طرف روانہ ہو گئے حالانکہ اس سے قبل آپ کے ساتھ تین موٹر سائیکلیں جایا کرتی تھیں۔ ایک اسپیڈ بریکر پر موٹر سائیکل کی رفتار ہلکی ہوئی تو ایک شقی القلب انسان نے آپ کی کنپٹی کا نشانہ لے کر فائر کر دیا، جس سے آپ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ قائد ملت اسلامیہ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی

CamScanner

شہید ان دنوں لاہور ہی میں تھے، قاری مجاہد کی مدعیت میں ساجد علی نقوی کو ملزم بنا کر ایف آر کاٹی گئی۔ اگلے روز نو بجے مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں بریلوی عالم علامہ عارف چشتی شہید، مولانا رفیع اللہ خان، مولانا نعیم اللہ فاروقی، پیر سیف اللہ خالد مرحوم اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے شرکت کی۔ میت بہاولنگر روانہ ہوئی، عیدگاہ بہاولنگر میں ایک اور جنازہ ہوا اور بستی دین پور کے قبرستان میں کراچی میں شہید ہونے والے قاری سعید الرحمٰن اور ان کے رفقاء کے پہلو میں آپ کی تدفین کر دی گئی۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

CamScanner

مولانا مطیع الرحمٰن قاسمی شہید

1991ء تا 1994ء لاہور کے باسیوں نے عظمت اصحاب رسولﷺ کی خاطر جس قدر جنازے اٹھتے دیکھے شاید ہی ملک کے کسی اور حصے میں اٹھے ہوں۔ ان چار پانچ سالوں میں بہت سے جانباز، نڈر، سپاہی راہی آخرت ہوکر کامیاب ہوئے۔ جن میں علماء، طلباء، قراء، حفاظ، عوام الناس ہر قسم کے لوگ شامل تھے، انہی میں ایک تحریک سپاہ صحابہؓ کے خاموش مبلغ و خطیب مولانا قاری مطیع الرحمٰن قاسمی شہید تھے جو اخلاص وایثار میں اپنی مثال آپ تھے۔

مولانا مطیع الرحمٰن قاسمی 17 اکتوبر 1958ء کو مولانا عبدالرحمٰن کے ہاں پیدا ہوئے، مولانا عبدالرحمٰن نے اپنے آنگن میں آنے والے پھول کا نام مطیع الرحمٰن رکھا۔ خوبصورت نام کا یہ پہلا تحفہ تھا جو روشن ضمیر باپ نے اپنے بیٹے کو دیا تھا، پھر بیٹے نے بھی زندگی بھر اس نام کی لاج رکھ کر باپ کی آرزوؤں کو پورا کیا۔ آپ چھ بھائی تھے جو سب حافظ، قاری اور عالم بنے۔ آپ کا آبائی علاقہ خانیوال تھا۔

5 سال کی عمر میں رسم بسم اللہ ہوئی، ایک سال والد محترم کے پاس پڑھے پھر حفظ قرآن کریم کے لئے اوکاڑہ کی مشہور درسگاہ جامعہ عثمانیہ قاری رحیم بخش صاحب کے پاس داخلہ لیا، یہیں تکمیل حفظ کی سعادت حاصل کی۔ گردان جامعہ امدادیہ فیصل آباد میں مکمل کیا جبکہ درس نظامی کے لئے دارالعلوم کبیروالہ میں داخلہ لیا اور درجہ رابعہ تک یہیں پڑھتے رہے۔ بعدازاں جامعہ مدینہ کریم پارک لاہور آ گئے، یہیں سے دورہ حدیث مکمل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ آخری سال اصلاحی تعلق سید نفیس شاہ الحسینی رحمہ اللہ سے قائم کر کے ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ شاہ جی سے ایک دن شہادت کے بعد جنازے کی فرمائش کر ڈالی کہ میری شہادت کے بعد میرا جنازہ آپ پڑھائیں گے، جو انہوں قبول کی تاہم سفر کی وجہ سے نہ پڑھا سکے۔

جامعہ مدنیہ میں دوران تعلیم والد گرامی نے ایک نیک سیرت خاتون سے نکاح کر دیا جن

CS CamScanner

سے تین بیٹے ہوئے ضیاء الرحمٰن فاروقی، حافظ فداء الرحمٰن اور ضیاء الرحمٰن عثمانی۔ تینوں سعادت مند ہیں، ایک کی عصری تعلیم جبکہ دو علم دین کے حصول میں منہمک تھے۔ مولانا مطیع الرحمٰن قاسمی نے 1974ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی مجاہدانہ کردار سرانجام دیا، گرفتار بھی ہوئے اور 7 ستمبر 1974ء کے تاریخی عدالتی فیصلے کے بعد دیگر اسیران کے ساتھ رہا ہوئے۔

1985ء میں امیر عزیمت نے انجمن سپاہ صحابہؓ کی بنیاد رکھی۔ مولانا مطیع الرحمٰن ان دنوں گوجرہ کی ایک جامع مسجد فردوسیہ میں خطیب تھے جس کے پڑوس میں حضرت جھنگوی شہید کا بیان ہوا۔ آخر میں مشن کے لئے عہد لیا گیا تو عہد و پیمان کرنے والوں میں مولانا مطیع الرحمٰن قاسمی بھی شامل تھے جنہوں نے آواز حق کو قبول کر کے اس کو ہر خاص و عام تک پہنچانے کا عزم کیا۔ کچھ عرصے بعد آپ گوجرہ سے لاہور شفٹ ہو گئے اور یہاں تدریس کے ساتھ ساتھ مشن اور کاز کی ترویج کے لئے بھی خدمات سرانجام دینے لگے۔ کچھ عرصے بعد آپ کی محنت و کاوش سے شاہدرہ کی سطح پر ایک مرکزی باڈی بنا دی گئی، کچھ عرصے بعد ایک شاندار جلسہ رکھوایا اور مولانا محمد اعظم طارق شہید کا لاجواب خطاب بھی ہوا۔

مولانا مطیع الرحمٰن قاسمی اخلاص کے پیکر تھے جس کی برکت سے سرزمین لاہور میں سپاہ صحابہؓ کو بہت عروج ملا۔ آپ ایک ہفتے میں پانچ پانچ پروگراموں سے خطاب کرتے، اس کے علاوہ خصوصی وقت مانگا جاتا تو فوراً حامی بھر کے چل پڑتے جوان کی بے خوفی اور دلیری کی زندہ مثال تھی۔

مولانا مطیع الرحمٰن قاسمی درمیانے قد، پھرتیلے جسم، گندمی نقش کے حامل تھے، عمر 30 سے 35 سال تھی جب لاہور آئے تھے۔ ملاقات کے وقت سلام میں پہل، مسکراہٹ اور اپنائیت سے ملنا یہ ان کی عمدہ صفات تھیں، ہم مسلک دوستوں کی خوب نظریاتی تربیت فرماتے، دینی پہلوؤں پر خوب گفتگو کرتے، لوگوں کے دینی ذوق میں اضافہ کرتے، ان کے اس مزاج کی بدولت لوگوں میں ان کی محبت و چاہت بڑھتی چلی جانے لگی۔

مولانا مطیع الرحمٰن قاسمی کے گھر کے دروازے پر جماعتی پرچم نصب تھا جو ہر خاص و عام آنے والے کو مشن جھنگوی کی دعوت دیتا تھا۔ اس کے ساتھ خلفائے راشدینؓ و دیگر اصحاب

CS CamScanner

رسولؐ کے نام بھی خوبصورت پینٹنگ کے ساتھ نوشتہ تھے۔ کتاب دوست انسان تھے اور گھنٹوں علمی گفتگو فرماتے، آپ کے کام کرنے کا طریقہ کار منفرد اور انوکھا تھا، سفر پہ جاتے ہوئے شیعوں کی کتابیں ساتھ رکھتے، خود بھی مطالعہ کرتے اور دوسروں کو بھی کفریہ حوالے پیش کرتے۔ شاگردوں کی بھی نظریاتی تربیت کرتے، تقریر میں ربط ہوتا اور ہر تقریر میں نئی کتابوں کے حوالے پیش کرتے اور حوالے سے پہلے آپ حیران ہوں گے کہ تکیہ کلام کو استعمال فرماتے تو سامعین سمجھ جاتے کہ اب کتاب کا حوالہ پیش کیا جائے گا۔

مولانا سمیع اللہ جھنگوی شہید کی جگہ قصر فاروق اعظم والی مسجد کی امامت وخطابت کو بھی سنبھالا اور مولانا سمیع اللہ کے خلا کو بخوبی پر کیا۔ خوبصورت انداز میں بیانات کر کے کارکنوں کی پیاس کو بجھایا جس کی وجہ سے مولانا کی قدر و منزلت لوگوں کے دلوں میں دن بدن بڑھتی چلی گئی۔

21 نومبر 1994ء مولانا اسکول سے اپنے گھر جارہے تھے کہ کسی بدبخت شیعہ نے ان پر فائرنگ کردی جس سے موقع پر شہید ہو کر دنیا سے منہ موڑ کر ابدی حیات حاصل کر گئے۔ اگلی صبح جنازہ تھا، لاہور کے کونے کونے سے علماء، طلباء اور عوام الناس کا ایک جم غفیر جمع ہو چکا تھا۔ ہزاروں افراد کے جلوس کی شکل میں گورنمنٹ کالج شاہدرہ کے وسیع گراؤنڈ میں میت لائی گئی۔ جنازہ مؤرخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید نے پڑھایا اور مقامی قبرستان میں تدفین کردی گئی۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

مولانا قاری اللہ داد تونسوی شہید

مولانا اللہ داد تونسوی شہید صوبہ پنجاب کے ضلع تونسہ کی تحصیل رتیڑہ کے علاقے پیہڑ میں 1961ء کو خیر محمد کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق بلوچ قوم کے مشہور قبیلے لغاری سے تھا۔ نو بہن بھائیوں میں آپ سب سے بڑے تھے۔ رتیڑہ کا علاقہ بارانی علاقہ ہے، تاہم اگر بارشیں نہ ہوں تو ویرانے کی کیفیت ہو جاتی ہے اور دور دراز تک سراب کا منظر ہوتا ہے۔ آپ کے والد محترم خیر محمد درمیانے درجے کے زمیندار تھے، تاہم جب بارشیں نہ ہوتیں تو گھر میں تنگدستی بھی آجاتی۔

مولانا اللہ داد تونسوی نے مقامی اسکول میں پرائمری تک تعلیم حاصل کی، بعدازاں دینی تعلیم کے حصول کے لئے آپ 1974ء میں لاہور کا رخت سفر باندھا۔ اپنے رشتے کے چچا قاری عبدالقادر کے پاس مدرسہ ترتیل القرآن میں حفظ قرآن کی تکمیل کی، جس کے بعد مدرسہ دارالقرآن ماڈل ٹاؤن میں تجوید کے معروف استاذ قاری شریف صاحب کے پاس تجوید پڑھی۔ درسِ نظامی کی ابتدائی کتب جامعہ عثمانیہ میں پڑھنے کے بعد انتہائی درجات اور سند فراغت 1986ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور سے حاصل کی۔

مولانا اللہ داد تونسوی زمانہ طالب علمی ہی میں جامع مسجد ڈی بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور میں امام و خطیب مقرر ہو گئے تھے اور تادم شہادت وہیں پر فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے اس خدمت کو ہمیشہ مذہبی فریضہ سمجھا اور منبر و محراب کو دین حق کی ترویج و اشاعت کے لئے وقف رکھا۔ ابتداءً آپ جمعیت علمائے اسلام کے ساتھ وابستہ رہے۔ 1985ء میں ہونے والی آئین شریعت کانفرنس میں کافی متحرک رہے، اسی سلسلے میں ایک پروگرام اپنی مسجد میں رکھا، جس میں علامہ جھنگوی شہید تشریف لائے، اگلے سال 6 ستمبر کو مولانا حق نواز سپاہ صحابہ کی بنیاد رکھی تو آپ بلاتاخیر ان کی جماعت میں شامل ہو گئے۔

لاہور کے جماعتی تاریخ میں وہاں سب سے پہلا یونٹ قائم کرنے کا اعزاز آپ ہی کو حاصل ہے۔ تھوڑے ہی عرصے میں آپ نے اس یونٹ کو زبردست فعال کر دیا اور ایک بڑی تعداد کو اپنا ہم نوا بنا لیا، کام یونٹ سے بڑھا اور تحصیل تک پھیلا تو آپ کو ماڈل ٹاؤن تحصیل کا پہلا باضابطہ صدر مقرر کر دیا گیا۔ بعد ازاں آپ کو ضلع لاہور کی نائب صدارت سونپ دی گئی۔ آپ انتہائی بے لوث اور مخلص جماعتی ورکر تھے، دور دراز کا سفر سائیکل پر کر لیتے، تاہم جماعت پر مالی بوجھ پڑنے نہ دیتے، آپ کی نگرانی میں آپ کا یونٹ لاہور بھر کے یونٹوں میں سب سے زیادہ فعال تھا، جس کے گواہ آج بھی لاہور میں موجود ہیں اور آپ کے کام کی مثالوں کو بطور رہنمائی بھی پیش کیا جاتا ہے۔

مولانا اللہ داد تونسوی شہید ایک نڈر بے باک شخصیت کے مالک تھے، ہمیشہ خندہ جبین رہتے اور ہر ایک کے ساتھ اس کے مرتبے و مقام کے ساتھ برتاؤ کرتے۔ آپ کے ہم عصر جماعتی ساتھیوں میں قاسم چودھری شہید، حاجی طیب شہید، طاہر کمبوہ شہید، مولانا سمیع اللہ جھنگوی شہید اور مولانا سیف اللہ خالد شہید نمایاں ہیں۔

4 مئی 1994ء دلیل کا جواب دلیل سے دینے میں ہمیشہ ناکام ہونے والے اقلیتی ٹولے نے آپ کو اس وقت گولیوں کا نشانہ بنایا جب آپ عشاء کی نماز پڑھا کر گھر کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک گولی عین سر کا نشانہ لے کر ماری گئی، فوری ہسپتال لے جایا گیا تاہم آپ راستے ہی میں اپنی جان خالق حقیقی کے سپرد کر گئے۔

آپ نے پسماندگان میں بیوہ، تین بیٹے عمار، یاسر اور جابر چھوڑے۔ شہادت کے بعد والدہ محترمہ نے فرمایا کہ میں نے چکی پیس پیس کر بچے کو دین کی تعلیم دلائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے شہادت کا مقام و مرتبہ عطا فرمایا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ صحابہؓ را

CamScanner

عبدالرحمٰن بھٹی المعروف قاسم چودھری شہید

خوبصورت کڑیل جوان، سرخ وسفید رنگت، خوبصورت براؤن داڑھی، انتہائی متحرک وفعال، تعلیم یافتہ لاہور ماڈل کالونی سے تعلق رکھنے والے محنتی جوان محمد قاسم چودھری شہید بھی ان ہزاروں شہیدوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے اپنا خون عظمت صحابہ کے لئے قربان کر کے اپنا نام شہدائے ناموس صحابہ میں شامل کروالیا۔

محمد قاسم چودھری شہید لاہور کے ان قدیمی ذمے داروں میں سے تھے، جنہوں نے مولانا سمیع اللہ جھنگوی شہید، ہارون بھٹی، رائے مشتاق ودیگر حضرات کے ساتھ مل کر شبانہ روز محنت کر کے لاہور میں مضبوط تنظیمی کام کی بنیاد ڈالی اور بعد والوں کو تنظیمی سرگرمیوں کے لئے ایک مضبوط پلیٹ فارم مہیا کیا۔ مولانا ایثار القاسمی شہید نے حضرت جھنگوی شہید کی شہادت پر لاہور میں زبردست دھرنا دیا جو سولہ سے زائد دنوں پر مشتمل تھا، اس کے روح رواں قاسم چودھری تھے۔ ناموس صحابہ بل پیش کر کے عوامی تائید حاصل کرنے کے لئے ایک ملک گیر کارواں کا اعلان کیا گیا تھا، یہ کارواں صادق آباد کے راستے جب لاہور پہنچا تو قاسم چودھری کی شبانہ روز محنتوں کی بدولت اس کا شاندار استقبال کیا گیا۔ لاہور میں 6 ستمبر 1996ء کے شہداء کی یاد میں 1991ء سے مسلسل دفاع پاکستان منعقد ہونے والی کانفرنس جب قاسم چوہدری کی نگرانی میں منعقد ہوئی تو اسے چار چاند لگ گئے، جس پر علامہ فاروقی شہید نے بھی ان کو زبردست مبارکباد دی۔

1994ء میں سرکاری نوکری کے سلسلے میں گوجرانوالہ جانا پڑا تاہم کالج میں کلرک ہوتے ہوئے بھی سرکاری نوکری کا لحاظ رکھے بغیر وہاں طالبات کو جماعتی لٹریچر دینا شروع کر دیا جس پر پرنسپل کی طرف وارننگ بھی ملی، تاہم قاسم نے رکنا تھا نہ وہ رُکے۔ بعد ازاں انہوں نے لاہور تبادلہ کروالیا اور خوب دن رات ایک کر کے تنظیمی اُمور سرانجام دیئے۔ قاسم چودھری تنظیمی

CamScanner

اُمور میں غیر مطمئن معاملات میں قیادت سے کھل کر سوالات کرتے اور مولانا محمد اعظم طارق شہید ودیگر قائدین جب ان کو مطمئن کرتے تو اُن کی خوشی واطمینان قابل دید ہوتا تھا۔

قاسم شہید کو جھنگوی کاز سے جنون کی حد تک عشق تھا، ان کی سوچ، قدم اسی کی کامیابی کے لئے اٹھتا تھا، حالات ومشکلات کی تیز ہوائیں ان کے راستے کو رکاوٹ نہیں بنتی تھیں۔ لاہور کے کئی علاقوں میں انہوں نے اپنی کاوشوں سے یونٹوں کا قیام کیا۔ بارش، سردی، گرمی ہر قسم کے حالات میں بھی وہ تنظیمی معاملات کو ترجیح دیتے۔ کارکن کے مسائل کو حل کرنے کی جدوجہد کرتے، کسی جگہ غیر قانونی ماتمی مجلس ہوتی اس کی روک تھام کے لئے قانونی ذرائع استعمال کرتے، اصحابِ رسول پر تبرا سنتے تو طبیعت بے چین ہوجاتی اور ملزمان کو کیفر کردار تک پہنچانے تک سکون کا سانس نہ لیتے۔

قاسم چودھری شہید پر ایک وقت یہ حالات بھی آئے کہ تنظیمی اُمور کی وجہ سے سگے عزیزوں نے بھی قطع تعلقی کر دی، حتیٰ کے والد نے بھی کہہ دیا کہ تنظیم چھوڑ کر ہمارے پاس آجاؤ ورنہ جو دل چاہتا ہے وہ کرو۔ ساری صورتِ حال جماعتی ذمے داران کو بتائی گئی تو ان کی رہائش کا ایک مدرسے میں انتظام کروادیا گیا، تاہم قاسم کسی پر بوجھ بننا نہیں چاہتے تھے، اس لئے دن بھر مزدوری کرتے اور شام کو کپڑے تبدیل کر کے تنظیمی امور کے لئے نکل جاتے۔

16 جنوری 1996ء کو ایک تنظیمی دوست کے گھر کھانا کھایا وہاں سے نکلے تو اغواء کر لئے گئے۔ ایک دو دن بعد دوستوں کو تشویش ہوئی، ایک دوسرے سے رابطہ کیا، کوئی پتہ نہ چلا، کچھ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ شاہد گاؤں چلے گئے ہوں، تاہم دو دن بعد 18 جنوری 1996ء لاہور کی سبزہ زار اسکیم D بلاک سے ٹارچر زدہ لاش برآمد ہوئی، جس کو پولیس نے لاوارث سمجھ کر دفن کر دیا۔ کافی جستجو کے بعد معلوم ہوا کہ ایک لاش ملی تھی جسے بعد میں کپڑے، جوتے اور موزے کے ذریعے پہنچانا گیا کہ دفن کیا جانے والا نوجوان قاسم چوہدری ہی ہے۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق ان پر بہیمانہ تشدد کیا گیا۔ داڑھی کاٹی گئی اور سر بریدہ کر کے پھینک دیا گیا۔

اب مسئلہ ان کی آبائی علاقے تدفین کا تھا، جبکہ شہادت کو 21 یوم گزر چکے تھے، اگر لاش غیر مناسب حالت میں نکلتی تو لوگوں کی باتیں بنتیں، تاہم جب ایمان خدا پر اور مشن کی صداقت

CamScanner

کا چڑھتے ہوئے سورج کی طرح یقین ہو اور موت بھی شہادت کی ہو تو پھر انعاماتِ خداوندی سے بھی انسان آگاہ رہتا ہے، چنانچہ مولانا عبدالقیوم صاحب کی نگرانی میں قبر کشائی کا سلسلہ شروع ہوا، انتظامیہ کیمیکل کے ساتھ موجود تھی کہ کہیں تعفن نہ پھیلے، جبکہ بڑی تعداد میں کارکنان بھی جمع تھے۔ لاش نکالی گئی تو خون ابھی تک بہہ رہا تھا اور لہو بھی گرم تھا۔ بعض کارکنان کی ساتھی کی لاش دیکھ کر فرطِ جذبات سے چیخیں نکل گئیں۔

دوستوں کے جھرمٹ میں لاش گاؤں ''بھٹی بھتگو'' لے جائی گئی۔ مولانا عبدالقیوم صدر سپاہ لاہور نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور آہوں اور سسکیوں میں تدفین کردی گئی۔

قاسم کی شہادت پر زندگی بھر اُن کی مخالفت کرنے والے اُن والد کے تاثرات یہ تھے کہ:

''قاسم! تو جیت گیا اور میں ہار گیا''

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

حاجی محمد طیب شہید

دل آویز مسکراہٹ، اعمال صالح، اخلاق عمدہ، صفات پاکیزہ اور اُجلی اُجلی شخصیت یہ تھے، حاجی محمد طیب شہید آپ سے جو ایک مرتبہ مل لیتا دوبارہ ملنے کے لئے بے تاب رہتا۔ آپ کا ہنستا مسکراتا چہرہ ہمیشہ اطمینان قلب کی عکاسی کرتا تھا۔ دوستوں سے ملتے تو آپ کے رخساروں کی لالی میں اضافہ ہو جاتا تھا، ہونٹ مسکراہٹ میں مکمل ساتھ دیتے، جس سے چہرے کی خوبصورتی میں بھی نکھار پیدا ہو جاتا تھا، اس کے ساتھ ساتھ جب کوئی المناک حادثہ پیش آتا، کسی تنظیمی ساتھی کی شہادت کی خبر مل جاتی تو کفر کی چیرہ دستیوں کو دیکھ کر دل مسوس کر رہ جاتے، پھر تو آنکھیں ایسے برستیں جیسے ساون بھادوں میں بادل برستے ہیں، تھمنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ ہر آدمی کی عبادت اس کے مناسب حالت پر ہوتی ہے، مالدار کی عبادت سخاوت وانفاق ہے۔

حاجی محمد طیب شہید کو اللہ نے صاحب ثروت بنایا تھا، آپ اپنے مال سے خوب سخاوت کرتے اور آپ کی یہ سخاوت مشن جھنگوی کے لئے سخاوت حاتم طائی کا درجہ رکھتی تھی، جماعتی لٹریچر کی اشاعت، قائدین کی مہمان نوازی اور ضرورت مند نظریاتی دوستوں کی دیکھ بھال آپ کی سیرت کے نمایاں اور روشن پہلو تھے، یقیناً خوش نصیب ہیں ایسے لوگ جو اس حب مال کے زمانے میں بھی اپنا مال اللہ کے دین کے لئے استعمال کر کے اُخروی نجات کا ذریعہ بناتے ہیں۔

حاجی محمد طیب شہید ایک زبردست نظریاتی ورکر تھے، وہ جماعت کی ہر پالیسی کو فالو کرتے اور شہر بھر میں ہونے والے تمام جماعتی پروگرامات میں شریک ہوتے۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہید کی شہادت کے بعد کا احتجاج ہو یا مولانا اعظم طارق شہید پر سرگودھا قاتلانہ حملے

CamScanner

کے بعد کی تحریک وہر احتجاج اور تحریک میں صف اول کے دستے میں نظر آتے بلکہ طول پکڑے جانے والے اجتماع میں سینکڑوں جماعتی کارکنان کے لئے لنگر کے انتظام کرتے۔ آپ کے اندر فیاضی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مساجد و مدارس کی تعمیر و ترقی، ناداروں اور بیوگان کی کفالت و سرپرستی، ہسپتالوں میں مریضوں کے مفت علاج کا انتظام، جیلوں میں قیدیوں کیلئے پنکھے، پبلک مقامات پر ٹھنڈے پانی کی مشینوں کی تنصیب، یہ آپ کی نیکی اور خدمت خلق کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

حاجی محمد طیب شہید کا اصلاحی تعلق جانشین امام الہدیٰ مولانا محمد اجمل قادری سے تھا، آپ ان کے مرید خاص تھے، ہر شب جمعہ کو مرکز رشد وہدایت شیرانوالہ گیٹ جامع مسجد و خانقاہ حضرت لاہوری حاضر ہو کر تزکیہ نفس، تصوف و سلوک کے اسباق لیتے اور اصلاحِ نفس کی منازل طے کرتے اور اس کے ساتھ ساتھ خانقاہ کی تعمیر و ترقی، مریدوں کی خدمت کے ساتھ ساتھ لنگر کے انتظام میں بڑھ چڑھ کر حصہ شامل فرماتے۔

حاجی محمد طیب شہید سپاہِ صحابہ سے مسلسل تعلق ورابطہ رکھنے کے باعث جماعت کی ترقی کے لئے بہت سے عزائم اور منصوبے رکھتے تھے، جن کی تکمیل کے لئے وہ بڑے بے چین رہتے تھے اور دوستوں سے مستقل مشاورت کرتے ہوئے نظر آتے، لیکن موت کب کسی کو مہلت دیتی ہے، جب وقت مقرر آجاتا ہے تو پھر انسان اس خدائی فیصلے کے آگے بے بس دکھائی دیتا ہے۔ پھر وہ قیامت خیز لمحات اور گھڑیاں بھی آگئیں جب درندہ صفت دہشت گردوں نے اپنے کفر کو چھپانے کے لئے حاجی محمد طیب کو شب جمعہ کے وقت عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد جامع مسجد شہداء کے صحن میں گولی مار کر شہید کر دیا، تاہم آپ پر گولیاں برسانے والا دشمن ناکام اور آپ قافلہ شہداء سے مل کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کامیاب ہو گئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

CamScanner

راؤ خلیل احمد ایڈووکیٹ شہید

راؤ خلیل احمد ایڈووکیٹ شہید ایک بے لوث اور مخلص انسان تھے۔ بے شک ایسے لوگوں کا نام تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ جگمگاتا ہے جو اپنے پیشے کو صرف مالی و ذاتی مفاد کی خاطر استعمال نہیں کرتے بلکہ دین و مذہب اور ملک و قوم کیلئے ان کی خدمات ہمیشہ صف اوّل میں نظر آتی ہیں۔

راؤ خلیل احمد ایڈووکیٹ کا نام ہمیشہ اصحابِ رسولؐ کے پروانوں میں یاد رکھا جائے گا۔ انہوں نے سپاہِ صحابہ کی اسیر قیادت اور کارکنوں کے مقدمات جس بے لوث انداز میں لڑے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ انہوں نے سپاہ صحابہ پاکستان کے لئے وفاداری، وفا شعاری اور فرض شناسی کی وہ عمدہ مثالیں پیش کیں جنہیں تادیر یاد رکھا جائے گا۔

شہادت سے پانچ روز قبل 19 جون 1997ء کو وہ چوہنگ سینٹر لاہور میں مولانا محمد اعظم طارق شہید سے اُن کے اہل خانہ کی ملاقات کروانے آئے تھے، اس روز ان کی مولانا سے ملاقات نہ ہوسکی، تاہم مئی کے آخری عشرے میں ہائی کوٹ کی اجازت سے مولانا محمد اعظم طارق شہید سے ملے تھے تو اس وقت مولانا نے اُن کو احتیاط کی تلقین فرمائی تھی کہ آپ کا ہمارے مقدمات کی پیروی کرنا دشمنوں کو ہرگز برداشت نہ ہوگا، اگر ممکن ہو تو آئی جی پولیس سے مل کر دو پولیس اہلکار اپنی حفاظت کے لئے لے لیں۔

راؤ خلیل احمد ایڈووکیٹ شہید نے چوہنگ سینٹر میں مولانا محمد اعظم طارق شہید کے ساتھ ہونے والے ناروا سلوک کے خلاف اخبارات میں شدید احتجاج بھی کیا تھا، جس کی وجہ سے وہ اور زیادہ دشمنوں کی نظر میں آ گئے تھے اور انہیں فون پر دھمکیاں ملنا شروع ہوگئی تھیں، مشکوک افراد ان کا تعاقب کرنے لگے تھے۔ انہوں نے آئی جی پنجاب سے رابطہ کیا تو انہیں دو حفاظتی گارڈ بھی مہیا کر دیئے گئے، تاہم آنے والی موت سے کس کو مفر ہوسکتا ہے اور جب وہ آجائے

CamScanner

تو تمام تدابیر پر خدا وحدہ لاشریک کی تقدیر غالب آ جایا کرتی ہے۔ خدا کی قدرت جس روز یہ دو حفاظتی گارڈ اُن کے دفتر سلیمی چیمبر میں پہنچے اسی روز گھر سے دفتر آتے ہوئے 24 جون 1997ء فرض شناس، غلامانِ اصحابِ رسول سے محبت رکھنے والے اصحاب رسولؐ کے اس پروانے کو یہودی النسل سبائی ٹولے کے تربیت یافتہ ہدفی قاتلوں نے گولیوں کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

شہدائے
ہری پور

شہدائے ہری پور

ہری پور شہر کی بنیاد 1821ء میں سکھ جنرل ہری سنگھ نلوہ نے فوجی نقطہ نظر سے رکھی۔ ہری پور شہر میں ایک قلعہ تعمیر کیا گیا جس کی دیواریں 4 میٹر چوڑی اور 16 میٹر اونچی تھیں۔ قلعہ میں داخل ہونے کے لئے چار دروازے تھے۔ ہری پور کا نام رنجیت سنگھ کے ایک سکھ جرنیل ہری سنگھ نالوا کے نام پر رکھا گیا۔ ہری پور تحصیل کو یکم جولائی 1992ء میں ضلع کا درجہ دے کر ضلع ایبٹ آباد سے علیحدہ کر دیا گیا۔

ہری پور شہر اسلام آباد سے 65 کلومیٹر اور ایبٹ آباد سے 35 کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ اس ضلع کو جغرافیائی محل وقوع کے لحاظ سے کلیدی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ یہ ضلع ہزارہ ڈویژن اور صوبہ خیبر پختونخوا کے مابین ایک پھاٹک کا درجہ رکھتا ہے۔ اپنے منفرد محل وقوع کی وجہ سے ہری پور کی حدود آٹھ مختلف اضلاع سے ملتی ہیں۔ ہری پور موسم کے لحاظ سے گرم بارانی معتدل خطے میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ یہاں سب سے زیادہ گرم مہینہ جون کا ہوتا ہے، جس میں درجہ حرات 40 ڈگری سینٹی گریڈ سے بھی بڑھ جاتا ہے، اس کے بعد جولائی، اگست میں مون سون کی وجہ سے بہت زیادہ بارشیں ہوتی ہیں جس سے گرمی کا زور ٹوٹ جاتا ہے مگر حبس بہت بڑھ جاتا ہے۔ نومبر کے مہینے میں سب سے کم بارشیں ہوتی ہیں اور پورا ماہ عموماً خشک سردی میں گزرتا ہے۔ سردی کے موسم میں جنوری سب سے زیادہ سرد ہوتا ہے، جبکہ بعض دنوں میں درجہ حرارت نقطہ انجماد سے بھی گر جاتا ہے۔ مارچ، اپریل اور ستمبر، اکتوبر کے مہینوں میں موسم معتدل رہتا ہے۔

آمدم برسر مطلب! یہ علاقہ اپنی تمام تر خوبصورتیوں اور رعنائیوں کے ساتھ اصحابِ رسولؐ کے پروانوں کا گڑھ سمجھا جاتا ہے۔

نادم سطور 15 اکتوبر 2017ء کے دن بھی دفاعِ صحابہ واستحکام پاکستان کے خوبصورت عنوان سے ایک کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں ہزاروں کی تعداد میں سنی نوجوان، بوڑھے اور

بچے شریک ہوئے۔

28دسمبر1999ء بمطابق 19رمضان المبارک ہر پور کے گاؤں سکندر پورہ میں ایک دلخراش سانحہ پیش آیا۔ نمازِ جنازہ میں شریک سنی مسلمانوں پر شیعہ دہشت گردوں کی طرف سے اندھا دھند فائرنگ کردی گئی جس سے موقع پر ہی 17افراد شہید اور 8شدید زخمی ہوگئے۔

ہری پور کے رہائشی اور اہلسنت والجماعت ضلع راولپنڈی کے ترجمان برادرم انیس الدین عثمانی کی بیان کردہ تفصیلات اور اخباری رپورٹوں کے مطابق ہری پور کے گاؤں سکندر پورہ میں گاؤں کے لوگ ایک بزرگ عالم دین حافظ روشن دین کے جنازے میں شریک تھے اور جنازے کی ادائیگی کے بعد قبرستان میں تدفین کی تیاریاں کررہے تھے کہ شیعہ ملزمان سلامت شاہ، آصف شاہ اور ذاکر شاہ نے کلاشنکوفوں سے معصوم، بے گناہ اور نہتے مسلمانوں پر اندھا دھند فائرنگ کردی جس کے نتیجے میں آناً فاناً لاشوں کے ڈھیر لگ گئے اور ہر طرف چیخ وپکار مچ گئی اور ملزمان موقع سے فرار ہوگئے۔ مزید تفصیلات کے مطابق مذکورہ ملزمان اور علاقہ کے چند شیعہ افراد سنیوں کے قبرستان پر قبضہ کرنے کے لئے وہاں ناجائز کمرہ تعمیر کرنا چاہتے تھے، جس کی وجہ سے ایک عرصے سے اہلسنّت اور اہل تشیع کے درمیان کشیدگی چل رہی تھی۔ موقع دیکھتے ہوئے ابن سبا اور ابولولو فیروز مجوسی کی ناجائز ذریت نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے ئے اس دلخراش واقعہ کا سہارا لیا۔

سانحہ ہری پور میں علماء، وکلاء اور علاقہ معززین سمیت 17افراد جام شہادت نوش کرگئے تھے، جن میں تمام افراد ہی اہلسنّت والجماعت کے باضابطہ کارکن تھے۔ شہید ہونے والوں میں قاضی محمد قیصر ایڈوکیٹ ولد محمد قاضی محمد شریف، بشیر احمد ولد جمال دار، عبدالخلیل ارشاد ولد مظفر چیئرمین زکوٰۃ کمیٹی، حافظ کلیم اللہ ولد محمد طیب، عارف ولد حاجی محمد صادق، محمد ماجد ولد محمد اشرف، یونس ولد نواب خان، ندیم ولد مستری محمد حنیف، ملک عامر ولد محمد اقبال، مولانا محمد طیب ولد مولانا عبدالسلام، حاجی سلیمان، احسان الحق اور مظفر اعوان شامل تھے، جبکہ زخمی ہونے والوں میں عارف، خان افسر، عبدالقدوس، عمردین، فدا حسین ودیگر شامل تھے۔

واقعہ کے خلاف سپاہِ صحابہ نے شدید ملک گیر احتجاج کیا اور حکومت کو قاتلوں کی گرفتاری

کے لئے چوبیس گھنٹے کی ڈیڈ لائن دی۔ اگلے روز شہداء کی اجتماعی نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد مقامی قبرستان میں تدفین کردی گئی۔

یقیناً یہ شہداء چمن شہداء کی آبیاری کے لئے اپنا گرم لہو دے گئے اور اپنے خون سے صحابہ کرام کی عظمتوں کا قصیدہ لکھ گئے۔ اب آنے والی نسلوں کا فریضہ اور ذمے داری بنتی ہے کہ وہ ان اولوالعزم لوگوں کے نقش پا کو اپنے لئے راہِ عمل بنائیں۔ ان شہداء اور ان کے پاکیزہ مشن کو یاد رکھیں۔ حالات کے تھپیڑے پڑتے رہتے ہیں لیکن ان تھپڑوں کو کھا کر آدمی دبک کر بیٹھ نہیں جاتا بلکہ جواں مردی کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔

الحمدللہ آج بھی ہزاروں کی تعداد میں جانیں قربان کرنے کے بعد بھی سرفروش اور نڈر و بے باک مجاہدین عظمت صحابہ کی جنگ لڑ رہے ہیں اور اُس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک اس ملک میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی مقدس جماعت کی ناموس کے تحفظ کے لئے موثر قانون اور اس پر عملدرآمد کا مربوط نظام مرتب نہیں کیا جاتا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ صحابہؓ را

بخشیش الٰہی شہید

(صحافی)

ہری پور ہزارہ ڈویژن سے تعلق رکھنے والے معروف صحافی احقاقِ حق کے بے تیغ مجاہد، اصحابِ رسول کی عظمتوں سے دل کو روشن وشاد رکھنے والے ''کے ٹو ٹائمز'' کے بیورو چیف کو 11 جون 2017ء بروز اتوار 15 رمضان المبارک صبح 7 بجے کے قریب گھر سے آفس جاتے ہوئے لورہ چوک بازار میں روزے کی حالت میں موٹر سائیکل سواروں نے فائرنگ کر کے زخمی کردیا اور آپ کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے عین سجدے کی حالت میں شہید ہوگئے۔

اللہ! کس قدر عظیم اور سعادت والی موت جو ماہِ مقدس میں روزے کی حالت میں کلمہ پڑھتے ہوئے سجدے کی حالت میں ملی۔ یقیناً سچے دل سے موتِ شہادت مانگی جائے تو وہ پوری آب وتاب سے مل ہی جاتی ہے۔

بخشیش الٰہی شہید قافلہ حسینی کے ہی ایک فرد تھے، جو حق کے اظہار کے لئے باطل اور جرم کے سامنے ڈٹے رہے، وہ بلا خوف لومۃ لائم معاشرے کے گند اور بگاڑ کے خلاف خوب لکھتے اور لکھنے کا حق ادا کرتے اور یہی اُسوۂ حسینی ہے کہ انسان جان کی پرواہ کئے بغیر باطل کے سامنے ڈٹ جائے، بخشیش الٰہی نے اسوۂ حسینی پر عمل کیا تو انہیں شہادت بھی سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مشابہت والی سجدے کی حالت میں ملی۔

بخشیش الٰہی شہید 2 فروری 1980ء کو ہری پور میں پیدا ہوئے، آپ کی تعلیم میٹرک تھی۔ پنڈی کے ترجمان اور ہری پور سے تعلق رکھنے والے میرے ہر دل عزیز بھائی اور دوست انیس الدین عثمانی کے مطابق آپ جماعت کے جان فدا کارکن اور جماعتی نظریئے کو پرنٹ میڈیا پہ کوریج دینے والے عظیم صحافی تھے۔ قائدین اہلسنّت والجماعت کے ساتھ والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے اور ان کی ہزارہ آمد پر ان کی خوشی قابل دید ہوتی تھی، دیگر صحافی

CamScanner

برادری کی قائدین سے ملاقات کراتے اوران کے شکوک وشبہات کورفع کراتے۔

آپ کے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں جن میں آپ کا پہلا نمبر تھا۔ اولاد میں ایک بیٹا اور چار بیٹیوں سے اللہ رب العزت نے نوازا تھا۔ آپ کی نمازِ جنازہ لوراچوک میں ضلعی سیکرٹری فنانس قاری محمود الرحمٰن نے پڑھائی، جس میں ہری پور کے ایم این اے بابر نواز خان، سابق ایم پی اے عمر ایوب خان، ایم پی اے قاضی اسد سمیت جماعتی ذمے داران مولانا ایاز خان جدون، مولانا توحید الرحمٰن توحیدی اور ترجمان اہلسنّت ضلع پنڈی انیس الدین عثمانی نے شرکت کی۔

اُن کی شہادت کے بعد صدر اہلسنّت علامہ اورنگزیب فاروقی مدظلہ تعزیت کے لئے اُن کے گھر بھی تشریف لے گئے اور پسماندگان سے تعزیت فرمائی۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

شہدائے شیخوپورہ و فیصل آباد

مولانا حافظ محمد عباس شہید (نابینا)

(شیخوپورہ)

مدح صحابہؓ کی عالمگیر تنظیم سپاہِ صحابہ پاکستان ہے، جس نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عزت وناموس کے لئے ایثار ووارفتگی کی جو عظیم تاریخ رقم کی وہ رہتی دنیا تک لکھی، پڑھی اور بیان کی جاتی رہے گی۔ اس جماعت کے پروانوں اور دیوانوں نے اپنے لئے جس کٹھن راہ کو اپنایا، اس پر نہایت ہی خلوص واخلاص اور کمالِ جرأت وبہادری بلکہ جانثاری سے زندگی بھر کاربند رہے۔ انہوں نے ناموس صحابہ کے لئے اپنی جانیں نچھاور کیں، کارکن قربان کئے، جیلیں کاٹیں، ماریں کھائیں، تشدد برداشت کئے، گھر بار چھوڑے، روپوشی اختیار کی، دَر دَر کی ٹھوکریں کھائیں، اپنوں کے طعنے اور غیروں کی گالیں سنیں، مگر ان سرفروشوں نے ایک انوکھی تاریخ رقم کی ہے کہ یکے بعد دیگرے مرکزی قیادت، صوبائی، ڈویژنل، ضلعی اور چھوٹے بڑے ہزاروں کارکن ناموس صحابہ پر نچھاور کئے، بلاشبہ اس حرص وآز، زرطلبی ومادّی دور میں ایسا کارنامہ ہے جس کی مثال اصحابِ رسول کے بعد تاریخ اسلام کی تیرہ صدیوں میں ملنا مشکل ہے۔

اس مضمون میں آج ہماری محفل قافلہ جھنگوی شہید کے ایک مردِ حر، نابینائے بصر مگر بینائے دِل مولانا حافظ محمد عباس شہید آف شیخوپورہ کے ساتھ ہے۔ مولانا عباس شہید کی تنظیمی جدوجہد ایسی تھی کہ وہ زندگی بھر اپنا نام عاشقانِ صحابہ کی فہرست میں شامل کروانے کے لئے کوشاں رہے اور مقدور بھر طاقت کے مطابق احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے سرگرم عمل رہے، قلوب کی طہارت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے اور اصحابِ رسول کی عظمتوں کے گرد بچھائے گئے سبائی رافضی جنگل کو صاف کرتے رہے اور اس صفائی میں اُن کے اپنے ہاتھ کئی مرتبہ کانٹوں سے زخمی ہوئے، صحت پر ناقابل تلافی اثرات پڑے، لیکن اس کے باوجود شہید اپنے قدم آگے ہی بڑھاتے رہے اور ان کی ہمت ومحنت اور بے مثال قربانی کے نتیجے میں آج ان کا شمار شہدائے ناموس صحابہ کی ممتاز ترین صفوں میں ہوتا ہے۔

CS CamScanner

12 ذی الحجہ 1416 ہجری بمطابق 1996ء قربانی والے مہینے میں آپ اپنا نام شہداء کی فہرست میں شامل کروا کے جنت کی طرف لوٹ گئے۔

آنکھوں میں نور نہ ہو تو زندگی گزر ہی جاتی ہے اور اگر دل و دماغ ہی بصیرت کھو دیں تو بصارت ہونے کے باوجود انسان جہنم کا ایندھن جاتا ہے۔ بصارت ہو، مگر بصیرت نہ ہو تو انسان ہر محفل میں ذلیل اور شرمندہ ہوتا ہے۔ بصارت نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے بصیرت عطا فرمائی ہو تو انسان اہل دانش واہل بصارت کی محفل میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں میں حافظ محمد عباس شہید شامل تھے، جنہوں نے بصارت نہ ہونے کے باوجود بصیرت کا مظاہرہ کیا، ڈی سی کی میٹنگ ہو یا اے سی کی، جماعت کی شوریٰ کا اجلاس ہو یا تربیتی کنونشن، جلسہ ہو یا جلوس، امن کا زمانہ ہو یا خوف کا، ہر وقت وہ بے پناہ بصیرت کا مظاہرہ کرتے، اہل بصارت کو حیران کر دیتے اور اپنے دلائل سے اپنی بات منوا کر اُٹھتے تھے۔

حافظ محمد عباس شہید نابینا تھے مگر کسی نے ان کو کبھی بھی بصارت کے بارے میں گلہ کرتے نہ دیکھا تھا۔ ہاں! اللہ تعالیٰ کی توحید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، صحابہ کرام کی عظمت اور امی عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما کے تقدس کے لئے بار ہا تڑپتے دیکھا گیا تھا۔ شہید اس انداز سے صحابہ کرام کی مدح سرائی کرتے کہ سامعین عش عش کر اُٹھتے، ان کی جرأت کی کھل کر داد دیتے اور اس جرأت ولکار کو جھنگوی شہید کے خون کی کرامت سمجھتے تھے۔

ساڑھے پانچ فٹ قد، چہرے پر خوبصورت بجی داڑھی، رخساروں پر کم بال، سفید رنگ، چہرہ چوڑا، ناک اور ہونٹ معتدل، بصارت سے محروم مگر بصیرت وحکمت سے مالا مال 26 سالہ حافظ عباس شہید مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے فاضل، امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید اور حضرت جھنگوی شہید کے مرید باصفا تھے۔ شیخوپورہ کی جماعت کے سنجیدہ اور سینئر ترین ذمے دار تھے۔ آپ نے دن، رات محنت کر کے پورے ضلع شیخوپورہ میں تنظیمی یونٹوں کا جال بچھایا، آپ کی محنت لگن جدو جہد کے گواہ آج بھی شیخوپورہ کے فاروق آباد، وار برٹن، ننکانہ صاحب، منڈی فیض آباد، سید واہ اور سچا سودا جیسے علاقے دے سکتے ہیں، تاہم ان کی زندگی کا سب سے نمایاں اور تاریخی کارنامہ باب

خلفائے راشدینؓ کا قیام ہے، جس کی تنصیب کے لئے آپ نے سردھڑ کی بازی لگادی تھی۔
اہل تشیع نے انتظامیہ کے ذریعے اس باب کی تنصیب کی روک تھام کے لئے خوب چالیں چلیں، مذاکرات کے ذریعے رام کرنے کی کوششیں کی گئیں، تاہم حافظ عباس شہید ان کے مذموم عزائم اور ناپاک مقاصد کو بخوبی بھانپ چکے تھے اور کسی قسم کی دھمکی اور لالچ کا شکار ہوئے بغیر باب خلفائے راشدینؓ کے قیام میں کامیاب ہوئے، بعد میں ایک موقع پر یہ بورڈ انتظامیہ نے اُتارا بھی، تاہم حافظ عباس شہید نے اپنی خداداد بصیرت سے اسے دوبارہ نصب کیا۔ حضرت فاروقی شہید تشریف لائے، زبردست بیان ہوا، ہزاروں کا مجمع تھا اس کے بعد یہ بورڈ اپنی جگہ نصب ہوا اور فضاء نعرۂ تکبیر نعرۂ رسالت اور شانِ صحابہ کے نعروں سے گونجتی رہی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے پروانے اپنی اس کامیابی پر شاداں و فرحاں تھے۔

اے کاش! آج بھی ہماری جماعت کو حافظ عباس شہید جیسے نابینا ہی مل جائیں جو عظمت اصحابِ رسول کے لئے دیوانگی کا جذبہ رکھتے ہوں اور مشن کی ترویج واشاعت کے لئے سردھڑ کی بازی لگادیں۔

مولانا محمد اعظم طارق شہید پر سرگودھا کا مشہورِ زمانہ حملے کے بعد کا احتجاج ہو یا مولانا محمد اعظم طارق شہید کی گرفتاری کے بعد کے مظاہرے پر مظاہرے، جلسے اور جلوس کی صف اوّل اور فرنٹ لائن میں عباس شہید کا موجود ہونا یقینی اور لازمی ہوا کرتا تھا۔ نابینا ہونے کے باوجود اپنا لائسنس یافتہ پسٹل اپنے ساتھ رکھتے اور پروگرامات اور ساتھیوں کے حفاظت اور سیکورٹی کا انتظام خود کرتے۔ بالآخر ایک جرأت مندانہ اور قابل تقلید تنظیمی وتحریکی زندگی گزارنے کے بعد آپ بھی قافلہ شہداء کے ساتھ جا ملے۔ ان کو ایک بد بخت سبائی النسل نے گھر کے اندر گھس کر 1996ء میں گولیاں مار کر شہید کر دیا۔

اللہ رب العزت شہید کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت بخش کر اُن کی سیرت کی روشن راہوں سے ہمیں نقش پا تلاش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللھم آمین۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

حافظ ظہور الحق شہید

(شیخوپورہ)

جمعیت علمائے اسلام ضلع شیخورہ کے جنرل سیکرٹری اور چدھڑ قوم کے بہادر ترین قبیلے کیمبو کے شیر دل عالم دین، مولانا حسین علی فاروقی کے گھر 1969ء میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے اپنے پیرو مرشد مولانا عبیداللہ انور کی تجویز پر ظہور الحق رکھا جو واقعی ظہور الحق یعنی حق کا ظہور ثابت ہوا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ حافظ ظہور الحق نے عظمت صحابہ کے وہ قصیدے پڑھے کہ آج بھی دنیا ان کے روشن کارناموں کا تذکرہ کرتی ہے۔

درمیانہ قد، چھریرا بدن، گھنگریالے بال، چوڑا سینہ، رنگ گندمی، حسین وجمیل، تیکھے نقوش، اعلیٰ اخلاق، پاکیزہ کردار، سیرت وصورت باکمال، کم گو، عشق مصطفیٰ سے لبریز، حب صحابہ سے سرشار، والدین کا فرمانبردار، اطاعت شعار، مخلوقِ خدا پر مہربان، مسلمانوں کا ہمدرد، مشن پر فدا، اس سراپا کو تصور میں لائیں، یہی ہیں حافظ ظہور الحق شہید۔ آپ کی پیدائش 1969ء میں مدرسہ انوریہ سے ملحق گھر میں ہوئی، پانچ سال کی عمر میں حفظ قرآنِ کریم کا آغاز کردیا، جو بہت تھوڑے عرصے میں مکمل کرلیا، اس کے بعد ڈگری کالج شیخوپورہ میں داخلہ لیا، جہاں تعلیم کے ساتھ غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ بھی لیا، جمعیت طلبہ اسلام میں شمولیت اختیار کی اور کالج کے ساتھ ساتھ واربرٹن شہر کے بھی جمعیت کے صدر منتخب ہوگئے، تاہم اس جماعتی ذمے داری کے باوجود بھی تعلیم پہ حرج نہ آنے دیتے بلکہ امتحانات میں اعلیٰ نمبرات حاصل کرتے۔

مولانا حسین علی فاروقی پہلے روز ہی سے سپاہ صحابہ کے مشن وپروگرام کو سمجھ چکے تھے، اس سے حافظ ظہور الحق کو زیادہ تگ ودو کرنی نہیں پڑی اور حافظ عباس شہید کی تھوڑی سے محنت سے آپ اس عظیم قافلے کے فرد بن گئے اور مختلف ذمے داریوں پہ رہتے ہوئے تھوڑے ہی

CamScanner

عرصے میں ضلع شیخوپورہ کے سالار منتخب ہو گئے۔

16 نومبر 1996ء شہید ظہور الحق ہی کی کاوشوں سے شیخوپورہ کی سرزمین پر پہلی مرتبہ ''یارانِ پیغمبر کانفرنس'' منعقد ہوئی، جس کے مہمانِ خصوصی علامہ فاروقی شہید تھے، جن کا تاریخی خطاب ہوا، اس پروگرام کے بعد ضلع شیخوپورہ کی ایک بڑی تعداد مشن جھنگوی کی اہمیت کو سمجھ کر اس کا حصہ بننا شروع ہوگئی۔

فاروقی شہید کی شہادت کے بعد آپ نے مکمل طور پر اپنے آپ کو جماعت کے لئے وقف کر دیا، تین ماہ مولانا محمد اعظم طارق شہید کے گن مین بھی رہے اور بڑی مستعدی اور چابک دستی سے اپنے فرائض سرانجام دیئے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بڑی صلاحیتوں سے نوازا تھا اور ان خداداد صلاحیتوں کی بدولت آپ ضلع بھر میں تیزی سے مشن جھنگوی پھیلا رہے تھے، جس سے پریشان ہو کر اہل تشیع نے آپ کو دھمکیاں بھی دیں اور بلا جواز نظر بند اور گرفتار کرانے کی سازشیں بھی، تاہم آپ اپنی فہم و فراست سے ان تمام ہتھکنڈوں سے محفوظ رہے۔

9 اگست 1997ء کو شیخوپورہ میں آٹھ شیعہ قتل ہوئے جن کے جھوٹے مقدمے میں حافظ صاحب کو نامزد کر دیا گیا۔ آپ گرفتاری سے بچنے کے لیے ایک سال تین ماہ روپوش رہے، تاہم نومبر 1998ء کو آپ نے گرفتاری پیش کر دی، جہاں مختلف ٹارچر سیلوں میں آپ سے تفتیش ہوئی مگر کوئی جرم ثابت نہ ہو سکا، تاہم شیخوپورہ کے ایس ایس پی محمد کلیار نے مخالف پارٹی سے لاکھوں روپے لے کر 28 رمضان المبارک کی رات آپ کو گولیوں کے برسٹ مار کر جعلی مقابلے میں شہید کر دیا۔ پوسٹ مارٹم کے بعد لاش خوالے کی گئی اور اگلے روز تحصیل کے نائب صدر اور مدرسہ حنفیہ انوار القرآن کے استاذ جناب قاری محمد سلمان عاصم نے نمازِ جنازہ پڑھائی، جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

CamScanner

محمد زبیر بٹ شہید

(فیصل آباد)

فخر فیصل آباد، پیکر جرأت وایثار محمد زبیر بٹ شہید بھی اُن خوش نصیب افراد میں سے ہیں جنہوں نے اپنی جان اصحابِ رسولؐ کی ناموس پر قربان کر کے اپنا نام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے صحابہ کرامؓ کے پروانوں کی فہرست میں شامل کروالیا۔ یقیناً جو لوگ دین اسلام کے لئے اپنا تن من دھن قربان کرتے ہیں، وہ تاریخ کے اوراق میں تا ابد کے لئے امر ہو جاتے ہیں۔

محمد زبیر بٹ شہید 1968ء کو پیپلز کالونی فیصل آباد میں خواجہ رمضان کے ہاں پیدا ہوئے، آپ کا گھرانہ چونکہ آسودہ حال تھا، اس لئے آپ کی پیدائش پر خوب خوشی منائی گئی۔ ساتویں روز آپ کا نام محمد زبیر رکھ کر آپ کا عقیقہ کیا گیا، کم عمری میں ناظرہ قرآنِ کریم اور بنیادی عقائد کی تعلیم حاصل کی اور سن شعور کو پہنچتے ہی از خود اسلامی لٹریچر کا مطالعہ شروع کردیا جس سے ابتداء ہی سے آپ کا دل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی عظمت وتقدس کیلئے کھل گیا اور اسی سوچ وفکر کا نتیجہ تھا کہ آنے والے وقتوں میں آپ مدحِ صحابہ کی عالمگیر تحریک سپاہِ صحابہ کا حصہ بنے اور ناموسِ صحابہ پہ قربان ہوگئے۔ آپ نے عصری تعلیم گورنمنٹ ٹیکنیکل اسکول فیصل آباد سے حاصل کی، آپ کے والد کے پیش نظر مقصد یہ تھا کہ آپ کا فرزند اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے اُن کے کاروبار میں حصہ بٹائے تاہم محمد زبیر بٹ کو تو ازل ہی سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی غلامی کے لئے منتخب فرمالیا تھا، اس لئے باوجودیکہ والدِ محترم نے آپ کو جاپان بھی معاش کے حصول کے لئے بھیجا، تاہم آپ کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد واپس اپنے وطن آگئے۔

محمد زبیر بٹ شہید کا سپاہِ صحابہ پاکستان میں شامل ہونے کا قصہ بھی بڑا عجیب وغریب اور انتہائی حیرت انگیز بنا، وہ اس طرح کے جاپان سے واپس آنے کے بعد اُن کے والد نے ان کو

CamScanner

جنرل اسٹور کھول کر دیا تاہم اس میں کوئی خاص ترقی نہ ملی، ایک دن ان کے دوست نے کہا کہ فلاں پیر صاحب سے تعویذ لے لیتے ہیں جو دراصل رافضی تھا، محمد زبیر بٹ اپنے دوست کے ہمراہ اس رافضی سے تعویذ لے کر آئے اس نے ایک پرچی میں کچھ لکھ کر کہا کہ روزانہ صبح اس پرچی پر اپنے جوتوں کی برسات کرنا، تمہارے کاروبار میں برکت ہوگی۔ زبیر بٹ واپس آئے، دل نے دستک دی تو اس پرچی کو کھول بیٹھے، دیکھا تو اس میں انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد کائنات کی مقدس ترین ہستیوں (سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم) کے اسمائے گرامی لکھے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھنا تھا کہ زبیر بٹ کی دل کی دنیا بدل گئی، آنکھوں میں آنسو آ گئے، کاروبار کی ساری محبت کافور ہوگئی اور اسی وقت کاروبار بند کر کے اپنے آپ کو ناموسِ صحابہ کے لئے وقف کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ پہلے جو زبیر بٹ ان لوگوں کو فرقہ پرور، جھگڑالو اور دہشت گرد سمجھتا تھا، اب اس کو یقین آ گیا تھا کہ یہ لوگ اپنے موقف میں سچے اور برحق ہیں، رافضی حقیقتاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گستاخ ہیں، اس لئے مجھے بھی اس قافلہ حق کا حصہ بن کر اس فتنے کی روک تھام کی سعی وجدوجہد کرنی چاہیے۔

محمد زبیر بٹ شہید نے مذکورہ بالا واقعہ کے بعد کھلی آنکھوں سے جماعتی رکنیت فارم بھرا اور باضابطہ صحابہ کرام کے پروانوں میں اپنا نام شامل کروالیا، تھوڑے ہی عرصے میں اپنی خداداد صلاحیتوں کے بل بوتے پر یونٹ پیپلز کالونی نمبر 1 کے صدر بن گئے اور چوبیس گھنٹے اپنے آپ کو مشن کیلئے وقف کردیا، مشن وکاز کے پھیلانے کے لئے کارکنان کو ساتھ لے کر دیوانہ وار ورک کرتے، مسائل حل کرتے اور لوگوں کی خوشی وغمی میں شریک ہوتے۔ آخرکار تھوڑے ہی عرصے میں عظمت صحابہ کی پرچار کی بدولت لوگوں بالخصوص کارکنوں کے دلوں پہ راج کرنے لگے۔ بالائی ذمہ داران نے جب اس نوجوان کو قریب سے دیکھا، اس کی کاوشوں کو پرکھا تو تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے اور تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کو فیصل آباد سٹی کا صدر بنادیا گیا۔

فیصل آباد سٹی کا صدر منتخب ہونے کے بعد آپ کا دائرہ کار اور بڑھ چکا تھا، اب آپ ایک سماجی شخصیت کے روپ میں بھی نظر آنے لگے اور معاشرے کے لئے ناسور سمجھے جانے والے

CS CamScanner

جرائم کو اہل سٹی کے تعاون سے ختم کرنے لگے، سینماؤں کے مالکان کو قبلہ درست کرنے کا کہا، پولیس کی کالی بھیڑوں کو خوب للکارا، کرسی پر بیٹھ کر ظلم کرنے والے افسروں کی گوش مالی کی اور نام نہاد چوہدریوں کی چوہدراہٹ کا بینڈ باجا بجایا اور دولت کے خمار میں جو رافضی یا نیم رافضی غریبوں پر ظلم و زیادتی کرتے آپ ان کے لئے کردارِ مسیحا پیش کرتے۔

سماجی شخصیت تو آپ بن ہی چکے تھے، اب جماعت نے آپ کو 1993ء کے الیکشن میں سیاسی لیڈر کے روپ میں پیش کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ آپ پیپلز پارٹی کے شوکت علی چیمہ متعصب شیعہ کے مقابلے میں الیکشن لڑے اور جماعتی فیصلے مطابق الیکشن کی خوب مہم چلائی، آپ نے انتخابی جلسوں میں اہل تشیع کو خوب للکارا، الیکشن مہم کے دوران آپ نے لوگوں کے نقد مسائل بھی حل کئے، ایک غریب کی دکان پر شیعہ کے ناجائز قبضے کو ختم کرایا۔ ایک بڑھیا کے ایک دکاندار نے دو سو روپے ہڑپ کرر کھے تھے وہ ان کو واپس دلائے اور اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جن سے زبیر بٹ شہید کے روشن کردار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپ الیکشن میں کامیاب تو نہ ہوسکے، تاہم سیاسی شعبدہ بازوں کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا۔ یہی وجہ ہے کہ الیکشن کے ذریعے برسر اقتدار آنے کے بعد آپ کے خلاف بے بنیاد مقدمات قائم کرکے آپ کے حوصلے پست کرنے کی کوشش کی گئی، جس میں وہ ناکام رہے۔

الیکشن مہم کے بعد ایک مرتبہ پھر آپ تنظیمی مصروفیات میں مشغول ہوگئے اور اب ووٹ سے ہٹ کر لوگوں کو جھنگوی کا مشن سمجھا کر اُن کی آخرت بنانے کے کی کوششیں کرتے رہے۔

زبیر بٹ شہید کے کام اور نام کو دیکھ کر مقامی سیاسی لیڈروں کی نیندیں پہلے ہی حرام ہوچکی تھیں، اب ان کو مستقبل میں اپنی سیاسی موت نظر آنے لگی، چنانچہ ایک گہری سازش کے ذریعے شوکت علی رافضی نے سنی تحریک کے نام نہاد کارکنان کو استعمال کرکے زبیر بٹ شہید کو قتل کے جھوٹے مقدمے میں 24 جون 1994ء کو نامزد کروا کے گرفتار کروادیا۔ دو سال تقریباً مقدمے کی کارروائی چلی اور 23 جون 1996ء کو زبیر بٹ صاحب کو سزائے موت اور دیگر نو افراد کو مختلف سزائیں سنادی گئیں، سزا سنائے جانے کے بعد فیصل آباد کے رافضی چودھریوں نے زبیر بٹ کی دکان کو آگ لگادی، جس میں کئی لاکھ کا سامان موجود تھا اور اس طرح کے کئی

CamScanner

اقدامات کیے گئے، لیکن عزیمت کے خوگر زبیر بٹ شہید مشن سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹے۔

23 جون 1996ء کو سزا سنائی گئی، جس کے خلاف ہائیکورٹ میں اپیل دائر کی گئی، جس کا فیصلہ دسمبر 1996ء تک نہ ہوسکا، بالآخر 4 دسمبر 1996ء ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت فیصل آباد کے صحابہ دشمنوں اور پولیس میں موجود رافضیوں کے ذریعے جیل میں پہلے سے موجود رافضی خادم حسین کو پستول دے کر زبیر بٹ شہید پر قاتلانہ حملہ کرایا گیا، گولی لگنے سے زبیر بٹ جیل ہی میں جام شہادت نوش فرما گئے۔ جیل میں ہر طرف افراتفری مچ گئی، مگر غازی حق نواز دیگر اسیرانِ ناموس صحابہ نے دانشمندی کا مظاہرہ کر کے حالات کو کنٹرول میں رکھا۔ لاش کو پوسٹ مارٹم کے بعد لواحقین کے حوالے کر دیا گیا اور اس کے بعد جنازے اور تدفین کا عمل ہوا، جس کے بعد عظمت صحابہ کا ایک اور پروانہ حوالہ خاک ہوگیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

شہدائے خیرپور و سکھر

سائیں محمد وارث شہید

﴿والدِ ماجد علامہ علی شیر حیدری شہید﴾

(خیر پور)

22 اپریل 2012ء صبح قریب 12 بجے جامعہ حیدریہ کے بالکل سامنے جامعہ کے مہتمم اور سپاہ صحابہ پاکستان کے سرپرست اعلیٰ علامہ علی شیر حیدری شہید کے والد ماجد جناب محمد وارث کو شہید کر دیا گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

قضا و قدر سے کسی کو مفر نہیں، اس دنیا میں جو بھی آیا ہے، اُسے ایک نہ ایک دن جانا ہے، مگر بعض جانے والے جدائی کا ایسا صدمہ دے کر چلے جاتے ہیں کہ دنیا اندھیری اندھیری نظر آنے لگتی ہے۔ ایسے لوگوں پر صرف اپنے نہیں پرائے بھی روتے ہیں، انسان ہی نہیں، جن وملائک اور زمین وآسمان بھی اُن کی جدائی پر اشک بہاتے ہیں، ان کی جدائی صبح قیامت کا پیغام لاتی ہے اوران کی برکات کے اُٹھ جانے کو انسانوں کے علاوہ وحوش وطیور اور حیوانات تک محسوس کرتے ہیں۔

قائد محترم علامہ علی شیر حیدری کے والد محترم کی شخصیت بھی ایسے ہی چنیدہ افراد میں شامل تھی۔

سائیں محمد وارث شہید، جنوری 1940ء کو ضلع خیر پور کے گاؤں موسیٰ خان میں رئیس اللہ داد کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی گاؤں میں رہ کر گزاری، آپ اگرچہ عالم وفاضل نہیں تھے لیکن علماء، وطلباء و دینی کارکنان سے بے حد محبت وشفقت فرمایا کرتے تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو چھ بیٹے عطا فرمائے جن کو آپ نے دینی تعلیم اور مجاہدانہ کردار کی تربیت دے کر اپنے لئے آخرت کا ذخیرہ بنایا۔ آپ کے بڑے بیٹے علامہ علی شیر حیدری شہید اپنے وقت کے سلاطین علم میں شمار ہوتے تھے اور بڑے بڑے مشائخ اور اہل علم آپ کے

CamScanner

سامنے دوزانو بیٹھتے۔

محمد وارث شہید ایک درویش صفت انسان اور صوم وصلوٰۃ کے پابند انسان تھے۔ پنج وقتہ نمازیں باجماعت جامعہ حیدریہ کی مسجد ادا فرمایا کرتے تھے۔

اللہ رب العزت نے شہید محمد وارث کو مثالی صبر واستقامت عطا فرمایا تھا۔ قائد ملت اسلامیہ علامہ محمد احمد لدھیانوی مدظلہ کی بروایت جب علامہ علی شیر حیدری گوجرانوالہ جیل میں اسیر تھے، اُس وقت محمد وارث شہید اپنے بیٹے سے ملنے کیلئے آئے اور میں سوچ رہا تھا کہ آج باپ اور بیٹا آپس میں گلے ملیں گے تو اس وقت ان کے جذبات کیسے ہوں گے؟ لیکن جب باپ نے اپنے بیٹے کے پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں دیکھیں تو ہنس کر ملے، مجھے اس وقت بڑا تعجب ہوا کہ اللہ رب العزت نے اس باپ اور بیٹے کو کتنا صبر عطا فرمایا ہے۔

سائیں محمد وارث شہید ہمیشہ شہادت کی دعا فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے میں عالم تو نہیں ہوں، لیکن میری آرزو ہے کہ میرا حشر شہداء کی جماعت میں ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ بروئے حدیث آدمی جب صدقِ دل سے شہادت کی تمنا کرے تو وہ اسے مل ہی جاتی ہے، اللہ رب العزت نے جناب محمد وارث شہید کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور انہیں خلعت شہادت سے سرفراز فرمایا اور اس طرح عظیم قائد کے عظیم والد 22 اپریل 2004ء اپنے مدرسے کے طلبہ کو ظالموں کے چنگل سے چھڑاتے ہوئے فزتُ وربّ الکعبہ کا نعرہ مستانہ لگاتے ہوئے دارِ فانی سے دارِ بقاء کی طرف کوچ فرما گئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

CamScanner

محمد اسماعیل راجپوت شہید

(خیر پور میرس)

شہید کا خون کبھی رائیگاں نہیں جاتا، یہ مٹی میں جذب نہیں ہوتا بلکہ اُس کا خون قوم کی روح وبدن میں داخل ہوجاتا ہے اور اسے حیاتِ جاوداں عطاء کرتا ہے، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ شہید کی موت میں پوری قوم کی ملت کی بقاء کا راز مضمر ہے، شاعر نے کیا خوب کہا تھا ؎

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
لہو جو ہے شہید کا وہ قوم کی زکوٰۃ ہے

محمد اسماعیل راجپوت شہید کا تعلق بھی شہداء کی اُسی جماعت کے ساتھ ہے، جنہوں نے اپنی پھول سی اور خوبصورت جوانی کو عظمت اصحابِ رسولؐ پہ وار دیا اور شہداء کے قافلے میں شامل ہوگئے۔ شہادت سے آٹھ روز قبل آپ کو اغواء کیا گیا اور اس دوران آپ کے جسم وجان پر ہولناک تشدد کیا گیا، بعد ازاں زخموں اور تشدد سے چھلنی آپ کی لاش کو ریلوے ٹریک پر پھینک دیا گیا۔ آپ کے جسم کو تیز اُوزار کے ذریعے جگہ جگہ سے کاٹا گیا، ایک آنکھ نکالی گئی اور پیٹ کو بھی دوحصوں میں کاٹ کر تقسیم کردیا گیا اور ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا تھا۔

محمد اسماعیل راجپوت شہید نے 1975ء کو صوبہ سندھ کے معروف ضلع خیر پور کے محلّہ آخوند چنا میں محمد ابراہیم راجپوت کے گھر آنکھ کھولی تھی۔ آپ کا تعلق راجپوت برادری سے تھا، گورنمنٹ پی سی اسکول خیر پور سے بارہویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ آپ کے دوستوں کے مطابق محمد اسماعیل شہید بہت ذہین، فطین اور لائق نوجوان تھا۔ علامہ علی شیر حیدری شہید کی تقاریر سن کر صحابہؓ کی عظمتوں کو دل میں بسائے وہ اس مقدس قافلے کا حصہ بن گیا اور پھر ایسا حصہ بنا کہ اس مقدس مشن کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرگیا۔

محمد اسماعیل شہید کے نظریاتی ساتھیوں کے مطابق وہ ایک عمدہ کردار، بااخلاق اور ہنس مکھ شخص تھے اور اُن کی اِن عمدہ صفات میں بڑا دخل حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید سے اصلاحی تعلق تھا، حضرت علامہ حیدری شہید سے ارادت قائم کرنے کے بعد اُن کی زندگی میں تبدیلیاں

CamScanner

رونما ہو چکی تھیں اور وہ ایک صالح اور نیک سیرت جماعتی ورکر کی صورت میں نظر آتے تھے۔

محمد اسماعیل راجپوت کا مشن حق نواز سے بھی غیر متزلزل تعلق تھا، مشن جھنگوی شہید اور اس کی حقانیت ان کے دل و دماغ میں رَچ بس گئی تھی، جماعتی کاز اور ورک کے لئے وہ اس قدر دیوانے ہو چکے تھے کہ اس کے لئے انہوں نے اپنی سرکاری نوکری اور گھر تک کو خیر آباد کہہ دیا۔ خیر پور سے لے کر سکھر تک کوئی بھی جماعتی جلسہ ایسا نہ ہوتا جس میں محمد اسماعیل شہید شریک نہ ہوتے، وہ ہر وقت مشن جھنگوی شہید اور اس کی ترویج و اشاعت میں مگن اور اسی کاز اور نظریئے سے سرشار نظر آتے۔

مشن جھنگوی شہید سے وابستگی کی پاداش میں اُن کی کئی مرتبہ گرفتاریاں بھی عمل میں آئیں، جبکہ قاتلانہ حملوں کا بھی شکار ہوئے۔ ایک مرتبہ محرم الحرام کے مہینے میں اُن پر تیزاب پھینکا گیا، دوسری مرتبہ رافضیوں نے پکڑا اور زدوکوب کیا اور پھر پتھر مار کے اُن کے دانت بھی توڑ دیئے، تیسری مرتبہ پیٹ میں خنجر گھونپے گئے، جس کے بعد کئی روز تک ہسپتال میں زیرِ علاج بھی رہے، جبکہ چوتھی مرتبہ محلّہ حسینیہ میں فائرنگ کر کے قتل کرنے کی بھی کوشش کی گئی، تاہم ان تابڑ توڑ حملوں کے باوجود آپ کے پایہ استقلال میں ذرّہ بھر بھی لغزش نہیں آئی، بلکہ مشن سے وابستگی اور غیر متزلزل ہوتی رہی۔

بالآخر پانچواں اور آخری حملہ جان لیوا ثابت ہوا، جب آپ کو اغواء کر کے آٹھ روز تک بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور پھر درندگی کا مظاہرہ کرنے کے بعد بے دری سے شہید کر دیا گیا۔

محمد اسماعیل شہید کی نمازِ جنازہ امام و خطیب مسجد شمس مولانا سید محمد شاہ نے مسجد عمر فاروق، علی معاویہ بھائی بھائی چوک نزد چانڈیہ چوک پر پڑھائی۔ یوں قافلہ عزیمت کے ایک اور سپاہی کو قبر کے پاتال میں اُتار دیا گیا۔

شہید اسماعیل شادی شدہ اور دو بچوں کے باپ تھے۔ بیٹے کا نام اپنے شہید قائد کے نام پر محمد اعظم طارق رکھا ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے بیٹے کو بھی اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے عظمت اصحابِ رسول کا پرچار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

مولانا عبدالجبار برڑو شہید

(سکھر)

شہید ناموس صحابہؓ حضرت مولانا عبدالجبار برڑو شہید عظمت صحابہؓ کی خاطر ایک بہت ہی بے مثال کردار رکھتے تھے، لڑکپن سے ہی ان کو دینی تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ آغاز میں اپنے گاؤں واہ برڑا نزد روہڑی کے مشہور دینی مدرسہ جامعہ حسینیہ میں ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ بعد میں امام اہلسنّت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی عظیم درسگاہ جامعہ حیدریہ خیر پور میں درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ جہاں پر ان کو حضرت حیدری شہیدؒ کی بے انتہا محبت نے جماعت کے ساتھ ایسا جوڑ دیا کہ اپنے پسماندہ علاقہ سے بہت تیز رفتاری سے جماعت کا کام شروع کیا۔ باقاعدہ یونٹ کا نظام تشکیل دیکر حضرت حیدری شہید کے پروگرام منعقد کروائے، اپنے علاقے میں سب سے پہلا پروگرام ''خلیفہ بلافصل کانفرنس'' کے عنوان سے مولانا عبدالجبار برڑو کے والد جناب علی محمد برڑو نے اپنی رہائشگاہ پر منعقد کیا۔ جس کے بعد پورے علاقے میں جماعت کے یونٹ بننے کی ایک ترتیب شروع ہوگئی۔

اس کے علاوہ مولانا کو اللہ تعالیٰ نے بہت خوبیوں سے نوازا تھا۔ اپنے علاقے میں اچھا خاصہ اثر و رسوخ پیشہ ور خاندان، اعلیٰ اخلاق اور جسامت میں بھی بہت قد آور اور تندرست تھے، علاقے میں ''مجاہد فورس'' کی ایک نیم سرکاری ٹریننگ دی جاتی ہے، وہ ٹریننگ بھی کی ہوئی تھی اور سیکیورٹی حوالے سے بہت مہارت رکھتے تھے یہی وجہ تھی کہ حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ نے ان کو اپنے لئے گارڈ کے طور پر مقرر کر دیا۔ 2005ء میں دورہ حدیث مکمل کر کے مستقل طور پر حضرت حیدری شہیدؒ کے ساتھ بڑے بڑے سفر پر بھی حفاظتی گارڈ کے طور پر ساتھ ہوا کرتے تھے۔

علاقہ میں گستاخ صحابہ کی طرف سے جتنی گستاخیاں ہوتیں تو اپنی پوری قوت اور طاقت صرف کر کے صحابہؓ کا دفاع کرتے، حتیٰ کہ تھانوں اور کورٹوں میں مقدمات لڑ کر ہر لحاظ سے

CS CamScanner

دشمنان صحابہ کا راستہ روکنے کی کوشش کرتے، کئی مقدمات میں خود مدعی کے طور پر پیش ہوئے، ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظمؓ کی گستاخی کا واقعہ پیش آیا، گاؤں کے مین چوک پر حضرت فاروق اعظمؓ کے نام کا ایک خوبصورت بورڈ لگا ہوا تھا جس میں داماد علیؓ کے لقب کو اعتراض بنا کر دشمنان صحابہ کی طرف سے بورڈ پر کیچڑ لگا کر گستاخی کی گئی، جس کے خلاف بہت احتجاج کے بعد دشمنان صحابہ کے بڑے بڑے بتوں اور سر پرستوں کے خلاف مقدمہ درج ہوا۔ مدعی کا شرف مولانا کو ہی حاصل ہوا لیکن فائدہ یہ ہوا کہ مقدمہ کے دائر ہونے کے بعد بڑے بڑے بت گرنا شروع ہوگئے اور گاؤں کے معززین کے یہاں بڑی بڑی سفارشات پیش ہونے لگیں، سب نے مولانا کو اتنا مجبور کیا کہ دن اور رات میں دو دو مرتبہ مولانا کی بیٹھک پر جا کر مولانا کے والدین کو مقدمہ سے ہاتھ اٹھانے کا زور رکھا لیکن اللہ پاک مولانا کے والدین کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے کسی کی ایک نہ سنی اور اپنے موقف پر بیٹے کو تادم ڈٹے رہنے کی نصیحت کی اور صحابہؓ سے والہانہ عقیدت بالآخر مولانا کی شہادت کا باعث بنی، مولانا کراچی کے علاقے صدر کے نواح میں امامت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے کہ اچانک ایک دن مغرب کے بعد جب وہ باہر نکلے مسجد کے قریب ہی سے گزر رہے تھے کہ ملک وقوم کے دشمنوں نے مولانا پر فائرنگ کی، مولانا کا ایک ساتھی مجیب الرحمٰن سخت زخمی ہوا جبکہ مولانا خود موقع پر ہی شہید ہوگئے، 26 جون 2011ء کو ان کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔

مولانا کی شہادت کی خبر سن کر مولانا کے والدین کو سہارا دینے کیلئے ضلع سکھر کی جماعتی قیادت موقع پر مولانا کے گھر پہنچ کر ہمدردی کے طور پر مولانا کے لئے ہر قسم کا انتظام مثلاً کفن، دفن، پرچم اور کھانے پینے اور راشن کا سارا سامان ساتھ لے آنے کا اہتمام کیا اور کراچی کی قیادت سے رابطہ کر کے مولانا کی لاش وصول کی گئی اور دوسرے زخمی ساتھی کے علاج کیلئے دیگر ساتھوں کی ڈیوٹی لگائی گئی، زخمی ساتھی کو کندھے میں تین گولیاں لگی تھیں لیکن بروقت علاج کی وجہ سے اللہ پاک نے ان کو صحت عطا کی اور آج الحمد اللہ وہ ساتھی تندرستی کی زندگی گزار رہے ہیں اللہ پاک مزید اپنی رحمت شامل حال فرمائے۔

مولانا کے جنازے کو ایمبولینس کے ذریعے کراچی سے سکھر کے نواحی علاقہ واہ برڑا میں

CamScanner

لایا گیا جہاں پر واقع عظیم دینی درسگاہ جامعہ فاروقیہ میں مولانا شہید کا جنازہ پڑھا گیا، علامہ ثناء اللہ حیدری جو کہ جامع ہذا کے مہتمم بھی ہیں کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی گئی، نماز جنازہ میں جماعت کی مشہور قیادت سید غازی محمد پریل شاہ بخاری، علامہ عبدالکریم مری، علامہ عبدالجبار حیدری، حافظ محمد رمضان نعمانی، مولانا شجاعت الرسول نقشبندی، علامہ علی شیر رحمانی، قاری عطاء اللہ رحمانی، علامہ غلام نبی عثمانی، مولانا سید رشید احمد شاہ بخاری، مولانا علی شیر فاروقی، مولانا ثناء اللہ عثمانی، مولانا زاہد حسین لنڈ، مولانا فاروق احمد پنجاب، مولانا عبدالخالق چاچڑ، مولانا امداد اللہ معاویہ اور ہزاروں کی تعداد میں عوام اہلسنّت نے شرکت کی، بعد میں ان کے آبائی قبرستان اروڑ کے نزدیک نور شاہ میں دفن کیا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

شہدائے
کوہاٹ و
ہنگو

ڈاکٹر خالد نواز فاروقی شہید

(ہنگو)

ڈاکٹر خالد نواز فاروقی شہید کا تعلق ضلع ہنگو خیبر پختونخوا سے تھا، خوبصورت چہرے پر خوبصورت سنت رسولؐ سے سجی داڑھی، میانہ قد، خوش رو اور خوش اخلاق شخصیت کے مالک تھے، پختون لہجے میں اچھی اردو بولتے تھے، حافظ قرآن تھے، ابتدائی عصری تعلیم کے بعد ایف ایس سی میں اعلیٰ نمبرات حاصل کر کے میڈیکل کالج سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور پریکٹیکل لائف شروع ہوتے ہی عملی طور پر مشن جھنگوی شہید سے وابستہ ہو گئے۔

ڈاکٹر خالد نواز فاروقی شہید زمانہ طالب علمی سے ہی سپاہ صحابہؓ اسٹوڈنٹس میں شامل ہوئے۔ کالج اور ہنگو کی ذمہ داریوں سے ہو کر صوبہ خیبر کے صدر بنے، یوں ان کا تعلق جماعت سے برسوں سے تھا۔ صوبہ خیبر کے صدر منتخب ہونے کے بعد وہ مرکزی شوریٰ کے رکن بھی بن گئے، اجلاسات میں ان کی قابلیت اور شخصیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مرکزی نائب صدارت بھی سونپ دی گئی اور ساتھ ساتھ آپ سپاہ صحابہؓ ضلع ہنگو کے صدر بھی تھے۔ انہوں نے اپنی ضلع ہنگو کی صدارت کے زمانے میں علامہ علی شیر حیدری شہید اور مولانا محمد اعظم طارق شہید کے تاریخی استقبال اور جلسے کرائے۔ ایک مرتبہ مولانا محمد اعظم طارق پشاور کے دورے پر تھے تو ڈاکٹر خالد نواز فاروقی رحمہ اللہ ان کے ہمراہ تھے، ایک بڑے سرکاری افسر سے ملاقات ہوئی تو دورانِ گفتگو مذکورہ افسر اپنی انگریزی کا رعب جھاڑنا چاہ رہا تھا تو ڈاکٹر خالد نواز فاروقی نے ان کو انگریزی میں ہی جواب دیئے، آپ کو انگریزی میں خاص عبور حاصل تھا۔ ہنگو کے تاریخی و مثالی پروگرامات اور مذکورہ افسر سے ملاقات پر ان کی برمحل گفتگو سے شہید قائد کے دل میں ان کی قدر کا بے حد اضافہ ہوا اور یہی بات آگے چل کر جماعتی انتخابات میں ان کی مرکزی ڈپٹی جنرل سیکرٹری کے انتخاب کا ذریعہ بنی۔ گویا وہ علامہ شعیب ندیم شہید کے جانشین منتخب

CS CamScanner

ہو گئے، بہت ہی تھوڑے عرصے میں اعلیٰ عہدوں پر ترقی کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں اور ظاہر ہے یہ ترقی ڈاکٹر صاحب کی خوبیوں اور صلاحیتوں کی بدولت تھی۔

عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر صاحب نے دینی تعلیم بھی اچھی حاصل کر رکھی تھی۔ ہنگو کے جید علماء بالخصوص بزرگ عالم دین شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا عبداللہ مرحوم اور استاذ العلماء حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد امین اورکزئی شہید دونوں سے انہوں نے دینی تعلیم ترجمہ قرآن وتفسیر حاصل کر رکھی تھی۔ ساتھ ہی باقاعدہ میڈیکل کی تعلیم کے ساتھ ڈاکٹری کے سند یافتہ تھے مگر اس کے باوجود ان کی طبیعت میں غرور وتکبر تو کجا تواضع اور انکساری اس قدر غالب تھی کہ موجودہ دور میں ''بڑے'' کہلانے والے قابل ذکر اور معروف لوگوں میں ایسا کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ وہ محبت کرنے والے اور تعلق نبھانے والے انسان تھے۔ جماعتی ذمہ داران نہیں کارکنان کی بھی عزت کیا کرتے تھے، عہدے اور منصب کے حوالے سے وہ اپنے ہم عصروں سے بہت آگے سبقت لے جا چکے تھے تاہم مزاج میں ان کے ذرّہ بھر بھی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی تھی۔

ڈاکٹر خالد نواز فاروقی شہید ایک اچھے مقرر بھی تھے۔ ملک بھر میں ان کے پروگرامات ہوتے اور ان کی تقاریر کو خوب سراہا جاتا۔ وہ روایتی خطیب یا مقرر نہ تھے مگر اپنا مشن اور مافی الضمیر کو خوبصورت انداز میں بیان کرنے کا سلیقہ خوب جانتے تھے۔ ان کا مخصوص لہجہ بھی سامعین کے لئے دلچسپی کا سامان پیدا کرتا تھا۔ اسلامی جمعیت طلبہ پشاور کے سالانہ اجتماع میں انداز جھنگوی میں کی جانے والی گفتگو جس میں اس موقع پر مرحوم قاضی حسین احمد بھی موجود تھے مدتوں یاد رکھی جائے گی۔ زندگی کے آخری رمضان بھرپور بیان فرمائے، 22 رمضان کو آخری تقریر ضلع کوہاٹ میں کی، خلاف معمول لمبی دعا کی اور شہادت کی دعا مانگتے رہے۔ 23 رمضان ہسپتال سے گھر آتے ہوئے دہشت گردوں نے فائرنگ کر دی، زخمی ہوئے مگر موٹر سائیکل چلاتے رہے، چیک پوسٹ پر جا کر گر گئے، ہسپتال لے جایا گیا، اگلے روز ہوش میں آئے، بات چیت کی مگر پھر بے ہوش ہو گئے اور عید الفطر کے تیسرے روز جام شہادت نوش فرما گئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

CamScanner

احسان اللہ شہید

(کوہاٹ)

23 جنوری 1998ء ماہِ مقدس ماہِ رمضان المبارک میں سپاہ صحابہ صوبہ ''کے پی کے'' کے اعلان پر مولانا محمد اعظم طارق شہید کی گرفتاری کے خلاف صوبہ بھر میں کفن پوش جلوس نکالے گئے۔ سب سے بڑا جلوس پشاور میں یادگار چوک سے جی ٹی روڈ تک نکالا گیا، اس کے علاوہ مانسہرہ اور ڈی آئی خان میں بہت بڑے کفن پوش جلوس نکالے گئے۔

کوہاٹ میں بھی ایک بہت بڑا جلوس نکالا گیا جس پر اہل تشیع نے فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں سپاہ صحابہؓ کے کئی نوجوان زخمی اور ایک نوجوان احسان اللہ ولد محمد حنظلہ شہید ہو گیا۔ اس شیعہ گردی سے کوہاٹ کا پورا علاقہ سوگوار ہو گیا۔ پورے علاقے کے علماء، کارکنان اور عوام اہلسنّت میں شدید اشتعال پھیل گیا اور عوام اہلسنّت قاتلوں کی گرفتاری کے لئے ایک مرتبہ پھر سڑکوں پر نکل آئے اور مقامی علماء کے تعاون سے سنی کونسل تشکیل دے کر قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ کر دیا۔ حکومت کی مسلسل بے حسی اور غفلت کے باعث تین ماہ تک کوئی قاتل گرفتار نہ ہو سکا اور محرم الحرام کا مہینہ آن پہنچا جس پر علمائے اہلسنّت کی کاوشوں سے پہلی مرتبہ محرم میں اہل تشیع اپنا ماتمی جلوس نہ نکال سکے۔ اہل تشیع نے زبردستی جلوس نکالنے کی کوشش کی تو انتظامیہ کے ذریعے انہیں اس سینہ زوری کا منہ توڑ جواب دلوایا گیا اور یوں اہل سنت نے اپنے شہداء کے خون کا بدلہ لے لیا۔

احسان اللہ شہید ولد حنظلہ کے مزید حالات تو ہمیں دستیاب نہ ہو سکے، تاہم اس گمنام شہید کو تاریخ کا حصہ بنانے کے لئے ہم نے جلد دوئم کے ان صفحات کی زینت بنایا ہے تاکہ آنے والے وقتوں میں تاریخ کا طالب علم جب عزیمتوں کے قافلے کا مطالعہ کرے، ایک تنظیمی ورکر کی جماعتی لازوال قربانیوں کی داستان پڑھے تو اس میں اسے ایک گمنام احسان اللہ شہید کی قربانی کا تذکرہ بھی مل جائے۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

CamScanner

شہدائے سرگودھا

CamScanner

شہدائے یوم عاشورا

(سرگودھا2014ء)

اہل اسلام اپنے کیلنڈر کا آغاز رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس یادگار سفر سے کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق، دین اسلام کی سربلندی کے لئے اپنے آبائی علاقے اور بیت اللہ شریف کے پڑوس کو چھوڑ کر کھجوروں والی سرزمین یعنی ''مدینہ المنورہ'' کی طرف فرمایا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''چونکہ احکام شرعیہ (روزہ، حج، عدت وغیرہ) کا مدار حساب قمری پر ہے، اس لئے اس کی حفاظت فرض علی الکفایہ ہے، پس اگر ساری اُمت دوسری اصطلاح کو اپنا لے، جس سے حساب قمری ضائع ہو جائے تو سب گناہ گار ہوں گے۔ (ملخص من بیان القرآن)

کیلنڈر کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے، جو بوجوہ اپنے اندر ایک عظمت و حرمت رکھتا ہے۔ عیسائی و دیگر بعض مذاہب کے پیروگار اپنے سال کا آغاز ماہِ جنوری سے کرتے ہیں، جس کی آمد پران کا جشن، خوشی ایک دوسرے کو مبارکباد اور سال بھر کے منصوبے مسلمانوں کے لیے قابل تقلید نہ ہی صحیح، تاہم قابل تفکر ضرور ہیں۔

ہم نے اپنے اکابر واساتذہ سے یہ سنا کہ نئے اسلامی سال کے آغاز کے موقع پر ایک دوسرے کو مبارکباد اور دعا کی تلقین ضرور کرنی چاہیے۔ اور آئندہ سال کو گزشتہ سے بہتر بنانے کے لئے خوب سعی اور اہتمام کرنا چاہیے۔

تاہم افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے نئے سال کے آغاز کے موقع پر ایسے کسی اہتمام کی سعی نظر نہیں آتی بلکہ مسلمانوں کو نئے سال کے آغاز سے قبل کی صورت حال اس قدر کشیدہ نظر آتی ہے کہ ہر ایک شخص اپنے آپ، اپنے شہر اور اپنے ملک کو عدم تحفظ کا شکار

CamScanner

سمجھنے لگتا ہے۔ سیکورٹی اور انتظامی اداروں میں ایمرجنسی اور متعلقہ اداروں کی گھبراہٹ، چابکدستیاں اور چھٹیوں کی منسوخی، یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جن سے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ شاید پڑوسی ملک بھارت ہمارے ملک پر حملہ کرنے کے پر تول رہا ہے۔

یہ کسی پڑوسی ملک کے حملے کے ارادے کے بعد کی صورت حال قطعاً نہیں ہوتی بلکہ ملک میں اندر ہی سے ایک اقلیتی فرقے کی نام نہاد مذہبی رسوم کے آغاز کے موقع پر ہونے والی کشیدہ صورت حال کی منظر کشی ہے۔

ملک پاکستان میں 20 کروڑ عوام بستے ہیں اور ہر ایک فرد جذبۂ حب الوطنی سے سرشار ہے اور ملک کے دفاع واستحکام کے لیے مرمٹنا عین فریضہ اور عبادت سمجھتا ہے، تاہم ماہِ محرم الحرام کے آتے ہی پورے ملک کی سلامتی کو اچانک داؤ پر لگا دیا جاتا ہے اور اس کی واحد اور بنیادی وجہ ایک مخصوص فرقے کی طرف سے نکلنے والے مسلح اور تربیت یافتہ دہشت گردوں پر مشتمل خنجر بردار ماتمی جلوس ہیں۔

ہم پاکستان میں بسنے والی ہر رنگ ونسل کی اقلیت کے حقوق کے قائل ہیں اور کسی بھی فرقے کے مذہبی رسومات کے بجا لانے کے خلاف ہرگز نہیں ہیں۔ اہل تشیع جو پاکستان میں بمشکل 5 فیصد ہیں، خاص کر 8، 9 اور 10 محرم الحرام کو ان کے جلوس (جو خود شیعہ مذہب میں بھی فرض، واجب یا گیارہ آئمہ اطہار میں سے کسی سے بھی سنت تک کے درجے میں ثابت نہیں) پوری پاکستانی قوم پر مسلط کر دیے جاتے ہیں۔

یہ خنجر بردار ماتمی جلوس 95 فیصد باقی پاکستانیوں کے کن کن حقوق کو غصب کر جاتے ہیں۔ آیئے! ذرا اِن پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں:

(1) مارکیٹیں، دفاتر اور کاروباری مراکز بند ہونے کے سبب قومی معیشت کو اربوں روپے کا خسارہ ہوتا ہے۔

(2) جلوس کے راستے میں آنے والی مساجد میں نماز باجماعت پڑنے پر پابندی عائد کر دی جاتی ہے جو شرعی لحاظ سے بھی گناہِ کبیرہ اور جرمِ عظیم کا ارتکاب ہے۔

(3) ٹریفک اور راستوں کی بندش کی وجہ سے ایمرجنسی مریض کے بروقت ہسپتال نہ

CamScanner

پہنچنے کی صورت میں کئی قیمتی جانوں کا ضیاع بھی گزشتہ سالوں کے اخبارات میں بخوبی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

(4) کی ماتمی جلوس میں ''را'' یا ''موساد'' کی طرف سے کی جانے والی دہشت گردی کی وجہ سے اقلیتی فرقے کے لوگ اکثریتی فرقے اہلسنّت کی املاک نذر آتش کرتے نظر آتے ہیں، جس کا بخوبی مشاہدہ بولٹن مارکیٹ اور سانحہ راجہ بازار سے کیا جاسکتا ہے۔

(5) اشیائے خورونوش جس کی باسہولت ہر فرد تک ترسیل ریاست کا بنیادی فریضہ ہے، اس کے حصول کے لئے جان جوکھوں میں ڈالنی پڑتی ہے، کہیں خطرات کے بادل منڈلاتے ہیں تو کہیں بلا وجہ کی جبری جامہ تلاشیاں جو عوام الناس کی ذہنی کوفت اور اقلیتی فرقے اور ریاست سے نفرت کا ذریعہ بنتی ہیں۔

(6) موبائل سروس کی بندش جو معمولاتِ زندگی کو یکسر مفلوج کر کے رکھ دیتی ہے جو مزید پریشانی کا ذریعہ بنتی ہے۔

(7) ان تمام تر مسائل کے علاوہ خود یہ ماتمی جلوس بھی ملکی سیکورٹی کے لئے خطرناک سیکورٹی رسک رکھتے ہیں اور ان میں موجود مسلح افراد کسی بھی وقت ملک کے کسی بھی حصے میں دہشت گردی برپا کر سکتے ہیں، جیسا کہ سانحہ راجہ بازار پنڈی، سانحہ سرگودھا و دیگر سانحات اس کے واضح شواہد رکھتے ہیں۔

آمدم برسر مطلب! گزشتہ سطور میں آپ اقلیتی ٹولے کے ماتمی جلوسوں کا ملکی سلامتی کیلئے خطرہ اور دہشت گردی برپا کرنے کا سبب بننا بخوبی پڑھ چکے ہیں۔ ایسے ہی ایک جلوس نے ماہِ محرم الحرام 1436ھ بمطابق نومبر 2014ء میں سرگودھا کے علاقے ساہیوال کے گاؤں فاروقہ میں 9 اور 10 محرم الحرام کی شب گنبد والی مسجد میں دھاوا بول کر وہاں کے نہتے اور معصوم اہلسنّت نمازیوں پر قیامت ڈھا کر بدترین تاریخ رقم کی تھی جس میں 4 بے گناہ نمازی شہید اور 10 سے زائد زخمی ہو گئے تھے۔

سرگودھا کے ساتھیوں کے مطابق سرگودھا کی تحصیل ساہیوال کے ایک گاؤں فاروقہ میں صرف 10 افراد کے اجازت یافتہ ماتمی جلوس کے بجائے ڈیڑھ سو افراد پر مشتمل جلوس

CS CamScanner

نکالنے جانے کے خلاف اہل علاقہ بشمول اہلسنّت والجماعت نے شدید احتجاج کیا اور جلوس کے راستے میں واقع قدیمی وتاریخی گنبد والی مسجد کو تحفظ دینے کے لئے اپنی مدد آپ کے تحت جمع ہوئے اور ساتھ ساتھ انتظامیہ کو بھی آگاہ کردیا کیونکہ گزشتہ سال راولپنڈی میں بھی اسی طرح کا ماتمی جلوس وحشت وسفاکیت کی ایک تاریخ رقم کرچکا تھا۔ انتظامیہ کو مسلح شرپسندوں کے عزائم اور اپنے عدم تحفظ کا شکار ہونے سے آگاہ کیا لیکن نااہل انتظامیہ جلوس کو روک نہ سکی اور جلوس نے گزشتہ سال راولپنڈی کی طرح یہاں بھی تاریخ دھرائی اور ماتمی جلوس کی آڑ میں مسلمانوں پرحملہ کردیا۔ مسلمانوں پر لاٹھیوں اور خنجروں کے علاوہ آتشی اسلحے کو آزادانہ استعمال کیا گیا، مسجد میں گھس کر اس کے تقدس کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نشانہ لے لے کر عوام اہلسنّت کو گولیاں ماری گئیں، فائرنگ کی آواز سن کر علاقہ مکین جب مسجد پہنچے تو اس وقت ماتمی جلوس کے دہشت گرد رانا راشد، رانا عبدالرحمٰن اور زبیر معاویہ سمیت چار افراد کو شہید اور دس مسلمانوں کو زخمی کرچکے تھے۔ پولیس موقع سے فرار ہوگئی، جبکہ علاقے کا کنٹرول فوج کے حوالے کردیا گیا، نامزد افراد کے خلاف ایف آئی آر کٹوائی گئی اور متعدد کو گرفتار بھی کیا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ صحابہؓ را

CamScanner

شہدائے
کوٹ ادّو
و بھکر

سیف اللہ گاڈی شہید

(کوٹ اڈو)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ناموس پر دیوانہ وار مر مٹنے والوں میں ایک نام شہید ناموس صحابہ سیف اللہ گاڈی شہید کا بھی ہے۔ آپ کا آبائی علاقہ تحصیل کوٹ اڈو، ضلع کوٹ ادو بستی جنون کھائی دائرہ دین پناہ تھا، جہاں آپ 1982ء میں غلام حسن گاڈی کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق جس قوم وعلاقے سے تھا وہ زیادہ تر کھیتی باڑی پہ گزارا کرنے والی قوم تھی۔ آپ کے آباؤاجداد کا بھی یہی پیشہ تھا۔

سیف اللہ گاڈی کے 12 بہن بھائی ہیں۔ جن میں 6 بہنیں اور 6 بھائی، شہید سیف اللہ کا اُن میں پہلا نمبر تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم دائرہ دین پناہ میں حاصل کی۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ والدین کا ہاتھ بٹاتے، محنت مزدوری، مال مویشی کی دیکھ بھال، فصل کی کٹائی اور بجائی میں ہمیشہ والد صاحب کا ساتھ دیتے، تاہم امورِ خانہ داری کی ان ذمے داریوں کی وجہ سے تعلیم کا قطعاً حرج نہ ہونے دیتے۔

علماء حق کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے آپ کا گھرانہ اور اس کا ماحول ہمیشہ مذہبی رہا۔ آپ کا علاقہ تحریک تحفظ ناموس صحابہؓ کے حوالے سے زرخیز علاقہ ہے۔ یہاں کے باسیوں کے دلوں میں عظمت صحابہؓ رچی بسی ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ حق نواز جھنگوی شہید سے لے کر علامہ محمد احمد لدھیانوی تک تمام جماعتی قائدین یہاں تشریف لاتے رہے ہیں۔ اس پس منظر کی بنا پر سیف اللہ گاڈی بھی اوّل روز سے اس تحریک سے وابستہ رہے۔ اسکول و کالج میں تعلیم کے ساتھ ساتھ جماعتی سرگرمیاں بھی سرانجام دیتے رہے، جس کے گواہی آج بھی ان کے ساتھ پڑھنے والے کلاس فیلوز دیتے ہیں۔

اللہ ربّ العزت نے شہید سیف اللہ گاڈی کو خطابت کا بھی خاص ملکہ عطا فرمایا تھا اور وہ

CS CamScanner

بڑی خوبصورتی سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار فرمایا کرتے تھے، کالج کے تحت ہونے والے تقریری مقابلے میں بھی آپ نے خوب جوہر دکھائے اور اپنے اساتذہ کرام اور طلبہ کو خوب متاثر کیا اور اوّل پوزیشن حاصل کرتے۔

8 اگست 2002ء میں کزن سے شادی ہوئی اور تقریباً ایک سال بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹا عطا فرمایا جس کا نام فہیم الاسلام رکھا۔ آپ کی خواہش تھی کہ اپنے بیٹے کو حافظ قرآن اور عالم دین بناؤں۔ آپ کی یہ خواہش آپ کی زندگی میں تو پوری نہ ہوسکی تاہم آپ کا فہیم الاسلام آپ کے خوابوں کی تعبیر پوری کرنے کے لیے ہمہ تن مصروفِ حفظ قرآن ہے۔ آپ شہادت سے پہلے تک ایک اسکول میں بطورِ ٹیچر فرائض سرانجام دیتے رہے۔

8 اکتوبر 2004ء ملتان کے علاقے رشید آباد میں جرنیل ملت اسلامیہ مولانا محمد اعظم طارق شہید کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے ایک کانفرنس منعقد کی گئی تھی جس میں بلا مبالغہ ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ پروگرام میں شرکت کے لئے آپ پرنسپل سے چھٹی لینے گئے تو انہوں نے ازراہِ شفقت حالات کی خرابی کی وجہ سے جانے سے منع کر دیا لیکن سیف اللہ بضد تھے کہ ان کو جانا ہے۔ پرنسپل صاحب بضد ہوئے کہ آپ نے نہیں جانا، سیف اللہ گاڈی جب نہ مانے تو پرنسپل نے کہا اچھا آپ کو بھوک لگی ہے آپ کھانا کھا کر جائیں اور اُن کو ایک کمرے میں بند کر کے کنڈی لگا کر کھانا لینے چلے گئے۔ پرنسپل صاحب کھانا لینے گئے تو پیچھے سے سیف اللہ گاڈی نے دروازے کو زور سے دھکا دیا تو وہ کھل گیا۔ دوڑتے ہوئے اسٹیشن پہنچے، ٹرین جانے والی تھی اس میں سوار ہوئے، پرنسپل صاحب کھانا لے کر آئے تو دروازہ کھلا پایا اور سیف اللہ گاڈی کو نہ پایا تو وہ بھی فوراً اسٹیشن کی طرف دوڑے، کسی سے سیف اللہ سے متعلق پوچھا تو بتایا گیا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے یہاں سے دوڑتے ہوئے گئے ہیں۔ اسٹیشن پہنچے تو ٹرین جا چکی تھی، مایوس ہو کر واپس آگئے۔ واللہ اعلم شاید پرنسپل صاحب کے دل میں ایک انجانا سا خوف پیدا ہو چکا تھا، جس کی وجہ سے وہ سیف اللہ گاڈی کو روکنا چاہتے تھے، تاہم انہوں نے نہ رُکنا تھا نہ وہ رکے اور آناً فاناً جلسہ گاہ پہنچ گئے، سارا دن پروگرام سنا، اگلی صفوں میں بیٹھ کر بیانات سماعت کر کے اپنے ایمان کو جلا بخشی، ولولوں کو تازگی کا سامان پہنچایا، جلسہ کامیابی کے

CamScanner

ساتھ اختتام کو پہنچا تو سیف اللہ گاڈی دیگر ہزاروں شرکاء کے ہمراہ جلسہ گاہ سے نکلے تو ایرانی ایماء پراس کے مقامی سہولت کاروں نے ایک بہت بڑے منصوبے کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ریموٹ کنٹرول بم دھماکا کر دیا جس سے سیف اللہ گاڈی سمیت 50 کے قریب کارکنانِ سپاہ صحابہؓ عظمت اصحابِ رسولؐ پہ اپنی جان نچھاور کر گئے۔

اگلے روز شہید سیف اللہ گاڈی کا خون میں لت پت لاشہ ان کے گاؤں کوٹ ادو پہنچا، یہ خون میں رنگین ان کا کفن ان کی شباہت کسی شہزادے سے پیدا کر رہا تھا۔ شرکائے جنازہ میں سے ہرایک کی آنکھ اشک بار تھی، پہلا جنازہ کوٹ ادو میں ہوااور دوسرا دائرہ دین پناہ میں، جبکہ تیسرا جنازہ جنون کھائی میں ہزاروں شرکاء کی موجودگی میں ہوا، تیسرے جنازے کے بعد میت کوجلوس کی صورت میں آبائی قبرستان بستی گاڈی تحصیل تونسہ شریف لے جایا گیا، وہاں چوتھی مرتبہ ہزاروں افراد نے اُن کا جنازہ پڑھا، بعد ازاں ان کی میت کوتدفین کیلئے قبر میں اُتارا جانے لگا تو ان کے چچا قاری رحمت اللہ کی نظر شہید کی بند مٹھی پر پڑی جو کہ سینہ پر تھی، مٹھی کوکھولا گیا تو اس میں پانچ جماعتی اسٹیکر تھے ان پر ''صدیق تیری صداقت کوسلام'' لکھا ہوا تھا، چنانچہ تین اسٹیکر آپ کے کفن پہ لگا دیے گئے اور دو مٹھی میں رہنے دیے گئے۔

اللہ اکبر کبیرا، کیا شان ہے غلامانِ صحابہ کی جونعرہ کل مٹھی بند کر کے فضا میں ہاتھ لہرا کر لگایا کرتے تھے آج وہی نعرہ اسٹیکر کی صورت میں ان کے ہاتھ میں تھا اور وہی نعرہ لے کر بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوئے۔ میرا وجدان کہتا ہے کہ منکر نکیر کے سوال کے جواب میں ایمان کی علامت یہی مٹھی کھول کر نعرہ صداقت صدیقی دکھایا ہوگا۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

CamScanner

محمد ابراہیم تبسم شہید

(کوٹ اڈو)

محمد ابراہیم تبسم شہید 1973ء کو ڈیرہ اسماعیل خان میں پیدا ہوئے، آپ کے والد مولانا اکبر 1947ء کی تقسیم کے وقت ہندوستان سے ہجرت کرکے ڈیرہ اسماعیل خان میں آباد ہوئے تھے۔ آپ کا گھرانہ ایک طویل عرصے سے تبلیغی جماعت سے وابستہ ہونے کی بناء پر اسلامی عقائد کا پابند تھا۔ ابراہیم شہید نے گورنمنٹ اسکول نمبر 1 ڈیرہ اسماعیل خان سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور پھر دائرہ دین پناہ کوٹ اڈو میں مٹھائی کا کام کرنا شروع کردیا۔ ساتھ ساتھ تبلیغ میں چار ماہ لگائے اور اپنی زندگی کو خالصتاً اسلامی سانچے میں ڈھالا، کچھ عرصے بعد افغانستان کے جہاد میں بھی شریک رہے، اس کے بعد زندگی میں ایک عجیب نکھار پیدا ہو چکا تھا۔ قاری محمد فاروق کی دعوت پر آپ مشن جھنگوی سے متاثر ہو کر اس میں شامل ہوئے اور آگے بڑھ کر دوسروں کو بھی اس کام اور مشن کی اہمیت سمجھا کر جماعت و نظریئے کے قریب لانے کی سعی و کوشش کرتے رہے اور پھر اپنے کاروبار کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ضلع بھر پروگرامات میں شامل ہونا اور دیگر تنظیمی سرگرمیوں میں شامل رہنا اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا۔

کوٹ اڈو کے نواح میں رافضی ماسٹر فرزند علی نے امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مقدس و مطہر شان میں کھلی گستاخی پر مشتمل ایک پمفلٹ شائع کرکے علاقے بھر میں تقسیم کیا جو مسلمانوں پر بجلی بن کر گرا۔ مسلمانوں میں شدید اشتعال پھیلا اور اس سے پہلے کہ کوئی جذباتی نوجوان قانون ہاتھ میں لیتا ملزمان کو قانونی شکنجے میں لانے کی کوششیں شروع کردی گئیں، تاہم انتظامیہ اور پولیس نے روایتی ٹال مٹول سے کام لیتے ہوئے ایف آئی آر تک کاٹنے سے انکار کردیا جو مسلمانوں کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف تھا، علاقائی وفد نے فساد برپا

کرنے والے فرزند علی سے ملاقات کر کے اس کو معافی مانگنے کا کہا تو اس نے ہٹ دھرمی کا مظاہر کرتے ہوئے کہا کہ یہ تو میرا مذہب ہے، تم سے جو ہوتا ہے وہ کرلو، جس سے اور مایوسی کی کیفیت پیدا ہوئی، جس کے بعد کسی غیرت مند سنی نے فرزند علی کو قتل کرنے کا عزم کیا، تاہم چہرے کی مشابہت کی وجہ سے اس کے بھائی تو قیر کو قتل کر دیا۔

ماسٹر فرزند علی نے بھائی کے قتل میں ابراہیم شہید اور ان کے نظریاتی دوستوں کو نامزد کر دیا، دوسری طرف اہل تشیع نے ابراہیم تبسم کے گھر پر پتھراؤ کیا اور گھر کو آگ لگا دی، اہل خانہ بمشکل جان بچانے میں کامیاب ہوئے، سپاہ صحابہ کے بہت سے کارکنوں اور ذمے داروں کو گرفتار کر لیا گیا، جس میں ابراہیم شہید کے قریبی عزیز بھی شامل تھے، اس جھوٹے مقدمے میں ابراہیم تبسم مختلف مراحل سے گزر کر دوسال بعد باعزت طور پر رہا ہوئے، رہائی کے بعد آپ پہلے سے زیادہ جماعتی پروگرامات میں فعال نظر آنا شروع ہو گئے، گھر کی حالت گرفتاری کے بعد سے ناگفتہ بہ تھی، تاہم اس کی پرواہ کئے بغیر دن رات، صبح و شام مشن بس مشن کی دھن میں دیوانہ وار عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشن کو جنون کی حد تک، زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کی سعی و کوشش کرتے رہے۔

1995ء رمضان المبارک کا مہینہ اور ابراہیم کی برسوں کی آرزو کی تکمیل کا موقع، افطار سے چند منٹ قبل اپنی دکان کے کام کاج میں مصروف تھے کہ رافضی ماسٹر فرزند علی اپنے بھانجے کے ہمراہ ہیلمٹ پہنے موٹر سائیکل پر آیا اور گولیاں مار کر آپ کو شہید کر دیا۔ اگلے روز قائد ملت اسلامیہ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید لمبا اور طویل سفر طے کر کے کوٹ ادو پہنچے، کارکنان اور شہید کے والدین کو تسلی دی۔ شہید کے چہرے پر عجیب نکھار تھا جو بزبانِ حال ''فُزتُ وَرَبِّ الکعبہ'' کی صدا لگا رہا تھا۔ آخر کار جنازہ تیار ہوا علامہ فاروقی شہید نے جنازہ پڑھایا اور آنسوؤں اور سسکیوں میں آپ کی تدفین کر دی گئی۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

CamScanner

ملک ذوالفقار بھون شہید

(بھکر)

عظمت اصحابِ رسولؐ کے پرچار کرنے کی پاداش میں جن اولوالعزم لوگوں نے اپنی جانیں جانِ آفرین کے سپرد کیں، ان میں ایک جگمگاتا نام ملک ذوالفقار بھون شہید کا بھی ہے۔ آپ کے والد کا نام ملک محمد بلال ہے، 1970ء میں ضلع بھکر کی تحصیل دریا خان کے موضع بھون میں آپ کی ولادت ہوئی۔ یہ علاقہ دینی اعتبار سے زرخیر علاقہ ہے، یہاں علماء وطلباء، حفاظ وقراء کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جو ملک کے مختلف حصوں میں فروغِ قرآن وسنت میں مصروف عمل ہیں۔ تعلیم پرائمری تک حاصل کرنے کے بعد کسب معاش میں مشغول ہوگئے، تھوڑے عرصے بعد شادی خانہ آبادی کے بندھن میں بندھ گئے، اتفاقاً آپ کے ہاں بچے کی ولادت عین اسی روز ہوئی جس روز لاہور بم دھماکے میں علامہ ضیاءالرحمٰن فاروقی شہید ہوئے، آپ نے قائد شہید کی نسبت سے نومولود کا نام ضیاءالرحمٰن فاروقی تجویز کیا۔

علاقے میں رفض کے بڑھتے ہوئے جراثیم، ان کی ظلم وزیادتی اہل حق پر ظلم وستم، شہادتیں اور گرفتاریاں جب حد سے بڑھیں تو ملک ذوالفقار اس قافلۂ مظلومین کی حقیقت معلوم کرنے کے درپے ہوئے۔

حقیقت کیا معلوم کرتے خود حقیقت کا شکار ہوگئے اور سپاہِ صحابہ کے پروگرام سے متاثر ہوکر شمولیت اختیار کرلی اور تھوڑے ہی عرصے میں علاقہ بھون کے صدر منتخب ہوگئے۔ صوم وصلوٰۃ کی پابندی، چہرے پر سنت نبوی کی سجاوٹ، مزاج داعیانہ اور فکر عالی یہ آپ کی عمدہ صفات بن چکی تھیں۔ آپ ایک انتہائی متحرک وفعال تنظیمی ورکر تھے، آپ کا یونٹ ضلع بھکر کے تمام یونٹوں میں کارکردگی میں سب سے آگے رہا کرتا تھا۔ جماعتی جلسوں میں سب سے بڑا قافلہ انہی کے یونٹ کا ہوتا۔ چرم قربانی کی کھالیں اور رمضان کا فنڈ اپنی مثال آپ ہوتا تھا۔

CamScanner

صوبائی سرپرست مولانا عبدالحمید خالد ہمیشہ ان کی تعریف وتوصیف کرتے۔ سماجی ورفاہی کاموں کے ذریعے علاقہ بھر کے مکینوں کے دلوں میں بس چکے تھے۔

ملک ذوالفقار بھون شہید کا علاقہ سیاسی حوالے سے الیکشن میں کلیدی کردار ادا کرتا تھا، آپ کا تحفظ ناموسِ صحابہ کا حصہ بن جانے کے بعد سارا ووٹ دشمنانِ صحابہ کے خلاف جاتا تھا، جس سے اُن کی راتوں کی نیندیں حرام ہو چکی تھیں۔ آپ نے اپنی زندگی میں ایک یادگار دفاعِ صحابہ کانفرنس بھی منعقد کی، جو یقیناً ہزاروں نفوس پر مشتمل تھی، جس میں قائد اہلسنت علامہ محمد احمد لدھیانوی مدظلہ مہمانِ خاص تھے۔ آپ نے ملک ذوالفقار بھون کے گھر پر کھانا تناول فرمایا جہاں دیگر قیادت بھی موجود تھی، کچھ عرصے بعد کوٹلہ جام میں اہلسنّت کی قتل وغارتگری کا دلخراش سانحہ پیش آیا، جلسے سے واپس آنے والے نہتے کارکنان پر فائرنگ کی گئی جس سے پانچ کارکن موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ ملک ذوالفقار بھون نے بیدار مغزی کا ثبوت دیا اور اپنے ساتھیوں کو دشمن کے علاقے سے بحفاظت نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔

ملک ذوالفقار بھون شہید عظمت صحابہ کی پاداش میں گرفتار بھی ہوئے اور چار ماہ کا عرصہ جیل میں گزار کر آئے اور ضمانت پر رہا ہوئے۔ اسی کیس کے حوالے سے مولانا عبدالحمید خالد کی گاڑی میں ان کے ہمراہ پیشی پہ جارہے تھے کہ صبح 8 بجے قریب سرگودھا نوری گیٹ پر پہنچے تھے کہ دہشت گردوں نے بندوقوں کے دہانے کھول دیئے جس سے ملک ذوالفقار بھون اپنے جانثار ساتھی سمیت شہید، جبکہ مولانا عبدالحمید خالد سمیت پانچ ساتھی شدید زخمی ہو گئے۔

18 جنوری 1997ء کو پیدا ہونے والے اپنے نومولود بیٹے کا نام شہید قائد کے نام پر رکھنے والے آج 18 جنوری 2014ء کے دن ہی اپنے شہید قائد و دیگر قافلہ شہداء سے جا ملے۔ آپ نے پسماندگان میں ایک بیوہ، 8 بیٹیاں اور 3 بیٹے چھوڑے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ صحابہؓ را

شہدائے

تلہ گنگ و

منڈی بہاؤالدین

قاری سعید احمد شہید

(تلہ گنگ)

22 جنوری 2013ء اہلسنّت والجماعت ضلع چکوال کے نائب صدر، عالم باعمل، خطیب بے باک، مہتمم جامعہ علویہ حیدریہ قاری سعید احمد کو گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

ان للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطٰی، وکل شیء عندہ بأجل مسمی.

قاری سعید احمد شہید ولد دین محمد گاؤں دھولہ تحصیل تلہ گنگ کی آرائیں قوم کے چشم و چراغ تھے۔ 1973ء میں آپ کی ولادت ہوئی، عصری تعلیم آبائی گاؤں سے حاصل کی۔ حفظ قرآنِ کریم حضرت مولانا قاری نور محمد و قاری الطاف الرحمٰن دامت برکاتہم کے پاس کیا اور تجوید کے لئے جامعہ ترتیل القرآن راولپنڈی کا رُخ کیا وہاں ماہر اور مشاق استاذ قاری ابوبکر سے تجوید پڑھی۔ قاری سعید احمد شہید کو اللہ رب العزت نے بہت ہی خوبصورت آواز سے نوازا تھا، جب آپ تلاوت کرتے تو ایک سماں بندھ جاتا اور مجمع پر سکتے کی کیفیت طاری ہو جاتی، جس کی زندہ مثال رمضان المبارک کا ماہِ مقدس تھا جب قاری سعید احمد شہید تراویح مین قرآنِ کریم تلاوت کرتے گویا ایسے محسوس ہوتا کہ سارا شہر اُمڈ آیا ہے۔

تجوید کے بعد بھی آپ کا علمی سفر تھما نہیں بلکہ جاری رہا، صرف ونحو کی ابتدائی تعلیم پنڈ سلطانی، اٹک، جنڈ اور قائد آباد کے مقامی مدارس سے حاصل کی۔ ابھی علمی تشنگی باقی تھی کہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا کا سفر کیا۔ مشکوٰۃ شریف تک کے اسباق وہاں پڑھے اور پھر ملک کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ خیر المدارس ملتان سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

اللہ تعالیٰ کے کاموں کی حکمت اور اس کے راز انسانوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ بلاشبہ ان کی حیاتِ مستعار پوری ہوگئی، وہ چلے گئے، ان کا اتنا ہی وقت تھا، وہ اس سے زیادہ زندہ

نہیں رہ سکتے تھے، مگر بہر حال ہم جیسے کوتاہ فہموں کے لئے شہادتوں کے یہ مراحل انتہائی جان گسل ہیں۔ ابھی قاری سعید احمد شہید جیسے لوگوں کی جماعت اور اُمت کو ضرورت تھی، ان کے علوم و معارف سے ایک زمانے کے لوگوں نے استفادہ کرنا تھا، مگر اس ذاتِ کریم سے اُمید ہے کہ وہ ان کا بدل عطا فرمائیں گے، ان کے خون کی برکت سے گلشن شہداء کی آبیاری فرما کر جماعت کو منزل کے قریب سے قریب تر فرمائیں گے، ان شاءاللہ۔

قاری سعید احمد شہید بردبار، سخی، شفیق، رحم دلی اور خیر خواہی کا جذبہ رکھنے والے انسان تھے، جو شخص آپ سے ایک مرتبہ ملتا، وہ آپ کی شخصیت کا گرویدہ ہو جاتا اور اس کو آپ سے دوبارہ ملنے کی خواہش ضرور ہوتی، خلاقِ عالم کی طرف سے آپ کو حلم و صبر کی بھی وافر دولت عطا کی گئی تھی۔ قرآنِ کریم میں بیان کی گئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عمدہ صفات ''أشداء علی الکفار رحمآء بینهم '' کا آپ عملی مصداق تھے۔ عوام کے ساتھ ساتھ خواص کے بھی محبوبِ نظر تھے، بڑے بڑے اکابر اور مشائخ کو آپ سے والہانہ محبت تھی۔ قائد ملت اسلامیہ علامہ علی شیر حیدری شہید نے ایک مرتبہ اسلام آباد سے فون کیا کہ میں آپ کے پاس آرہا ہوں۔ قاری صاحب نے پرجوش استقبال کیا اور حضرت حیدری صاحب کی ٹانگیں بنفس نفیس خود دباتے رہے، ناشتے کے بعد حضرت رخصت ہونے لگے تو قاری صاحب رفقاء کے ہمراہ فاران ہوٹل تک ساتھ آئے اور جب حضرت حیدری جانے لگے تو والہانہ انداز میں حضرت قاری صاحب کی پیشانی کو بوسے دیتے رہے اور پھر محوِ سفر ہو گئے۔

قاری سعید احمد شہید جہاں دیگر خوبیوں کے مالک تھے، وہاں انسانی ہمدردی بھی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جب بھی کسی کے ساتھ کوئی پریشانی یا مسئلہ پیش آیا تو فوراً لبیک کہتے ہوئے اس مسئلے کو حل کرنے کا سامان کرتے اور تلہ گنگ ہی نہیں بلکہ ضلع ملتان اور دور دراز کے علاقوں سے لوگ اپنی حاجتیں لے کر آپ کے پاس آتے تو آپ بغیر کسی طمع ولالچ کے ان کا مسئلہ حل کرنے میں بھرپور معاونت کرتے۔ آپ کی اس صفت کو دیکھ کر غیر بھی آپ کے پاس چلے آتے اور آپ کی شخصیت کے گرویدہ بن جاتے۔

قاری سعید احمد شہید کی خطابت صورِ اسرافیل کا درجہ رکھتی تھی جو مردہ دلوں کو زندہ اور سوئے ہوئے ضمیروں کو جگاتی تھی۔ آپ میدانِ خطابت میں اپنی مثال آپ تھے، خطابت کا آغاز مسجد ابوبکر تلہ گنگ غرب سے کیا، پھر جامعہ حنفیہ محمدیہ تلہ گنگ، مکہ مسجد تلہ گنگ اور تحصیل تلہ گنگ چکوال کے علاوہ صوبہ پنجاب پھر ملک پاکستان کے مختلف علاقوں میں اپنی جادو بیانی کے جھنڈے گاڑے، آپ جہاں جاتے لوگوں کو اپنی خطابت کا گرویدہ بنا لیتے، آپ کو قدرت نے ایسی خوبیوں سے نوازا تھا کہ بلاشبہ آپ لوگوں کی محبوب شخصیت بن جاتے اور ان کے دلوں میں اُونچا مقام پا لیتے۔ ایک دن میں چار چار، پانچ پانچ جلسوں میں خطاب اور پھر یہ تعداد ہنگامی حالات میں کبھی دس تک بھی پہنچ جاتی تھی۔ آپ اس قدر ہمہ جہت شخصیت تھے کہ جس میدان میں قدم رکھتے وہاں چھا جاتے۔

قاری سعید احمد شہید کی زندگی کا روشن باب ان کا دفاع صحابہ کی خدمات کا ہے۔ شیخ حاجی یوسف شہید کے بعد جو خلا پیدا ہوا تھا نہ صرف آپ نے اس کمی کو پورا کیا بلکہ دفاعِ ناموس صحابہ کے لئے میدانِ عمل میں اُترے اور اپنے روشن ضمیر، وسعت نظر، ہمت واستقامت، جرأت وشجاعت کے ذریعے ضلع چکوال میں عظمت صحابہ کے خوب جھنڈے گاڑھے۔ آپ اہل حق کے لئے ابریشم اور اہل باطل کے لئے فولاد تھے۔ بڑے بڑے تکبرو نخوت کے پہاڑوں کو اپنی قوتِ گفتار سے زیر کر دیتے۔ جب بھی عقیدہ ختم نبوت یا دفاع صحابہ پر حملہ کیا گیا، آپ نے قانون کا سہارا لے کر مجرموں کو قرار واقعی سزا دلوائی۔

قاری سعید احمد شہید کی مکمل زندگی دفاعِ اصحابِ رسول اور اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین میں گزری اور اس راہ میں آپ نے بڑی بڑی مصیبتوں کو برداشت کیا، طرح طرح کے الزامات برداشت کئے، ماریں کھائیں مگر مشن جھنگوی سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹے اور صحابہ کی عظمت کے ترانے دہر کے سینے پر ثبت کرتے رہے۔

22 جنوری 2013ء جامعہ علویہ میں امام المجاہدین کانفرنس کی تیاریاں جاری تھیں، مصروف کارکنان حضرت قاری صاحب کا شدت سے انتظار کر رہے تھے، آخری بار فون پر رابطہ ہوا تو فرمایا دس منٹ میں آ رہا ہوں، مگر یہ دس منٹ نہیں بلکہ قیامت تک کا انتظار تھا،

مدرسے سے آواز گونجی کہ قاری صاحب پر حملہ ہوا ہے، کارکنان یہاں سے بھاگے وہاں پہنچے تو علم وعمل کا درخشندہ ستارہ راہِ آخرت پہ چل پڑا تھا۔ انسانوں کا سمندر حزن وغم کی کیفیت میں جمع ہوتا رہا، اگلے روز 23 جنوری صبح 10 بجے عالم اسلام کی عظیم روحانی شخصیت پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی دامت برکاتہم نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور تدفین کردی گئی۔

اللہ تعالیٰ قاری صاحب کی شہادت کو قبول فرما کر مشن کی کامیابی کا ذریعہ بنائے۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

CamScanner

حافظ محمد شہید

(منڈی بہاءالدین)

ہماری جماعت کے غیور، جفاکش اور نڈر و بے باک کارکنان جنہوں نے ناموسِ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کی حفاظت کے لئے ناقابل فراموش قربانیاں دیں اور اپنے خون سے اصحابِ رسول کی عظمتوں کے قصیدے لکھے۔ یقیناً ایسے سرفروش مجاہدوں کے کارنامے رہتی دنیا تک یادر کھے جائیں گے۔

حافظ محمد شہید کا تعلق بھی شہداء کے اس قافلے سے تھا جو عزیمتوں کے سفر پر گامزن رہا اور بالآخر اپنی جان بارگاہِ الٰہی میں پیش کر کے اپنے آپ کو سرخرو کروا گئے۔

20 جنوری 2014ء منڈی بہاءالدین کے علاقے بوسال میں تین مسلح افراد نے گھر میں گھس کر اہل خانہ کو ایک کمرے میں بند کر دیا اور حافظ محمد پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں وہ موقع پر ہی جام شہادت نوش فرما گئے۔

حافظ محمد شہید نے ابھی زندگی کی چند بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ اسے اپنے جوان اور گرم لہو سے اصحاب رسولؐ کی مقدس جماعت کا دفاع کا فریضہ ادا کرنا پڑا۔ بے شک آپ نے کم عمری میں ہی اپنی جان دین اسلام کی مقتدر شخصیات کی ناموس کی حفاظت پر نچھاور کر کے اُن سے کیا ہوا وعدہ وفا کر دیا تھا۔ آپ کے جسد خاکی کو ہسپتال سے گھر لایا گیا، نماز جنازہ میں لاتعداد لوگوں نے شرکت کی اور آہوں اور سسکیوں میں آخری آرام گاہ کے سپرد کر دیا گیا۔

خدا راحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

شہدائے

ڈی آئی خان

و پشین

حافظ مسعود الرحمٰن شہید

(ڈیرہ اسماعیل خان)

حافظ مسعود الرحمٰن شہید اُن لوگوں میں سے تھے جن کو دیکھ کر قرونِ اولیٰ کے مجاہدوں کی تصویر سامنے آجاتی تھی جو صبح گھوڑے کی پیٹھ پر میدانِ کارزار میں کارہائے نمایاں سرانجام دیتے اور رات کو رو رو کر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام دکھائی دیتے تھے۔

گلاب سا حسین چہرہ، بارعب شخصیت، وجاہت، شرافت، لطافت، نورانیت، آنکھوں میں چمک، کشش، حیاء، شیریں گفتگو، امین، شجاع و بہادر، بااخلاق، صابر، شاکر، مجاہد، غازی، نمازی اور قرآن کے قاری ان تمام عالی صفات کا مجموعہ حافظ مسعود الرحمٰن شہید تھے۔

حافظ مسعود الرحمٰن شہید نے ایک عظیم کاز اور مشن سے اپنے آپ کو جوڑا تھا اور جس راستے کو انہوں نے اپنے لئے منتخب کیا، وہ دین خداوندگی کا راستہ تھا، جس سے بخوبی شہید بھی واقف تھے، ان کو پتہ تھا انہوں نے جس راستے کا انتخاب کیا ہے، وہ کانٹوں کا سیج ہے، مصائب وآلام کی آماجگاہ ہے اور قدم قدم، لمحہ بالمحہ موت کا رقص دکھاتا ہے، تاہم وہ پرخطر راہوں پر چلتے ہوئے منزل تلاش کرنے میں مگن رہے اور سب کچھ سمجھنے کے باوجود چلتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی منزل کو پہنچ ہی گئے۔

آپ کو ایک جھوٹے مقدمہ میں 1994ء میں گرفتار کیا گیا، 1998ء تک مقدمے کی سماعت چلتی رہی، 11 فروری 1998ء کی رات پیشی سے واپسی پر جعلی پولیس مقابلے میں آپ کو شہید کردیا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

CamScanner

عین الدین شہید

(پشین)

دبلا پتلا مگر مضبوط ایمان، کمزور جسم مگر نظریہ قوی، دینی تعلیم زیادہ نہیں مگر دین پر مٹنے کا جذبہ حد سے زیادہ، حق کو حق کہہ کر اُس پہ ڈٹ کر کٹنے والے یہ تھے بلوچستان ضلع پشین سے تعلق رکھنے والے عین الدین ولد حاجی محمد طاہر مرحوم جنہیں تین مہینے لاپتا رکھنے کے بعد سرکاری اہلکاروں نے 22 فروری 2017ء کو ماورائے عدالت کراچی کے علاقے ملیر میں جعلی پولیس مقابلے میں شہید کردیا۔ انااللہ وانا الیہ راجعون

عین الدین شہید 1987ء میں بلوچستان کے علاقے ضلع پشین میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پشین کے مقامی اسکول سے حاصل کی، جبکہ ناظرہ قرآنِ کریم مدرسہ تعلیم القرآن روئیداد نگر ناظم آباد سے پڑھا۔ آپ اپنے علاقائی مذہبی رجحان کی وجہ سے بچپن ہی سے مذہب کی طرف مائل تھے، سن شعور کو پہنچتے کے بعد قائدین اہلسنت والجماعت کی تقاریر سن کر وہ مشن جھنگوی کی طرف مائل ہوگئے اور کارکن بن کر اپنی تنظیمی زندگی کا سفر شروع کیا۔ آپ کی تنظیمی وتحریکی خدمات اور قابل قدر کردار کو دیکھتے ہوئے ذمہ داران نے آپ کو لیاقت آباد کا ڈپٹی سیکرٹری مقرر کردیا، آپ نے اس عہدے سے وفا کی اور خوب تنظیمی اُمور سرانجام دیے۔

عین الدین شہید کو ان کی شہادت سے تین ماہ قبل اُن کے آبائی علاقے پشین سے اغواء کیا گیا، تین ماہ تک قید رکھا گیا، کسی عدالت میں پیش کر کے ان کو مقدمات کا سامنا کر کے اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ بالآخر 22 فروری کو ماورائے عدالت قتل کر کے آپ کی لاش کو ملیر کے علاقے میں پھینک دیا گیا۔ ایدھی سینٹر سے ورثاء نے آپ کی لاش وصول کی اور پشین لے گئے، جہاں سیاسی، مذہبی عمائدین اور سینکڑوں افراد کی موجودگی میں قائد کوئٹہ قاری عبدالولی نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، بعدازاں پشین کلی گوریاں میں تدفین کی گئی۔ شہید نے دولڑکے محمد معاویہ، انعام الدین اور دولڑکیوں سمیت بیوہ سوگواروں میں چھوڑے۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

باب دوم

چمن شہداء کی فکری آبیاری کرنے والے باغبان

مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمہ اللہ

نام آپ کا محمد تھا مگر دنیا انہیں مولانا محمد ضیاء القاسمی کے نام سے جانتی ہے۔ زندگی کا آغاز ہی ہجرت سے ہوا، جب آپ نو سال کے تھے تو پاکستان بن گیا اور آپ کا مردم خیز علاقہ جالندھر خاک وخون میں ڈوب کر انڈیا کے قبضے میں چلا گیا۔ ہجرت کے بعد ایک اور سنت زندہ ہوئی، جی ہاں والد محترم چل بسے اور چھوٹا سا ''محمد'' یتیم ہو گیا۔ زندگی کا آغاز ہجرت و یتیمی سے ہوا اور زندگی کا شباب دین اور توحید کی خدمت میں کٹ گیا اور بڑھاپا اہل عزیمت کی سرپرستی کرتے ہوئے گزرا۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمہ اللہ خطابت کے بلا مبالغہ بادشاہ تھے، کئی مرتبہ آمنے سامنے سنا...... اللہ اکبر کبیرا...... کیا خوب انداز تھا اور کتنا رعب و جلال۔ عظمت صحابہؓ کانفرنس اورنگی ٹاؤن میں انعقاد پذیر تھی، پنڈال مجمع سے کھچا کھچ بھرا پڑا تھا مگر ابھی تک جلسہ جما نہیں تھا، لوگ گھوم پھر رہے تھے اور ادھر ادھر دیکھ رہے تھے، اچانک اعلان ہوا کہ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی خطاب کے لئے آ رہے ہیں...... بس پھر کیا تھا ایک دم فضاء بدل گئی...... حضرت قاسمی ایک گھنٹہ آسمانی بجلی کی طرح گرجے، کڑکے اور بادل کی طرح برسے، آپ کے اس خطاب نے مجمع کا رنگ ہی بدل دیا اور فضاء نعروں سے گونجنے لگی۔

خطابت کا جوہر بھی اللہ تعالیٰ کسی کسی کو عطا فرماتے ہیں۔ یہ نعمت نقالی، بناوٹ اور تصنع سے نہیں ملتی...... خطابت بھی علم کا ایک حصہ ہے اور علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے خطیب تھے، آپ جیسا خطیب گزرا نہ کوئی آئے گا...... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کے اس شعبے کو بھی سکھایا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معلم تھے...... حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے علم کے اس شعبے کو بھی دوسرے شعبوں کی طرح سیکھا، حضرات خلفاء راشدین بہت اونچے درجے کے خطباء تھے اور حضرت کعب بن

مالک رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب کہلاتے تھے۔ خطابت کو لوگ فن سمجھتے ہیں جو ایک غلطی ہے، خطابت کا فن اور فنکاری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ایک علم اور اونچی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ حضرت قاسمی رحمہ اللہ کا خطاب سنا تو خوشبو کے ایک تازہ جھونکے کی طرح گزر گیا اور ان کی تقریر دوبارہ سننے کی دل میں ایک امنگ سی پیدا ہوگئی۔ اس واقعہ کے کئی سال بعد یہ خواہش بھی پوری ہوگئی وہ بھی بدرجہ اتم کہ جب آپ ہماری مادر علمی خطاب کے لئے تشریف لائے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں ان کی آمد پر دیوانہ وار استقبالیہ نعرے لگا رہا تھا اور پھر حضرت کا شانِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عنوان پر لاجواب خطاب ہوا جس کے مندرجات انشاء اللہ کسی موقع پر قلمبند کروں گا۔

حضرت قاسمی رحمہ اللہ بڑے خوش نصیب تھے، جب چھوٹے تھے تو حضرت مدنی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں آ گئے اور جب بڑے ہوئے تو حضرت جھنگوی رحمہ اللہ کو اپنی سرپرستی میں لے لیا، ہمیں جماعتی سطح پر ان جیسے عظیم انسان کی سرپرستی پر ہمیشہ ناز رہا ہے اور رہے گا۔ انہوں نے آڑے وقتوں میں اپنی پیرانہ سالی کے باوجود جماعت اور قائدین کا بھرپور ساتھ دیا، نہ جماعت کو کبھی تنہا چھوڑا اور نہ کبھی قیادت کو اکیلے ہونے کا احساس ہونے دیا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں ان نوجوانوں کا ساتھ دینا دینی، اخلاقی اور شرعی فریضہ سمجھتا ہوں۔

زندگی بھر کا یہ تھکا ہارا مسافر عمر بھر ناموس رسالت وصحابہؓ، اعلائے کلمۃ اللہ، صدائے توحید اور حفاظت اسلام کے محاذ پر ڈٹا رہا اور بالآخر 29 دسمبر 2000ء کو اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔ اگلے روز سوا بارہ بجے آپ کے گھر کے سامنے قاسمی پارک میں حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب نے آپ کا جنازہ پڑھایا جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

حضرت پیر جی خلیفہ عبدالقیوم صاحب رحمہ اللہ

صد باعث تعجب ہے وہ خود ساختہ معیار جو لوگوں نے کسی کی ولایت اور بزرگی جانچنے کے لئے وضع کر رکھا ہے۔ جہلاء کا خیال یہ ہے کہ اولیاء اللہ وہ ہوتے ہیں جو ہوا میں اڑ سکتے ہیں، پانی پر چل سکتے ہیں اور بھڑکتے شعلوں میں بلا خوف وخطر کود سکتے ہیں، وہ ہفتوں بلکہ مہینوں کھائے پئے بغیر زندہ رہ سکتے ہیں، ان کے اشارے پر بغیر موسم کے پھل پیدا ہو جاتے ہیں اور موسم اپنے تیور بدل لیتے ہیں، ان کے دم سے بانجھ کوکھ ہری ہو جاتی ہے، وہ چشم زدن میں ہزاروں کوس کا سفر طے کر لیتے ہیں، فجر کراچی میں پڑھتے ہیں تو ظہر اور عصر مکہ اور مدینہ میں ادا کرتے ہیں۔ ایسے غالی بھی ہیں جن کی سوچ یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندے مہینوں غسل نہیں کرتے، ڈھنگ کا لباس نہیں پہنتے، چیتھڑوں پر گزارہ کرتے ہیں، بیوی بچوں اور عزیز و اقارب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ حیرت ہے دین فطرت کے ان پیروکاروں پر جو خلافِ فطرت زندگی کو ولایت کا اعلیٰ مقام سمجھتے ہیں۔

ہمارے حضرت پیر جی خلیفہ عبدالقیوم صاحب رحمہ اللہ......اللہ کے ولی تھے، ایمان اور تقویٰ کے نور سے اپنے ظاہر اور باطن کو منور کئے ہوئے ولی، وہ نہیں جن کی زندگی فطرت سے جنگ کرتے کرتے گزر جاتی ہے بلکہ وہ ولی جو زندگی بھر نفس کے ناجائز تقاضوں، شیطانی قوتوں اور گمراہ فرقوں سے برسرِ پیکار رہتے ہیں، نہ اندر کے دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہیں، نہ باہر کے دشمن کے سامنے۔ وہ ایسے مجاہد تھے جو زندگی بھر لڑتے رہے مگر ہاتھ میں تلوار نہیں تھی، ایسے مبلغ تھے جو ''خموشی گفتگو اور بے زبانی ہے زباں میری'' کا مصداق تھے۔ وہ بنیادی اور نظریاتی طور پر تحریک مدح صحابہؓ کے قائد اور سرپرست تھے مگر ان کی مقبولیت و محبوبیت کا یہ عالم تھا کہ دین کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والا ان کو اپنا بڑا سمجھتا تھا۔

حضرت پیر جی رحمہ اللہ اڑتی ہوئی دھول اور زوال پذیر حالات میں روشنی کا ایک مینار

CamScanner

تھے۔ حضرت خلیفہ عبدالقیوم صاحب رحمہ اللہ نے اپنے پیشرو قائدین حضرت جھنگوی و فاروقی رحمہما اللہ کی روایات کو حتی الوسع زندہ رکھنے کی بھرپور سعی فرمائی، ان کی نائب سرپرستی اور سرپرستی کے زمانے میں جماعتی مشن، کاز اور نظریے کو زبردست عروج اور ترقی حاصل ہوئی، باوجود یکہ وہ ہر جگہ پچھلی صف میں بیٹھنے اور اپنے آپ کو گمنامی میں رکھنے کی کوشش کرتے تھے لیکن دلوں میں ان کی محبت ایسی ڈال دی گئی تھی کہ جہاں وہ ہوتے مسند صدارت پر انہی کو بٹھایا جاتا۔ امام اہلسنّت حضرت حیدری رحمہ اللہ ان کا احترام فرمایا کرتے تھے۔ بندہ عینی گواہ ہے کہ حضرت حیدری رحمہ اللہ نے ان کی جوتیاں سیدھی کرنے کی بھی کوشش کی، اسے ہم حضرت حیدری رحمہ اللہ کی تواضع اور فنائیت بھی کہہ سکتے ہیں اور حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی محبوبیت و مقبولیت بھی۔

آج جبکہ باطل کے علمبردار متحد ہیں اور حق کے نام لیوا انتشار در انتشار کا شکار ہیں خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کا وجود مسعود صد غنیمت تھا کہ کم از کم ایسی شخصیت تو تھی جس کے اخلاص، غیر جانبدار، تدین اور تقویٰ پر سب کا اتفاق تھا۔ حضرت کے جانے سے ہم اپنے آپ کو روحانی طور پر یتیم تصور کر رہے ہیں، ان کے جانے سے صرف اہلسنّت والجماعت اپنے سرپرست سے محروم نہیں ہوئی بلکہ ہزاروں طالبان اصلاح، دینی ادارے اور خانقاہیں اپنے آپ کو یتیم تصور کر رہی ہیں۔ کیسا شخص تھا جو ایک شہر کو نہیں پورے ملک کو ویران کر گیا، جس کی جدائی کے غم میں جنگل ہی نہیں آبادیاں بھی اداس ہیں۔

حضرت جی خلیفہ عبدالقیوم صاحب رحمہ اللہ ابتداءً صوبہ خیبر پختونخواہ کے صدر تھے پھر بعدازاں کافی عرصے تک نائب سرپرست اعلیٰ کے عہدے پر فائز رہے۔ غالباً 1998ء میں حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہید اور علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہما اللہ کی رہائی کے سلسلے میں زبردست احتجاج کی قیادت کرتے ہوئے (300) کارکنوں سمیت گرفتار بھی کیا گیا تھا، اس کے بعد بھی مختلف ادوار میں کئی برس کی قید دفاع ناموس اصحاب رسولؐ کے لئے آپ نے کاٹی بلکہ وفات سے کچھ عرصہ قبل تک آپ بس دیوار زنداں ... تھے۔ علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد آپ کو باقاعدہ اہلسنّت والجماعت کا سرپرست منتخب کیا گیا اس کے بعد

زندگی کے آخری لمحات تک تحریک مدح صحابہؓ کی قیادت کرتے رہے۔

حضرت خلیفہ عبدالقیوم صاحب رحمہ اللہ دیگر جماعتی قائدین کی طرح خطابت نہیں فرماتے تھے، خاموش طبع تھے سوائے ایک یا دو بار کے آپ کو کبھی تقریر کرتے نہیں دیکھا، خاموشی کے ساتھ جلسے میں کئی گھنٹوں بیٹھے رہتے اور کارروائی میں پوری دلچسپی لیتے۔ خصوصاً قائد ملت اسلامیہ علامہ علی شیر حیدری رحمہ اللہ کی تقریر دلپذیر پوری دلچسپی لیتے ہوئے سنتے اور ذکرواذکار میں مصروف رہتے مگر آپ کی موجودگی اور دعائیں ہی بڑی بڑی تقریروں پر بھاری ہوا کرتی تھیں۔ اس ذرّہ بے مقدار کا وجدان یہ کہتا ہے کہ حضرت والا نے دفاع اصحاب رسولؐ کے لئے ہر طرح سے مجاہدہ وریاضت کی ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ہاں بڑی پذیرائی ہوئی ہوگی۔ حضرت جی رحمہ اللہ بے حد و بے حساب رحمتوں سے نوازے گئے ہوں گے، قائد محترم کو عالم برزخ اور عالم محشر کے بلند وبالا درجات عنایت ہوئے ہوں گے۔

حضرت پیر جی رحمہ اللہ کی فقیری اور بوریانشینی میں ایسی بادشاہی تھی کہ جسے صرف اہل دل ہی سمجھ سکتے ہیں، دنیاوی آسائشوں، منصب جاہ وجلال کے حصول سے دور رہنے کے باوجود آپ گوشہ نشین بزرگ نہیں تھے، جب بھی باطل کو للکارنا ہوتا تو آپ خانقاہ سے نکل کر رسم شبیری ادا کرتے اور باطل کے خلاف اٹھنے والی تحریک کی سرپرستی فرماتے۔ دشمنانِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر توان کا کوڑا خوب برستا تھا، وہ حلقۂ یاران اہل حق کے لئے ابریشم کی طرح نرم اور رزمِ حق و باطل میں فولاد کی طرح تھے۔ سیاسی مرتبے کے اونچے پہاڑوں کا رعب ودبدبہ ان کی دینی وروحانی ہیبت کے سامنے رائی کی طرح تھا، وہ گھن گرج کے آدمی نہیں تھے لیکن ان کے فیض کا بادل امیر وغریب، چھوٹے بڑے، عالم وجاہل سب پر برستا تھا۔

مجھے یوں یاد پڑتا ہے کہ میں نے ان کی پہلی بار زیارت 1999ء میں مرکز اہلسنّت ناگن چورنگی میں اسٹوڈنٹس ونگ کے زیراہتمام منعقد ہونے والی سالانہ ''علی معاویہ ودستارِ فضیلت کانفرنس'' کے موقع پر کی تھی، وہ دلربا منظر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ قائد ملت اسلامیہ علامہ علی شیر حیدری اور حضرت پیر جی خلیفہ عبدالقیوم رحمہما اللہ دونوں ہی اسٹیج پر مجمع

البحرین کا منظر پیش کر رہے تھے اور ان کے ہمراہ علامہ عبدالغفور ندیمؒ، انجینئر الیاس زبیرؒ، مولانا ہارون قاسمیؒ، مولانا محمد احمد مدنیؒ، مولانا اورنگزیب فاروقی، حافظ حبیب اللہ مجاہد، سیّد علی معاویہ شاہ، حافظ اقرار احمد عباسی جیسے ہیرے جواہرات اور گوہر نایاب چمکتے دمکتے نظر آ رہے تھے اور کانفرنس کے انتظام کرنے والوں میں مولانا احسان اللہ فاروقی رحمہ اللہ براہِ راست شریک تھے۔ اس کانفرنس میں مجھے حضرت پیر جی رحمہ اللہ کے مبارک ہاتھوں سے حسن کارکردگی پر حضرت فاروقی شہید رحمہ اللہ کی معرکۃ الآراء کتاب تعلیماتِ آل رسولؐ بطور انعام ملی جس پر میں نے فوراً قائد ملت اسلامیہ علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ کے قلمی دستخط کروائے جو آج تک میرے پاس محفوظ اور ذریعہ فخر اور باعث نجات ہے۔ مجھے اس موقع پر حضرت پیر جی رحمہ اللہ کی خدمت کی سعادت بھی حاصل ہوئی اور اللہ گواہ ہے کہ اس پہلی ملاقات میں حضرت کی سادگی، تواضع اور تقویٰ وللّٰہیت کا تاثر دل میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جگہ کر گیا تھا۔

حضرت پیر جی رحمہ اللہ بالعموم پورے ملک اور بالخصوص ڈیرہ اسماعیل خان کے عوام کے دلوں میں بسنے والی شخصیت تھے، یہی وجہ ہے کہ جماعتی فیصلے کے بعد جب آپ صوبائی اسمبلی کی سیٹ پر الیکشن لڑنے کے لئے کھڑے ہوئے تو بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے بلکہ حیرت کی بات یہ تھی کہ جیل سے بھی اپ کو سینکڑوں ووٹ کاسٹ ہوئے جو آپ کی اسارت کے ایام میں آپ کے تقویٰ وللّٰہیت سے متاثر ہو کر حلقۂ ارادت میں شامل ہونے والوں نے دیئے تھے۔ ایم پی اے بننے کے بعد بھی آپ کی بود و باش میں کوئی تبدیلی نہیں رونما ہوئی بلکہ ایک سرکاری منصب پر فائز ہونے کے بعد بھی آپ فقر و سادگی کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ میرے ایک شاگرد مولوی مشرف معاویہ کئی باران سے ملنے صوبائی سیکرٹریٹ گئے وہ بتاتے ہیں کہ صوبہ بھر سے ذاتی کاموں کے لئے آنے والوں کو حضرت پیر جی رحمہ اللہ پہلے اصلاح کا درس دیتے، ذکر واذکار کی تلقین کرتے، گناہوں سے توبہ کرواتے پھر ان کے مدعا کو سن کر اس کے حل کے لئے مناسب سفارش تجویز کرتے الغرض جیل ہو یا خانقاہ، جماعتی جلسہ ہو یا صوبائی اسمبلی، سفر ہو یا حضر غرض حضرت پیر جی رحمہ اللہ ہر حالت میں اصلاح عوام کی فکر میں لگے رہتے۔

زندگی کے آخری ایام میں آپ کینسر کے موذی مرض میں مبتلا ہو گئے تھے مختلف قسم کے

CamScanner

علاج کے بعد بھی صحت آئے روز گرتی چلی جارہی تھی، مرکزی جماعت بالخصوص قائد اہلسنّت کی ذاتی دلچسپی اور فکر و پریشانی از حد بڑھ چکی تھی، وہ تمام تر جماعتی مصروفیات ترک کر کے حضرت کے علاج کے حوالے سے وقف ہو چکے تھے مگر تمام کوششوں کے باوجود تقدیر تدبیر پر غالب آ چکی تھی اور بالآخر 18 اکتوبر 2014ء کو ملت اسلامیہ کے عظیم فرزند، پاسبان ناموسِ صحابہؓ، سرپرست اعلیٰ اہلسنّت والجماعت، گلستانِ روحانیت کے گل دلنشین، پیکر اتباعِ رسول، سادگی وقناعت کے اعلیٰ نمونہ، مخدوم العلماء والصلحاء حضرت اقدس پیر جی خلیفہ عبدالقیوم صاحب دار فانی سے پردہ فرما کر خلد بریں کے مکین ہوئے۔

اے اللہ ہمارے حال پر رحم فرما، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر رحم فرما اور حضرت پیر جی رحمہ اللہ کی کمی کو پورا فرما اور ان کا نعم البدل عطا فرما اور ہمیں مرتے دم تک دفاعِ ختم نبوت اور عظمت ناموس صحابہؓ کا پرچار کرنے کی توفیق عطا فرما۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

CamScanner

مولانا محمد نافع رحمہ اللہ

﴿وفات 30 دسمبر 2014ء﴾

سن عیسوی 2014ء کا سب سے بڑا علمی و تحقیقی حادثہ ترجمان اہلسنّت، وکیل اصحابؓ رسولؐ، محقق دوراں مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کی المناک رحلت ہے، 31 دسمبر علی الصبح بذریعہ میسج حضرت کے انتقال کی اطلاع ملی تو کچھ لمحوں کے لئے یقین نہ آیا کہ بے تکلف و بے نفس، وقت کے عظیم محقق، مسلک اہلسنّت کے مایہ ناز ترجمان، نکتہ رس و نکتہ آفریں ہمارے مولانا محمد نافع رحمہ اللہ ہم سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہم ہی سو گئے داستاں کہتے کہتے

ابھی کچھ ہی دن قبل مسلم شریف کے درس کے دوران ناراضگیِ فاطمہ رضی اللہ عنہا والی روایت کے ''مالھا و ما علیھا'' کو بیان کرتے ہوئے جب کتاب ''رحماء بینھم'' کے حوالے سے مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کی تحقیق انیق ذکر کرنے لگا تو طلبہ سے عرض کیا کہ مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کا علمی و تحقیقی درجۂ استناد کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ نے اپنی عربی تصنیف ''تکملہ فتح الملہم'' میں مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کی اردو تصنیف سے استفادہ کرتے ہوئے ان الفاظ میں حوالہ نقل کیا ہے: ''وقد حقق فضیلۃ مولانا الشیخ محمد نافع حفظہ اللہ فی کتابہ القیم ''رحماء بینھم باللغۃ الاردیۃ ......'' یقیناً یہ الفاظ مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کی علمی و تحقیقی عظمت کی واضح دلیل ہیں اور آپ حضرات پر لازم ہے کہ آپ ان نابغۂ روزگار اکابر کی علمی و تحقیقی کتب کا بالاستیعاب مطالعہ رکھیں اور ان حضرات کی تحقیق کو حرف آخر سمجھتے ہوئے ان پر اندھا اعتماد کریں، ان حضرات کے وجودِ مسعود کو غنیمت جانیں۔ اللہ اللہ کیا معلوم تھا کہ عالم اسلام کے عظیم سرمایہ اچانک داغِ مفارقت دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت کے مکین بن جائیں گے۔

CamScanner

حضرت مولانا محمد نافع رحمہ اللہ ہمارے دور کی ان چند ممتاز و یگانہ ہستیوں میں شمار ہوتے تھے جنہوں نے اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا مقابلہ نہایت جوانمردی اور استقامت سے کیا اور بحث و تحقیق کے میدان میں باطل کو ہمیشہ شکست فاش دی، آپ کا مستقل موضوع اگرچہ ردروافض و دفاع اصحابؓ رسولؐ تھا تاہم رافضیت کے علاوہ قادیانیت، لامذہبیت اور بدعت کے فتنوں کا بھی آپ نے بھرپور تعاقب فرمایا۔ علمی و تحقیقی میدان میں حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ کو غیر معمولی ذہانت و ذکاوت کے ساتھ نکتہ رسی، نکتہ آفرینی، وسعت نظر اور استحضار علم کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا تھا۔ صرف دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم کے موضوع پر آپ کی تصانیف کے صفحات کی تعداد ہزاروں میں ہے، جن میں ہر موضوع پر مولانا محمد نافع رحمہ اللہ سرخرو اور کامیاب ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں افراد کو اس امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اوّل طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتماد و یقین کی دولت عطا فرمائی، یقیناً آپ کا وجود حق تعالیٰ کی شان عطا و جود و سخا کا عظیم نشان تھا۔

حضرت مولانا محمد نافع رحمہ اللہ اس جدید ترقی یافتہ دور میں بھی بے نفسی اور فنائیت میں اپنے جلیل القدر استاد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا عکس جمیل تھے، احقر کی اس رائے کی تصدیق وہ تمام حضرات کریں گے جنہیں زندگی میں کسی بھی مرحلہ میں حضرت نافع صاحب رحمہ اللہ سے تعلق اور نیاز مندی رہی ہو۔ آپ اپنے تمام متعلقین، احباب و رفقاء حتیٰ کہ تلامذہ و طلباء سے بھی اس طرح پیش آتے تھے کہ آپ کی شانِ عبدیت و فنائیت نمایاں ہوتی تھی۔

مولانا محمد نافع رحمہ اللہ غیر معمولی ذہانت و ذکاوت میں اسلاف کی یادگار ہونے کے علاوہ فنافی العلم ہونے میں بھی اکابر کا نمونہ تھے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے انہیں غضب کا حافظہ عطا فرمایا تھا۔ مولانا مرحوم کے صاحبزادوں کے مطابق مولانا کامل توجہ اور انہماک سے مطالعہ کرتے تھے اور مطالعہ کے ساتھ ہی اہم علمی نکات اور لطائف و ظرائف کی نشاندہی کتاب کے شروع میں خالی صفحات پر کرتے جاتے اس طرح ایک نئی فہرست وجود میں آ جاتی جو اصل فہرست سے کہیں زیادہ اُن کے نام کی طرح نافع اور عمیق ہوتی۔ مولانا کے زیر مطالعہ اکثر کتب اس طرح کی الیبلی فہرستوں سے مزین ہیں، ان کی تصانیف مسلک حق کے اثبات کے لئے

قرآن کریم کی آیات، صحاح ستہ کی احادیث، تاریخ و سیر کے حوالہ جات اور فریق مخالف کی کتب کی تائیدات سے بھری پڑی ہیں اور لطف کی بات یہ کہ کسی بھی لمحہ مولانا مرحوم نے سنجیدگی ومتانت پر مبنی اپنے اکابر واسلاف کے مزاج کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کی زندگی نوجوان طلباء اور علماء کے لئے قابل قدر نمونہ ہے۔ آپ نے زندگی کا کوئی لمحہ کسی بے کار اور لا یعنی مشغلہ میں نہیں گزارا۔ عمر کے آخری حصے میں بھی وہ نماز فجر سے لے کر رات تک تحقیق اور مطالعہ میں منہمک نظر آتے اور ان کی تمام تر مشقتوں اور کاوشوں کا محور اسلام کی صحیح تعبیر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتماد کی دعوت تھی۔ یقیناً وہ عالم آخرت میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ؎

حاصل عمر نثارِ راہ یارے کردہ ام
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردہ ام

اہلسنت والجماعت کے قائدین، کارکنان، مدارس کے طلباء و علماء ہی نہیں ہر طبقہ فکر کا شخص جو مولانا کی شخصیت و کردار سے واقف تھا مولانا کی جدائی پر غمگین و اداس نظر آتا ہے۔ احقر کو بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ مولانا کی رحلت سے ہم اپنی ایک خاص شان، امتیاز، رونق اور بہار سے محروم ہو گئے ہیں۔

ہر اک مکان کو ہے مکیں سے شرف اسد
مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

مولانا محمد نافع رحمہ اللہ سے قلبی و نظریاتی تعلق کچھ اور طوالت کا متقاضی تھا، مگر مولانا رحمہ اللہ کے حوالے سے دیگر تفصیلی مضامین بھی شائع ہو چکے ہیں، بس غم کے یہ چند آنسو ہم نیازمندوں کی طرف سے بھی قبول ہوں۔ حق تعالیٰ شانہٗ مولانا کی بال بال مغفرت فرمائے، انہیں درجات عالیہ نصیب فرمائے اور پوری امت کے اس عظیم صدمہ پر مولانا کے روحانی و نسبی پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے تلامذہ اور روحانی و نسبی اولاد کو ان کا مشن جاری رکھنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

مولانا اللہ وسایا صدیقی رحمہ اللہ

80ء کی دہائی میں پاکستان کے پڑوسی ملک ایران میں خمینی انقلاب کے بعد پیش آمدہ صورتحال اور اس نام نہاد اسلامی انقلاب کو پاکستان میں برآمد کرنے کی جو سعی و کوشش کی گئیں اس کی روک تھام اور سد باب کے لئے شمار برانگشت کے برابر صرف چند اہل عزیمت اور اولوالعزم علماء ربانی ہی تھے جنہوں نے اس ملک میں دین و شریعت کی حفاظت، دفاع صحابہؓ واہل بیتؓ کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کیا۔ انہوں نے ملک پاکستان کو اپنے لہو سے لالہ زار کیا اور ملک کے طول و عرض کو اپنے خون جگر کا امین بنایا، ہزار ظلم و ستم کے باوجود مسلمانوں کی قیمتی ترین متاع ایمان پہ ڈاکہ زنی کرنے کی قطعاً اجازت نہیں دی اور ایسے ایمان کے لٹیروں کے مذموم اور ایمان کش نظریات کو چوک، چوراہوں، گلی کوچہ اور برسر عام اور منبر و محراب پر کھلے لفظوں میں واشگاف کیا۔

ایسے چند علماء میں ایک نام ''مولانا اللہ وسایا صدیقی'' کا بھی ہے جو باطل فرقوں بالخصوص رفض کے سامنے جرأت و بہادری کے ساتھ ڈٹے رہے اور اسلامی عقائد کا مقدمہ بڑے تدبر سے لڑتے رہے۔ ملک پاکستان میں جہاں کہیں مسلمانوں کے عقائد کو کانٹا چبھا انہوں نے اپنے دل میں اس کی چبھن محسوس کی اور اپنی زبان و بیان کے ذریعے خوب مدد کی، امت کے مسائل پر سوچنا، سوچ کر بولنا اور اظہار حق میں جرأت و بے باکی اور حسن تدبر کو ہم دوش رکھنا ان کا خاص وصف تھا۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء

1950ء میں پنجاب کے علاقے قائد پور میں پیدا ہوئے اور 1975ء میں شجاع آباد پنجاب کی معروف دینی درسگاہ مدرسہ اشرف العلوم سے فاتحہ فراغ پڑھا اور ولی وقت مولانا عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ اور حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور اوّل الذکر بزرگ سے بیعت و اصلاح کا تعلق بھی قائم کیا۔

CamScanner

مولانا اللہ وسایا صدیقی رحمہ اللہ مولانا حق نواز جھنگوی شہید کے بالکل ابتدائی ساتھیوں میں سے تھے اور آپ کو حضرت جھنگوی شہید رحمہ اللہ کا ہم سفر ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا بلکہ حضرت جھنگوی شہید کی زبانی آپ کو مبلغ سپاہ صحابہؓ کا لقب بھی ملا۔ زندگی بھر عظمت صحابہؓ اور تردید رفض کے مشن پر گامزن رہے۔ اس راستے پر قائم رہنے کی وجہ سے جیلیں، ہتھکڑیاں، قاتلانہ حملے، روپوشیاں، سختیاں اور طرح طرح کے مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا تاہم آپ ان تمام تر حالات وواقعات سے سرخرو ہو کر نکلے۔

مولانا اللہ وسایا صدیقی رحمہ اللہ خطابت وتقریر کے بادشاہ تھے ان کا انداز اپنی نوعیت میں منفرد تھا۔ گفتگو میں جوش وخروش، مناسب اشارات، معتدل جذباتیت، الفاظ کی ادائیگی میں ٹھہراؤ، لب ولہجہ خوبصورت، متانت وسنجیدگی، گھنٹوں بولتے مگر مجمع کو ادھر اُدھر متوجہ نہ ہونے دیتے بلکہ مجمع اکائی بن کر آپ کی طرف ہمہ تن گوش ہوتا۔ راقم الحروف کا ذاتی تجربہ ہے کہ وہ واحد مقرر تھے جن کی تقریر کے آغاز سے ہی مجمع کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور ایک کیف وسرور کا سماں بندھ جاتا تھا۔ ان کی تقریر کے بعد کسی اور کی تقریر جچتی نہ تھی، وہ بسا اوقات لمبی لمبی تقریر کرتے مگر مجمع اکتاہٹ کا شکار نہ ہوتا۔

راقم الحروف کو مختلف پروگرامات میں ان کے ساتھ گفتگو کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ایک مرتبہ اندرون سندھ کے سفر میں ساتھ جانے کی سعادت ملی، آپ کے اخلاق کریمانہ، تواضع اور کسر نفسی کی جو کیفیت ان میں دیکھی، میری گناہگار آنکھوں نے اس مقام ومرتبے کے کسی اور شخصیت کے اندر شاید ہی دیکھی ہوں۔ وہ بے انتہا بردبار اور انتہائی حلیم شخصیت کے مالک تھے۔

مشن جھنگوی شہید سے وابستگی کی پاداش میں مولانا اللہ وسایا صدیقی رحمہ اللہ پر متعدد بار قاتلانہ حملے بھی ہوئے، ایک حملے میں آپ شدید زخمی ہوئے تاہم اجل میں ابھی مہلت تھی تو محفوظ رہے۔ دوسری مرتبہ قاتلانہ حملے میں گن مین زخمی ہوا اور آپ محفوظ رہے۔ تیسری مرتبہ حملہ آوروں نے بالکل آپ کے قریب آ کر گن آپ کی کن پٹی پر رکھ دی تاہم آپ کی کرامت تھی کہ گن چل نہ سکی اور حملہ آور گرفتار کر لئے گئے۔ چوتھی مرتبہ مسجد کی دہلیز تک حملہ آور

CS CamScanner

آئے مگر ناکام لوٹ گئے۔

مولانا اللہ وسایا صدیقی مرحوم ویسے تو تنظیمی سفر میں مختلف ذمہ داریوں پر فائز رہے تاہم بوقت وفات آپ مرکزی نائب صدر، صوبہ سندھ کے سرپرست اور کراچی کے سینئر نائب صدر تھے۔ آپ کی حیثیت جماعت میں شجر سایہ دار کی تھی اور کراچی کی موجودہ قیادت یقیناً آپ کے بچوں کی عمر اور بچوں کی طرح ہی تھے اور آپ ان کے ساتھ بالکل بچوں کی طرح شفقت و محبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ 25 مئی 2015ء بروز جمعرات آپ کی رحلت ہوئی، اس حقیر کو اطلاع ملی تو ان کا سراپا شفقت اور محبت کی پوری تاریخ نظروں کے سامنے گھوم گئی، حقیقت یہ ہے کہ ایسے مخلص اور صاحب عزیمت شخصیتیں مدتوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کتاب وسنت کے اس خادم اور دین وشریعت کے اس مبلغ اور صحابہ کے سچے سپاہی کو بہتر سے بہتر اجر عطا فرمائے اور ان کی آخرت کو ان کی دنیا سے بہتر بنائے۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

CamScanner

مولانا عبدالرزاق جان حیدری رحمہ اللہ

(سکھر)

حضرت مولانا عبدالرزاق جان حیدری رحمہ اللہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے تذکرے کے بغیر تحریک عظمت صحابہؓ کی تاریخ ادھوری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علمی کمالات، اخلاقی بلندیوں، فکری اعتدال وتوازن کا حسین آمیزہ اور امتزاج بنایا تھا۔ وہ قافلہ جھنگویؒ کے بے لوث حدی خواں تھے۔ وقار اور سنجیدگی کے ساتھ زندگی بھر اصحاب رسولؐ کی عظمتوں کے ڈنکے بجاتے رہے اور بالآخر اپریل 2008ء کو حیات مستعار پوری کر کے خالق حقیقی سے جا ملے۔

آپ سائیں حبیب اللہ کے صاحبزادے تھے اور ان کے گھر یکم جنوری 1968 کو ضلع شکارپور کچے کے علاقے گوٹھ عبدالکریم میں آنکھ کھولی والدین نے نام سائیں ڈنو رکھا تاہم دوران تعلیم اساتذہ نے نام تبدیل کر کے عبدالرزاق رکھ دیا۔ حفظ قرآن اور میٹرک کے ساتھ ساتھ جامعہ حزب الابرار چک شہر، بالیجوی شریف، جامعہ فاروقیہ نیو پنڈ کوٹ سینٹرل، جامعہ حقانیہ لاڑکانہ، کھڑا شریف، دارالہدیٰ ٹھیری سمیت دیگر مدارس دینیہ میں وقت کے اساطین علم سے کسب فیض کر کے سند فراغت حاصل کی اور یوں ماضی کا سائیں ڈنو اب علامہ عبدالرزاق جان حیدری بن چکا تھا۔ آپ نے اپنے محبوب قائد علامہ علی شیر حیدری شہید کے پاس تقابل ادیان کورس بھی پڑھا۔ حضرت حیدری شہید آپ کو پیار سے جان حیدری کہہ کر مخاطب فرمایا کرتے تھے۔

تعلیمی سلسلے سے فراغت کے بعد عملی میدان میں تشریف آوری ہوئی۔ بلوچستان کے ضلع جعفرآباد میں کسی پروگرام میں مدعو کیے گئے، خطاب لاجواب سے سامعین کو مستفید فرمایا۔ بیان سے متاثر ہو کر صوفی علی خان مری نے کچھ ماہ بعد اپنی بیٹی کا نکاح علامہ عبدالرزاق جان حیدری سے کر دیا، اس نکاح کے ذریعے اللہ رب العزت نے دو بیٹیاں اور تین بیٹے عطا

CamScanner

فرمائے۔آپ کے بڑے صاحبزادے مشن سے وابستہ ہیں،اللہ رب العزت حفاظت فرمائے اور والد محترم کا نقش پا نصیب فرمائے۔

1992ء میں باقاعدہ تحریک سپاہ صحابہؓ میں شمولیت اختیار کی اور مختلف ادوار میں سکھر کی مقامی ذمہ داریوں سے ضلعی ذمہ داریوں کا سفر کرتے ہوئے صوبائی نائب صدارت تک پہنچے اور ہر ذمہ داری سے انصاف کیا اور خوب ڈٹ کر استقامت کے ساتھ مشن کی ترویج واشاعت میں اپنا حصہ ملایا۔آپ کی پوری زندگی جماعتی کاز کے لئے وقف تھی،دن ہو تا یا رات آپ ہمہ وقت اور ہمہ تن مشن جھنگوی رحمہ اللہ کی آبیاری میں مصروف عمل نظر آئے،کسی بھی ایمرجنسی یا انتظامیہ سے مذاکرات کے وقت وہ حاضر باش نظر آتے،ہمیشہ سچ بولنا،وعدہ وفا کرنا،قول و فعل میں مطابقت ان کی نمایاں صفات تھیں۔ہر قسم کے سنگین حالات میں وہ سینہ سپر نظر آتے اور مشن وموقف میں نرمی برتنے کو مداہنت اور بے غیرتی سمجھتے تھے۔

مولانا عبدالرزاق جان حیدری رحمہ اللہ کو ازل سے خطابت وتقریر کا خوبصورت ملکہ عطا کیا گیا تھا۔ان کا انداز خطابت اپنی نوعیت میں اچھوتا اور منفرد تھا۔گفتگو قرآن وحدیث سے مزین ہوتی اور اکثر تقریر عظمت صحابہؓ کے مقدس عنوان پر ہوتی تھی۔آپ نے اپنی خطابت کو ذریعہ معاش نہ سمجھا نہ بنایا بلکہ بے لوث ملک بھر میں اپنی خطابت کے ذریعے دلوں کو روشن اور منور فرماتے رہے۔

تحفظ ناموس صحابہؓ کے سپاہی ہونے کی بناء پر آپ حکومتی عتاب کا بھی شکار رہے۔قائدین کی رہائی کی تحریک میں گرفتاری،تقریر پر گرفتاری،سکھر قاتلانہ حملے بعد کارکنوں کا دھرنا اور پھر گرفتاری اس کے علاوہ کوئٹہ،پشاور،لاہور کے مختلف جیلوں میں مختلف اوقات میں قید رہے۔تاہم آپ کے پایہ استقلال میں کسی بھی موقع پر لغزش نہیں آئی اور آپ ہمت،جرأت اور بے باکی کے ساتھ دیوانہ وار آگے بڑھتے رہے۔

آپ نے ضلع سکھر قریشی گوٹھ کے قریب مدرسہ خلفائے راشدینؓ کے نام سے ایک اور [illegible] مسجد جامع سیدنا معاویہؓ کی بنیاد رکھی۔رمضان المبارک میں تراویح پڑھانے کا خود اہتمام فرماتے تھے۔آپ کے ختم قرآن کے موقع پر مدرسہ خلفائے راشدین میں تاریخ ساز

کانفرنس منعقد ہوتی تھی جس میں مرکزی قیادت کے خصوصی خطابات ہوا کرتے تھے۔

18اپریل2008ءتحریک مدح صحابہؓ کا یہ تھکا ہارا مسافر حیاتِ مستعار پوری کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ نماز جنازہ قائد ملت اسلامیہ علامہ علی شیر حیدری شہید نے پڑھایا جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ وفات حسرت آیات کے بعد بھی مرکزی قیادت سمیت مختلف سیاسی، مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں اور مختلف طبقہ ہائے فکر کے افراد ورثاء سے آ کر دلی تعزیت کرتے رہے۔ اللہ رب العزت حضرت علامہ عبدالرزاق حیدری رحمہ اللہ کی مساعی جمیلہ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ راقم السطور کو صرف ایک مرتبہ جامعہ حیدریہ میں حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور وہ منظر آج تک آنکھوں میں محفوظ ہے کہ آپ راز و نیاز کے انداز میں حضرت حیدری شہید سے کسی معاملے پر مشاورت فرما رہے تھے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے غلام معاویہ حیدری سے قلبی و نظریاتی تعلق ہے، وہ میرے چھوٹے بھائیوں کی طرح عزیز ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس محبت کو دوام بخشے۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہباز فاروقی رحمہ اللہ

تلونڈی تحصیل نکودر ضلع جالندھر کی آرائیں فیملی کے چشم و چراغ مولانا محمد علی جانباز تھے جو پہلے مجلس احرار اسلام اور پھر مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ رہے۔ بہت ہی محنتی و جفاکش، درویش منش رہنما تھے۔ تقسیم ہند کے بعد سمندری ضلع فیصل آباد بخاری مسجد کے خطیب رہے۔ مرحوم کے صاحبزادگان میں سے مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید اور مولانا عطاء الرحمٰن شہباز فاروقی نے بڑا نام پایا۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی رحمہ اللہ شہادت کے عالی مرتبے سے سرفراز ہوئے۔ ان کے برادر مولانا عطاء الرحمٰن شہباز بھی 16 جولائی 2009ء کو دل دورہ سے داغِ جدائی دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا عطاء الرحمٰن شہباز نے جامعہ رشیدیہ ساہیوال اور دارالعلوم کبیر والا سے اکتساب علم کیا اور جامعہ خیر المدارس ملتان میں دورہ حدیث کیا۔ فراغت کے بعد والد صاحب کی زیرنگرانی سمندری میں خطابت کے جوہر دکھائے پھر یکدم معلوم ہوا گلگت چلے گئے وہاں کافی عرصہ رہے۔ آپ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کی شہادت کے بعد سپاہ صحابہؓ شعبہ تبلیغ کے نگران بنائے گئے۔ مشن اور مؤقف کو دلائل سے منوانے کا ملکہ رکھتے تھے۔ کارکنوں سے بھرپور محبت رکھتے تھے اور ان کی سرپرستی فرماتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدحہ سرائی ان کی زندگی کا جزو لاینفک تھا۔ آخری ایام میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا موضوع آپ کی پہچان بن چکا تھا جس پر آپ مدلل گھنٹوں بولتے تھے۔

مولانا عطاء الرحمٰن شہباز نے گوجرانوالہ میں 16 جولائی کو بعد نماز ظہر مسلسل ڈیڑھ گھنٹہ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دھواں دار خطاب کیا۔ گرمی کی حدت و شدت سے نڈھال، پسینے سے شرابور تھے، اختتام بیان پر مسجد کے ہال سے برآمدہ میں آئے تو دل کا دورہ پڑا، دراز ہوگئے، ہسپتال لے جایا گیا لیکن جانبر نہ ہو سکے۔ عشاء کی نماز کے بعد مدرسہ نصرۃ العلوم میں مولانا عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اگلے روز سمندری میں جنازہ کے بعد تدفین کر دی گئی۔

خدا رحمت کند ایں عاشق صحابہؓ را

CamScanner

باب سوم

شیعہ گردی
کا شکار
علمائے اہلسنّت

CamScanner

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید

اہل دل، اہل عزیمت، نمونہ اسلاف، رہنمائے ملت، حامل شریعت، پیکر سنت، حریم نبوت کے پاسبان، اسرارِ شریعت کے نکتہ رس، علم ومعرفت کے آفتاب، علم وفقاہت کا نشان، میر کارواں، محدثِ بنوری کی روایات کے امین، محافظ ناموس صحابہ واہل بیتؓ، شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو 13 صفر المظفر 1421ھ بمطابق 18 مئی 2000ء جمعرات کے دن اس وقت ظلم وسفاکیت کا نشانہ بنا کر شہید کیا گیا جب وہ دفتر ختم نبوت نمائش چورنگی سے معمول کے مطابق واپس گھر کی طرف آتے ہوئے ایک پھل فروش سے پھل خرید رہے تھے

الکرب مجتمع والصبر مفترق
القلب محترق والدم مستبق

کسی ایسی ہستی کے بارے میں قلم اُٹھانا جو میراثِ نبوت سے سرفراز اور بے شمار خصائص کا حامل ہو اور جس سے اللہ رب العزت نے اپنے دین کا غیر معمولی کام لیا ہو، نہایت مشکل مرحلہ ہے۔

مولانا شہید ایسی جامع صفات شخصیت کے مالک تھے جو بہت کم دیکھنے میں آتی ہیں۔ اپنے اعلیٰ اوصاف اور بزرگانہ کمالات کی وجہ سے ملک کے جید علمائے کرام کے حلقہ میں یکساں محبوب ومحترم اور صائب الرائے سمجھے جاتے تھے۔ نسل نو کی اسلامی خطوط پر فکری وذہنی تربیت کے لئے مولانا نے زندگی کا ایک بڑا حصہ صرف کیا۔ وہ طبقہ علماء میں اپنی محبوب وہر دلعزیز شخصیت کے باعث اپنی الگ پہچان رکھتے تھے۔

آپ کی علمی خدمات کا دائرہ زمان کے اعتبار سے نصف صدی کو محیط ہے، جس میں انہوں نے مسند تدریس کو رونق بخشنے کے علاوہ عصر حاصر کو چکا چوند کرانے والی زندگی میں راستہ بھٹکنے والے بے شمار خاندانوں اور ہزارہا نوجوانوں کو اسلامی احکامات اور تعلیمات سے آگاہ

CamScanner

کیا۔ فکری تعصبات کو دور کیا اور نظریاتی و تحقیقی تضادات کا ازالہ کیا۔
اللہ رب العزت نے آپ کو اسلامی تعلیمات کی سہل و دلنشین انداز میں بیان کرنے کی حیرت انگیز صلاحیتوں سے نوازا تھا۔
آپ کی تصنیفات وتالیفات کا عدد 100 تک پہنچتا ہے، جن میں چند صفحات کے پمفلٹ سے لے کر نو نو جلدوں تک ضخیم کتابیں بھی ہیں، عصر حاضر میں حضرت شہید کے قلم نے کفر والحاد اور دجالی فتنوں کے خلاف ایک مجاہد کی تلوار کا کام کیا۔
وہ مسلمانوں کے فروعی اختلافات پر نہایت ہی دلسوزی کے ساتھ ناصحانہ انداز میں لکھتے تھے، جس میں کسی کی تحقیر وتضحیک یا دلآزاری کا شائبہ تک بھی نہیں ہوتا تھا، مگر باطل فرقوں بالخصوص ختم نبوت اور عظمت ناموس صحابہؓ کے منکرین کے خلاف اُن کا قلم سیف بے نیام تھا۔ دشمنانِ دین کو اُن کے مقابلے میں ہمیشہ شکست وہزیمت اٹھانا پڑی تھی اور شاید انہی قوتوں نے علم وعمل کے اس روشن مینار کو زمین بوس کر کے اپنی ذلت رسوائی کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔
مدحِ صحابہ کی عالمگیر تحریک سپاہ صحابہ کو بھی آپ کی بھرپور سرپرستی حاصل تھی۔ حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ شہید، مولانا عبدالغفور ندیم شہید، انجینئر الیاس زبیر شہید سے لے کر مولانا محمد اعظم طارق شہید اور علامہ علی شیر حیدری شہید تک تمام قائدین کو آپ کی بھرپور آشیر باد اور خلوص واخلاص پر مشتمل تائید حاصل تھی، جو یقیناً ان حضرات اور ان کی جماعت کے لئے سرمایہ افتخار وذریعہ نجات تھی۔
مولانا محمد اعظم طارق شہید کو اسیری کے دوران جیل میں ہوتے ہوئے چاروں سلاسل میں غائبانہ خلافت دینا یہ مولانا شہید کی شخصیت اور اُن کی جماعت پر بھرپور اعتماد کی دلیل تھا، بلکہ خلافت سے نوازنے کے بعد اس کو اپنی نجات کا ذریعہ قرار دیا۔
علامہ علی شیر حیدری شہید نے ایک مرتبہ عدالت کے طلب کرنے پر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید سے فرمایا کہ آپ نے جو کتابوں میں اہل تشیع کے باطل عقائد ونظریات تحریر فرمائے ہیں اگر ان کو ثابت کرنے کے لئے آپ کو عدالت میں بلایا جائے یا ہم اپنی تائید

CamScanner

ہیں آپ کو بلائیں تو آپ تشریف لائیں گے؟ اس پر حضرت نے فرمایا ہاں بھائی! جو بات کتابوں میں لکھی ہے ان شاء اللہ اس کو عدالت میں بھی ثابت کریں گے۔اس سے حضرت کی استقامت، عزیمت اور اہل تشیع کے حوالے سے نظریہ کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام فرقہ ہائے باطلہ کے خلاف قلمی جہاد فرمایا اور فتنوں کی سرکوبی کے لئے کسی قسم کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔فتنہ قادیانیت کے ساتھ ساتھ فتنہ رفض کے خلاف آپ کی تحریرات علمی ذخائر کا ایک نمایاں حصہ ہیں، بالخصوص شیعہ سنی اختلاف اور ''اختلاف اُمت اور صراطِ مستقیم'' کی شہرت تو ملک کے چپے چپے بلکہ اطرافِ عالم تک پہنچی ،جس سے رفض کی راتوں کی نیندیں اُڑ گئیں اور وہ حواس باختہ نظر آیا اور اپنی خفت وذلالت کو مٹانے کے لئے مئی 2000ء کی ایک دوپہر حضرت علیہ الرحمہ کو بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔

CamScanner

مفتی نظام الدین شامزی شہید

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی شہید جیسی عبقری شخصیت کی شہادت نے عالم اسلام کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ انہیں درس بخاری کے لئے جاتے ہوئے انسانیت سے عاری سفاک دہشت گردوں نے گولیاں مار کر شہید کر دیا۔ وہ ہمیشہ فرقہ واریت سے نالاں رہے اور اس کے سد باب کے لئے عملاً اقدامات کرتے رہے، تاہم ان کو قتل بھی فرقہ وارانہ فسادات کی آگ کو بھڑکانے کے لئے کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد ان کے مبینہ قاتل کی گرفتاری بھی ہوئی جو مکتب اہل تشیع سے تعلق رکھنے والے اور ان کے لیڈر علامہ حسن ترابی کا سابقہ گن مین تھا۔

مفتی نظام الدین شامزی شہید طبقہ علماء میں ایک دولہا کی حیثیت رکھتے تھے، وہ محض عابد، شب زندہ دار ہی نہیں بلکہ صاحب ذوالفقار بھی تھے، ان کی راتیں زاہدانہ، سوز و گداز اور دن مجاہدانہ تگ و تاز میں صرف ہوتے۔ ان کی کسی کے ساتھ کسی قسم کی کوئی ذاتی، گروہی، مسلکی یا جماعتی عداوت و مخالفت نہ تھی، وہ فروعی اختلافات سے بلند ہو کر اُمت کے اجتماعی مسائل پر نظر رکھنے والے حوصلہ مند قائد تھے۔ ملک وملت کے لئے ان کا درد، اسلام کی سربلندی کے لئے ان کی کڑھن، یہود و نصاریٰ کی سازشوں کا تعاقب اور کفر و الحاد کے قلعوں پر اُن کی یلغار اہل باطل کے لئے نا قابل برداشت تھی۔

حضرت مفتی صاحب نے اپنی زندگی دین مقدس کی ترویج میں صرف کی اور بالآخر اسی پر قربان کر دی۔ حضرت مفتی صاحب جو مقام شہادت پر فائز ہو کر بلند مرتبوں کے مستحق ٹھہرے مگر یہ درندگی اور سفاکیت قوم وملک، مذہب، مُلک اور علوم کے ساتھ یکساں دشمنی کا مظہر ہے۔ حکومت وقت کو ایسے جید علماء و اکابر کی حفاظت کے لئے راست اقدامات کرنے چاہئیں۔

حضرت مفتی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ تحریکاتِ دینیہ کی بھرپور سرپرستی فرمایا کرتے

CamScanner

تھے۔تحریک سپاہ صحابہ کے ساتھ گو بہت زیادہ قربت نہ تھی تاہم ملک کے مختلف علاقوں میں جماعتی پروگرامات میں مدعو کیا جاتا تو فرصت کی دستیابی پر ضرور شرکت کرتے۔

راقم الحروف کو اچھی طرح یاد ہے کہ شہادت سے کچھ عرصہ قبل مولانا عبدالغفور ندیم شہید نے مرکز اہلسنّت جامع مسجد صدیق اکبر ناگن چورنگی آپ کو درسِ قرآن کے لئے مدعو کیا تھا، آپ تشریف لائے تھے اور حضرت ندیم شہید کی اور جماعتی مشن کی خوب تحسین فرمائی تھی۔

یقیناً ایسے علماء کرام کو جو عوام اہلسنّت میں اثر ورسوخ رکھتے ہیں، ایرانی ایماء پر ان کے مقامی ایجنڈوں نے شہید کر کے ملک میں انارکی پھیلانے کی کوششیں کی ہیں۔

اللہ رب العزت حضرت مفتی نظام الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت بخش کر اُمت کی رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔

CamScanner

مولانا مفتی حبیب اللہ مختار شہید

یکم رجب المرجب 1418ھ بمطابق 2 نومبر 1997ء بروز اتوار بالخصوص اہلیانِ کراچی و پاکستان اور بالعموم پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے یہ روح فرسا، صبر آزما، المناک اور کرب انگیز خبر مقدر گردی گئی کہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم حضرت علامہ ڈاکٹر حبیب اللہ مختار، استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع اور ان کے رفیق سفر محمد طاہر کو شہید کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ دلخراش حادثہ ایک صاعقہ سے کم نہ تھا، جس نے دل و ماغ اور ہوش و حواس کو معطل کر دیا۔ یہ اکابر علماء خاموشی اور یکسوئی سے علوم دینیہ کی تدریس کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے، بہت ہی شقی القلب اور سفاک ہیں وہ لوگ جنہوں نے ملک کو تخریب کاری کی طرف دھکیلا اور وقتاً فوقتاً علمائے اہلسنّت کو اپنی درندگی کا نشانہ بنایا۔

مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید کا شمار ہمارے دور کے اُن محقق علماء کرام میں ہوتا تھا جو ذہانت و ذکاوت اور علمی استعداد کے ساتھ ساتھ اخلاص وللّٰہیت اور سادگی و گوشہ نشینی میں بھی اکابر واسلاف کا نمونہ تھے۔

مولانا شہید بہت اونچی نسبتوں کے جامع تھے۔ وہ پاکستان کے معروف اور مؤقر دینی ادارے جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم، ملک گیر خالص علمی تنظیم "وفاق المدارس کے مسئول، استاذ العلماء حضرت بنوری رحمہ اللہ کے فرزند نسبتی اور بلند پایہ محقق و مصنف تھے، مگر ان اونچی نسبتوں اور مناصب کے باوجود اندازِ زندگی انتہائی سادہ، درویشانہ اور متواضعانہ تھا۔

مولانا مرحوم مدینہ یونیورسٹی کے فاضل اور جامعہ کراچی کے متخصص یعنی پی ایچ ڈی تھے، تاہم دیکھنے والوں کو پختہ عمل صوفیوں کی طرح ہاتھ میں تسبیح لئے نظر آتے۔ علمی مشاغل کے ساتھ ذکر و فکر، اوراد و وظائف اور تلاوت ونوافل کا اہتمام فرماتے۔ درس و تدریس اور فتاویٰ کے علاوہ تصنیف و تالیف سے خاص مناسبت تھی۔ متعدد علمی و تحقیقی تصنیفات کے علاوہ درجنوں

کتابوں کا ترجمہ کیا۔ان کی تحریر میں علمی سنجیدگی اور دینی فکر کے ساتھ سلاست وسادگی بھی پائی جاتی تھی،الفاظ بے ساختہ دل میں اُترتے چلے جاتے۔

عمل وفضل کے ساتھ مولانا مرحوم کی انتظامی صلاحیتوں کا ظہور اس وقت ہوا جب 1411 ہجری میں انہیں حضرت شیخ بنوری علیہ الرحمہ کے جانشین حضرت مفتی احمد الرحمٰن رحمہ اللہ کی جگہ جامعہ کا مہتمم مقرر کیا گیا،اس وقت جامعہ بالخصوص جامع مسجد بنوری ٹاؤن کے بعض معاملات الجھے ہوئے تھے،جن کے لئے تدبر وحکمت اور دوراندیشی کے ساتھ انتظامی تجربہ کی ضرورت تھی۔مولانا حبیب اللہ مختار رحمۃ اللہ علیہ نے اس بھاری ذمے داری کو قبول کیا اور اپنی کم آمیزی اور دھیمے مزاج کے ساتھ ان تمام گتھیوں کو سلجھا دیا جو ایک عرصہ سے لاینحل نظر آرہی تھیں۔

مولانا نے اپنے سات سالہ دور اہتمام میں فعال کردار،متواتر جدوجہد اور انتھک محنت سے جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے وقار کو نہ صرف برقرار رکھا، بلکہ اس میں اضافہ بھی فرمایا۔آپ کے دورِاہتمام میں جامعہ کی نئی شاخیں قائم ہوئیں جو خود مستقل مدارس کی حیثیت رکھتی ہیں۔اہتمام کی ہمہ وقت کی مصروفیات کے علاوہ وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ کی ذمہ داری بھی آپ کے کندھوں پر تھیں،مگر آپ کی فعال اور متحرک شخصیت نے ان تمام ذمے داریوں کو بحسن خوبی نبھایا تھا۔

آپ کی شہادت سے پورے پاکستان کے دینی مدارس اور علمی حلقوں میں صف ماتم بچھ گئی،قحط الرجال کے اس دور میں ان کا وجود عالم مسلمانوں اور دینی حلقوں کے بہت بڑا سہارا تھا۔

افسوس کہ ایران کے ایماء پر 80ء کی دہائی سے جاری دہشت گردی کی لہر نے اہل پاکستان سے بیک وقت ایک مفسر،محدث،فقیہ،ادیب،مؤرخ،مدبر،،منتظم،محقق،عابد،زاہد اور متواضع انسان چھین لیا۔

مفتی عبدالسمیع شہید

مولانا عبدالسمیع شہید کا تعلق سندھ کے مشہور روحانی مرکز اور مشہور گدی ہالیجی شریف سے قریب شہر پنوعاقل سے تھا، آپ نے حضرت مولانا امیرالدین جیسے ذی علم اور مشہور عالم دین کے گھر میں آنکھ کھولی، گھریلو دینی ماحول کے باعث آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ خاندانی اعتبار سے آپ سندھ کے مشہور اندھڑ برادری کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نے اندرون سندھ کے مشہور دینی مدارس دارالفیوض کندھ کوٹ، مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی کے ماہرین فن سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ مولانا موسیٰ خان روحانی بازی اور مولانا منظور احمد نعمانی سے بھی ایک سال تک کسب فیض کیا۔

آپ کی فراغت جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے ہوئی، دوران تعلیم ہی اساتذہ بالخصوص مفتی احمد الرحمٰن رحمہ اللہ نے آپ کی مخفی صلاحیتوں کا ادراک کرلیا اور سند فراغت کے حصول کے بعد ہی آپ کو مادر علمی میں تدریس کی ذمہ داری دے دی گئی۔ چند سالوں میں آپ کا شمار اونچے درجے کے اساتذہ میں ہونے لگا، صرف ونحو اور معقول ومنقول میں آپ کا شہرہ ہونے لگا۔ تدریس کے ساتھ دارالاقامہ کی ذمہ داری اور انتظامی معاملات بھی بحسن خوبی سرانجام دیتے تھے۔

شہر کراچی میں اہل رفض و بدعت کی طرف سے آئے روز اہل حق کی مساجد و مدارس پر قبضہ مہم کی ناپاک اور مذموم سازشوں کے سدباب میں آپ موصوف کا نہایت قابل قدر کردار رہا تھا۔ وقوعہ شہادت کے روز بھی جامعہ علوم اسلامیہ کی ایک شاخ مدرسہ امداد العلوم ناظم آباد کے ایک معاملے کو سلجھانے گئے تھے کہ واپسی پر 2 نومبر 1997ء کو آپ کو مولانا حبیب اللہ مختار رحمہ اللہ کے ہمراہ شہید کردیا گیا۔

مولانا محمد عبداللہ شہید

(اسلام آباد)

مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے چیئرمین اور خطیب مرکزی جامع مسجد لال حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک درویش صفت انسان تھے،تواضع ،سادگی اور قناعت میں اسلاف کی زندہ تصویر تھے۔ وفاقی دارالحکومت میں رہنے کی وجہ سے ملک کے کونے کونے سے لوگ ان کے پاس اپنے مختلف کاموں میں رہنمائی اور تعاون کے لئے حاضر ہوتے۔مولانا مرحوم ہر آنے والے کی خدمت گزاری اور مہمان نوازی کو اپنا اخلاقی فریضہ سمجھتے اور اس کی حاجت براری کے لئے کسی بھی کوشش سے دریغ نہ فرماتے۔

اسلام آباد کے ماحول میں جہاں اردگرد کی فلک بوس عمارتیں ، دنیاوی چہل پہل اور مادی کشائش کے نظر فریب نظارے قدم قدم پر دامن دل کو کھینچتے ہیں،مولانا محمد عبداللہ وہ ہستی تھے کہ جن کو دیکھنے سے خدا یاد آئے۔

مولانا نہایت متواضع ، سادہ اور شگفتہ طبیعت کے حامل تھے۔محدث عصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہ کے خصوصی تربیت یافتہ تھے۔ اسلام آباد کے سنگلاخ ماحول میں آپ نے نہایت ہی محنت و جانفشانی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی توحید و معرفت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت کے پھول کھلائے۔

مولانا عبداللہ شہید ایک وسیع النظر ،رواداری اور معتدل مزاج عالم دین تھے۔آپ کے وعظ وتبلیغ کی اساس نصح وخیر خواہی ہی ہوتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ تقریباً پچیس سال سے اسلام آباد جیسے اہم اور حساس شہر میں تسلسل کے ساتھ خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ بے نظیر کے دورِ حکومت میں مولانا کو ان کے منصب سے ہٹانے کی کوشش کی گئی،مگر علاقہ کے مسلمانوں نے انتظامیہ پر واضح کر دیا کہ وہ حضرت مولانا محمد عبداللہ کے علاوہ کسی شخص کی

اقتداء میں نماز ادا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔آخر کار حکومت کو اپنا فیصلہ واپس لینا پڑا۔

قحط الرجال کے دور میں مولانا مرحوم دین کے مختلف شعبوں میں اپنی تمام ترذمے داریوں کو حسن وخوبی کے ساتھ سرانجام دے رہے تھے۔وہ مرکزی مسجد اسلام آباد کے خطیب بھی تھے اور مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے چیئرمین بھی، جامعہ فریدہ E/7 اسلام آباد کے بانی ومہتمم بھی تھے اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کے رکن رکین بھی، ملک کے مختلف علاقوں میں تبلیغی خدمات کا سلسلہ اس کے علاوہ تھا۔آپ کی شہادت اُمت مسلمہ کے لئے عظیم سانحہ تھی۔

سپاہِ صحابہ پاکستان اور اس کی قیادت کے ساتھ مشفقانہ طور پر پیش آتے تھے۔مولانا محمد اعظم طارق شہید کی اسیری کے دوران تین سے چار مرتبہ اُن سے جیل میں ملاقات کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔شہادت سے بارہ روز قبل بھی مولانا محمد اعظم طارق شہید سے ملاقات کر کے آئے تھے۔حضرت شہید کو جیل میں خطوط بھی ارسال فرماتے ،جن میں بے پناہ محبت وشفقت کا اظہار اور اپنوں کی بے حسی پر افسوس کرتے۔آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالعزیز مولانا محمد اعظم طارق شہید کے دورۂ حدیث کے ساتھی تھے اور علم وعمل میں مولانا عبداللہ شہید کی عملی تصویر اور صحیح خلف الرشید ثابت ہوئے ہیں۔

18 اکتوبر 1998ء دن گیارہ بجے اپنے مرکز علم جامعہ فریدیہ سے واپس تشریف لائے۔مسجد کے اندر آپ کو شہید کر دیا گیا۔قاتل واردات کے بعد گاڑی میں بیٹھ کر فرار ہو گئے۔

مفتی عتیق الرحمٰن شہید

جلیل القدر عالم دین، جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی کے استاذ الحدیث اور روزنامہ اسلام کے مقبول کالم نگار، شہر کراچی میں درسِ قرآن کے ماحول کو پروان چڑھانے والے مفتی عتیق الرحمٰن شہید کو 23 جون 2005ء کی شب دہشت گردوں نے اس وقت نہایت ہی بے دردی اور سفاکیت کے ساتھ شہید کردیا جب وہ برنس روڈ کراچی کے قریب جامع مسجد مدینہ میں درسِ قرآنِ مجید دے کر گھر لوٹ رہے تھے، اس سانحہ میں مفتی صاحب شہید کے قریبی دوست ومعتقد ارشاد الحق بھی شدید زخمی ہوئے جو بعد ازاں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جل بسے، جبکہ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن کے نوسالہ صاحبزادے بھی شدید زخمی ہوئے۔

مفتی عتیق الرحمٰن شہید کا بہیمانہ قتل اس تسلسل کا حصہ ہے جس میں گزشتہ کئی سالوں سے علماء حق کو بطورِ خاص نشانہ بنایا جارہا ہے۔ مولانا اعظم طارق شہید سے لے کر مولانا عبدالمجید دین پوری شہید تک کے درجنوں علماء کرام کا قتل اس امر کا غماز ہے کہ پس پردہ قوتیں اسباب ووسائل اور منصوبہ بندی کے لحاظ سے انتہائی منظم اور طاقتور ہیں اور اپنے نیٹ ورک کے مطابق بے خوفی کے ساتھ علماء کرام اور ممتاز دینی شخصیات کو نشانہ بنانے میں مشغول ہیں۔ شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا عبدالغفور ندیم، مولانا ہارون قاسمی رحمہم اللہ اور ان جیسی دیگر شخصیات روز بروز پیدا نہیں ہوتیں اور نہ ہفتوں اور عشروں میں اس مقام کو پہنچتی ہیں کہ ان کے قتل کو علم وحکمت اور دانش وبصیرت کا قتل نہ کہا جاسکے۔ اسلامی وقرآنی نقطہ نظر سے تو ایک بے گناہ شخص کا قتل بھی پوری انسانیت کا قتل کرنے کے مترادف ہے۔ اس سے ایک عالم، فقیہ، مدرس، محقق، محدث اور مؤلف کے قتل کی شناعت وبدبختی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مفتی عتیق الرحمٰن شہید تمام صفاتِ عالیہ سے آراستہ اور صاحب علم وعرفان تھے۔ علم وعمل

CamScanner

کا پیکر، جہاد باللسان اور جہاد بالقلم کے بلا مبالغہ شاہسوار تھے۔ وہ دلوں میں اُتر جانے والی تقریر اور ذہن وفکر کے در یچے کھولنے والی تحریر کا سلیقہ جانتے تھے۔

آپ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے محقق، مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب کے فارغ التحصیل، جامعہ بنوریہ سائٹ کے کراچی کے استاذ الحدیث اور تقریر وتحریر کے ذریعے ملت اسلامیہ کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دینے والے تھے۔ روزنامہ اسلام میں ان کی تحریریں ذوق وشوق سے پڑھی جاتی تھیں۔ ان کا کالم ''مقابل ہے آئینہ'' عوام وخواص میں بے مقبول تھا، وہ اپنی تحریر وکالم کے ذریعے اسلام کا آفاقی پیغام اہل اسلام تک پہنچانے کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ اسلام دشمنوں نے انہیں سفاکیت کا نشانہ بنا کر اسلامی قوتوں پر کاری وار کیا تھا۔

مفتی عتیق الرحمٰن شہید کے قتل کے پس پردہ یقیناً ایرانی لابی سرگرم عمل تھی کیونکہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شہادت سے کچھ عرصہ قبل ہی سنی شیعہ فسادات کے خاتمہ کے لئے بلائے گئے ایک سرکاری اجلاس میں انتہائی مدلل اور قابل عمل تجاویز پیش کی تھیں، لیکن افسوس فساد کے خاتمے کا خواہشمند خود دہشت گردی کا شکار بن گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی عتیق الرحمٰن کو شہید کرنے والے ملک میں فسادات کی آگ بجھانے کے بجائے تیز کرنا چاہتے ہیں۔

مفتی عتیق الرحمٰن شہید نے ہمیشہ سپاہ صحابہ کی سرپرستی فرمائی۔ ٹنڈو آدم سے لے کر کراچی اور ملک بھر میں نظریاتی حوالے سے جہاں بھی مدعو کیا جاتا آپ پیش پیش رہتے اور ساتھیوں کی خوب سرپرستی فرماتے۔

اللہ رب العزت مفتی صاحب شہید کو کروٹ کروٹ جنت الفروس عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

CamScanner

مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید

21 جمادی الثانی 1433ھ بمطابق 13 مئی 2012ء بروز اتوار دوپہر ایک بجے درس قرآن مجید سے لوگوں کے دلوں کو منور کر کے واپس اپنے گھر کی طرف جانے والے متواضع، نرم خو اور چشم پوش مگر دینی معاملات میں اتنے ہی سخت گیر اور ثابت قدم، احباب ان کی غمگساری اور اصابت رائے کے مداح، مخالفین ان کے اخلاص اور سوز دروں کے معترف، علماء ان کی علمی بصیرت کے معترف، صلحاء ان کے صلاح و تقویٰ کے ثناء خواں، مصیبتوں اور پریشانیوں میں خنداں، ملت کے زوال و انحاط پر گریاں، مظلوموں اور بے کسوں کے لئے ماویٰ و غمخوار، اعداء اسلام کے لئے تیز تلوار، کردار گفتار سے بڑھ کر، ملی غیرت و حمیت خداداد، اسلام اور قرآن کی ترجمانی کا حق ادا کرنے والے، گلی گلی قرآن کی صدا عام کرنے والے مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمہ اللہ کو گولیاں مار کر رفقاء کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید قرآن کی صدا لگاتے لگاتے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے لیکن ان کا سراپا آج بھی آنکھوں میں ایسا بسا ہوا ہے کہ گویا ان کی ذات والا صفات سامنے جلوہ فگن ہے، سفیدی مائل گندمی رنگ، سرخ داڑھی، کشادہ اور چمکتی پیشانی، آنکھوں سے ذہانت اور خشیت جھانکتی ہوئی، جالی دار سادھی ٹوپی، نحیف سا معذور جسم، لباس و پوشاک سنت کے مطابق، نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو، تقریر کرتے تو سادہ انداز و الفاظ میں لیکن ہر لفظ لوح قلب پر نقش ہوتا چلا جاتا، خصائل و شمائل کے اس مجموعہ کا تصور کیجئے اسی پر مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید کا نام لکھ دیجئے جن کو ظالموں نے خدمت قرآن، تحفظ ناموس رسالتؐ و صحابہؓ کی لسانی جنگ، اشاعت اسلام کی پاداش میں شہید کر کے امت سے جدا کر کے ان کے سایہ عاطفت سے محروم کر دیا۔

CamScanner

مفتی محمد جمیل خان شہید

19 اکتوبر 2004ء کی خونی شام کو نماز مغرب سے کچھ پہلے مفتی محمد جمیل خان کو ان کے رفیق سفر مولانا نذیر احمد تونسوی کے ہمراہ شہید کیا گیا۔ مفتی محمد جمیل خان رحمہ اللہ جامعہ علوم اسلامیہ کے چشم و چراغ، اکابر دیوبند کے فیض یافتہ اور تحفظ ختم نبوت کے زبردست پاسبان و محافظ تھے۔

ایسا شخص جو راہِ خدا میں قتل کیا جائے ''شہید'' کہلاتا ہے، اس کی موت کو دوسرے مردوں کی سی موت سمجھنے کی ممانعت کی گئی ہے، اس لئے کہ مرنے کے بعد اس کو حیاتِ جاوداں حاصل ہو جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات ؕ بل احیاء وّلٰکن لّا تشعرون٥

حق تعالیٰ شانہ نے مفتی محمد جمیل خان کو بھی اسی امتیازی موت سے سرفراز فرما کر شہادت والی نعمت سے مالا مال فرمایا۔

آپ کے مزاج میں دینی حمیت و غیرت بہت تھی جو اکابرین کی صحبت کی برکت سے حاصل ہوئی تھی۔ دینی معاملات میں بڑے جرأتمندانہ فیصلے فرماتے تھے اور تمام کاموں میں دین متین کی صحیح کڑھن اور بلند عزائم اپنے اندر رکھتے۔

حضرت شہید نے اقرأ روضۃ الاطفال کے نام سے جو کام شروع کیا تھا وہ راقم کے نزدیک تجدیدی کام تھا جس کی برکت سے الحمدللہ آج لاکھوں کی تعداد میں حفاظ و علماء تیار ہو کر دنیا بھر میں پیغام قرآن و سنت کی ترویج کے لئے کوشاں ہیں جو یقیناً مفتی صاحب رحمہ اللہ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔

مولانا نذیر احمد تونسوی شہید

19 اکتوبر 2004ء بروز ہفتہ، شام تقریباً چھ بجے دن دھاڑے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ، شعلہ باز مقرر، قادر الکلام خطیب، کامیاب مناظر، اکابر و اسلاف کے خوشہ چین، تقویٰ و تدین کے مظہر، فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید، حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید کے معتمد خاص، جری و نڈر عالم دین اور بے باک راہنما حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا مفتی جمیل خان کے ساتھ گولیوں سے چھلنی کر کے شہید کیا گیا۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

مولانا نذیر احمد تونسوی شہید ایک غریب خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد ماجد جناب اللہ بخش خان دینی اعتبار سے نہ تو بڑے عالم تھے اور نہ ہی دنیاوی اور عالی طور پر کسی نمایاں حیثیت و مرتبے کے مالک تھے، البتہ ایک دین دار شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے اپنی دوسری اولادوں کی طرح مولانا نذیر احمد تونسوی شہید کو بھی علوم نبوت کے لئے وقف کیا اور دینی ماحول مہیا کیا، مگر انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعہ جلد وہ مقام حاصل کرلیا جو کوئی بھی حاصل نہ کر سکا۔

مولانا نذیر احمد تونسوی شہید محاذ ختم نبوت کے ایک خالص اور مخلص مجاہد تھے، ان کے اسی خلوص و اخلاص اور مشن سے لگن کا اللہ تعالیٰ نے یہ ثمرہ دیا کہ انہیں شہادت کے اعزاز سے نوازا، انہوں نے نہایت ہی شان سے مسکراتے چہرے کے ساتھ موت کو گلے لگایا اور خونی رِدا اوڑھے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو گئے۔

بلاشبہ آپ نے ہمیشہ گلستانِ نبوت کی حفاظت کی اور جب ضرورت پڑی تو اپنے خون جگر سے اسے سیراب بھی کیا اور سرخ لہو لے کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو گئے۔

CamScanner

مولانا انیس الرحمٰن درخواستی شہید

حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نوّر اللہ مرقدہ کے نواسے اور اُن کے علمی جانشین جناب مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی رحمہ اللہ تعالیٰ کے برادر صغیر، جامعہ انور القرآن، 11-C-1، آدم ٹاؤن نارتھ کراچی کے صدر مدرس و شیخ الحدیث، جامع مسجد الہدیٰ بفرزون کے امام و خطیب، متعدد مساجد میں ہفتہ وار درس و بیان کے مقبول مقرر، قادر الکلام، مصنف، خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مرید باصفا اور سراپائے خلوص و محبت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا انیس الرحمٰن درخواستی رحمہ اللہ کو بروز جمعہ 17 جمادی الاولیٰ 1418 ہجری، بمطابق 19 ستمبر 1997ء دوپہر تین سے چار بجے کے درمیان گولی مار کر شہید کیا گیا۔

مولانا نے اپنی زندگی کی صرف چونتیس یا پینتیس بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ اُمت کو ان کے سایۂ عاطفت سے محروم کر دیا گیا۔

ان کی موت یقیناً علم و عمل کی موت تھی، ان کا قتل شرافت و دیانت کا قتل تھا، ان کی موت کا سانحہ صرف اُن کے اہل خانہ ہی کا نہیں بلکہ پوری قوم کا نقصان تھا۔ وہ علم و عمل کے پیکر اور زہد و اتقاء کا مجسمہ تھے۔ اُن سے اپنے بھی خوش اور پرائے بھی مانوس تھے، وہ اپنی سادگی سے ہر ایک کو اپنا گرویدہ اور علم و ادب کی جولانی سے اپنا اسیر بنا لیتے تھے۔ ان کے حلقہ وعظ میں ایک بار شریک ہو کر انہیں بھلایا نہیں جا سکتا تھا، ان کا بیان ہر طبقے میں یکساں مقبول تھا۔ پڑھے لکھے اور بے پڑھے، جوان اور بوڑھے، عورتیں اور مرد اس میں اپنے لئے عجیب کشش ولذت اور چاشنی و نورانیت محسوس کرتے، وہ سراپا خلوص و محبت تھے، ان سے کسی کا دکھ درد دیکھا نہیں جاتا تھا، وہ ہر ایک کے دکھ و درد کو اپنا دکھ درد سمجھتے تھے۔ وہ مسلک حقہ کے حقیقی سفیر اور اپنے نانا جان حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے سچے جانشین تھے۔

ان کے مقتدیوں کے مطابق وہ دن بھر درس وتدریس، وعظ و بیان اور مختلف حلقہ یائے دروس میں شریک ہوتے اور سب آنے جانے والوں کی پریشانی کو غور وفکر سے سنتے، مسائل کا جواب دیتے، شکوک وشبہات میں مبتلا نوجوانوں کی تشفی کراتے۔ بسا اوقات رات گئے تک مسجد میں عقیدت مندوں کی تربیت فرماتے، مگر صبح تہجد میں سب سے پہلے مصلے پر موجود نظر آتے۔

اُن کی زبان سے نکلنے والی ہر بات دل پر اثر کرتی، یہی وجہ ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں اُن کی مسجد میں ایک اچھا خاصہ حلقہ جم گیا، ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے لوگوں کو ان کے ساتھ باندھ دیا ہو۔ بظاہر خاموش مگر ان کا دل گویا تھا، ان کی خاموشی سے عظمت وقار ٹپکتا تھا، ان کی گفتار سے شفقت و پیار چھلکتا تھا، وہ بولتے تو جی چاہتا تھا بولتے ہی رہیں، وہ خاموش ہوتے تو محسوس ہوتا کہ بولنے میں کسی کی اجازت کے منتظر ہوں۔

غلامانِ صحابہ کے ساتھ اُن کا والہانہ تعلق تھا۔ ایک موقع پر جب شہر کراچی میں جماعتی گرفتاریاں عروج پر تھیں اور خطیب مسجد صدیق اکبرؓ ناگن چورنگی کو گرفتار کرلیا گیا تو مولانا انیس الرحمٰن درخواستی رحمہ اللہ نے بلا خوف وخطر کئی جمعے پڑھائے اور ان میں عظمت صحابہؓ اور تردید رفض کو کھل کر اپنے عنوان کا حصہ بنایا۔ ان کی شہادت سے چند ہفتے قبل جھنگ سے شیعہ ایم این اے عابدہ حسین کا ایک بیان منظر عام پر آیا تھا کہ عورت کیلئے دوپٹہ ضروری نہیں ہے۔ آپ اس بیان کی تردید پر سلسلہ وار جمعہ پڑھا رہے تھے اور عابدہ کے غلط نظریئے کی خوب تردید کے ساتھ اس کے باطل مذہب کی بھی خوب خبر لے رہے تھے۔ شنید ہے کہ اسی پاداش میں ان کو سبائی ٹولے کے مقامی دہشت گردوں نے گولی مار کر شہید کیا۔

CamScanner

مولانا سعید احمد جلالپوری شہید و رفقاء کرام

شہید ختم نبوت حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری رحمہ اللہ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید کے صحیح جانشین، ہر دم مئے حق سے سرشار اور باطل اور گمراہ قوتوں سے ہمہ وقت مسلسل برسر پیکار، خودغرض اور برخود غلط کم کردہ دین دشمن عناصر کی سازشوں کو بے نقاب کرنے والے اور ان کی دسیسہ کاریوں سے پردہ اٹھانے والے، میدان علم اور قلم کے شاہسوار، ہر باطل اور طاغوت کے مکروفریب کی تہہ اور عمق تک پہنچنے کے بعد جس انداز سے فی البدیہہ قلم برداشتہ، جس قسم کا بے لاگ اور تحقیق پر مبنی تبصرہ اور تجزیہ فرماتے اور ان کی تلبیس و تدلیس کی تہہ بہ تہہ پردوں میں لپٹی عبارات کے بین السطور کے مضمرات کا پول کھولتے اور دلائل کی قوت سے جن کا ماخذ قرآن وسنت ہی ہوتا ان کی واضح تردید کو تحریر کی صورت میں منظر عام پر لاتے اور جس غلط مؤقف کی تردید کا بیڑا اٹھاتے اس کا اس وقت تک برابر تعاقب کرتے رہتے جب تک اس غلط مؤقف کے تمام پہلوؤں اور مخفی گوشوں کو سامنے نہ لاتے، ان کو چین ہی نصیب نہ ہوتا۔

مولانا سعید احمد جلالپوری شہید نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ایسی گرانقدر خدمات سرانجام دیں کہ جس سے قادیانیت پہ سکتہ طاری ہوگیا۔ گمراہِ زمانہ مشہور ملعون یوسف کذاب کے پیرومرشد زید زمان کے الحاد نے جب پر پرزے نکالے تو اہل حق کے قافلہ سے واحد شخصیت حضرت مولانا جلالپوری رحمہ اللہ کی تھی جو خم ٹھونک کر میدانِ عمل میں ایسے اترے کہ فریق ثانی کی ناک میں دم کردیا۔ آپ نے ختم نبوت کانفرنس برطانیہ کے لئے متعدد سفر کئے اور یوں دیارِ غیر میں دشمنانِ ختم نبوت کے سامنے سینہ سپر ہوئے۔ چور کو اس کے گھر تک پہنچا کر دم لیا، وہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی پہچان بن گئے تھے، ان کا قلم سیل رواں کی طرح فتنہ کے خلاف موجزن رہا۔ حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بے

خوبیوں سے نوازا تھا، اگر یہ کہا جائے کہ وہ مجموعہ محاسن تھے تو بے جا نہ ہوگا۔

آپ کے والد ماجد پیر طریقت حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ کے تربیت یافتہ اور ان کے خلیفہ مجاز تھے، اس لئے آپ کے گھر کا ماحول دینی تھا، اسی دینی ماحول میں مولانا سعید احمد جلالپوری شہید نے لڑکپن میں پرورش پائی اور زمانہ طالب علمی میں حضرت بہلوی رحمہ اللہ کے دامن سے وابستہ ہو گئے اور پھر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید کی تربیت نے انہیں کمال تک پہنچا دیا یہی وجہ ہے کہ بہت کم عمری میں ہی انہوں نے ترقی کی منازل طے کیں اور وقت کے بڑے بڑے مشائخ واکابر کے منظورِ نظر بن گئے۔

11 مارچ 2010ء بعد نماز عشاء مسجد خاتم النّبیین میں اپنے معمولات سے فارغ ہونے کے بعد اسی دن دہشت گردی کا نشانہ بننے والے مولانا عبدالغفور ندیم شہید اور دیگر زخمیوں کی عیادت کے لئے جا رہے تھے کہ مسلح دہشت گردوں نے ان کی کار پر فائرنگ کر دی جس سے مولانا سعید احمد جلالپوری، ان کے صاحبزادے محمد حذیفہ، مفتی فخر الزماں اور عبدالرحمٰن سری لنکن موقع پر ہی شہید ہو گئے۔

اگلے روز 12 مارچ 2010ء بعد نماز جمعہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں ان کی رفقاء کے ہمراہ نماز جنازہ ادا کی گئی جس کی امامت حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہٗ نے فرمائی، جس میں ہر طبقہ فکر سے تعلق رکھنے والے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ نماز جنازہ کے بعد آپ کی رفقاء کے ہمراہ مسجد خاتم النّبیین میں تدفین کر دی گئی۔

CamScanner

مفتی عبدالمجید دین پوری شہید، مفتی محمد صالح شہید، مولوی حسان علی شاہ شہید

دارالافتاء بنوری ٹاؤن کے مسند نشین، فقیہ عصر، نابغہ روزگار علمی شخصیت، سادگی ومتانت کے پیکر مفتی عبدالمجید دین پوری رحمہ اللہ کو ان کے رفقاء کے ہمراہ 31 جنوری 2013ء کو دوپہر ساڑھے بارہ بجے کراچی کی ایک معروف شاہراہ پر گولیاں مار کر شہید کیا گیا۔

مفتی عبدالمجید دین پوری رحمہ اللہ کی شخصیت بڑی جامع تھی، اللہ رب العزت نے آپ کو نمایاں صفات سے نوازا تھا۔ آپ ایک عالم دین، بہترین مدرس، مستند مفتی اور مشفق ومحسن مربی تھے، جس افتاء کو ملک بھر کے علمی حلقوں میں ایک نمایاں اور اعلیٰ مقام حاصل ہے آپ اس کے صدر نشین تھے، اس سے آپ کی عظمت وفقاہت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

شہر کراچی میں کچھ عرصے سے جاری بدنی قتل وغارت گری کا عفریت ایک عظیم انسان سے ہمیں محروم کر گیا۔ آہ ظالموں کو کیا پتہ ایک جید الاستعداد عالم دین ومفتی کے تیار ہونے میں کتنا وقت لگتا ہے۔ مدرسے سے فارغ التحصیل ہونے والا ہر شخص عالم ومفتی نہیں ہوتا بلکہ جید الاستعداد عالم ومفتی ہونے کے لئے ایک عرصہ درکار ہوتا ہے۔ آپ کی شہادت کے بعد جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھایا۔ راقم الحروف اس وقت سفر عمرہ پر تھا، وہیں المناک اطلاع ملی۔ ٹوٹے پھوٹے الفاظ اور کمزور ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ الٰہی میں مفتی صاحب کی عالی درجات کے خوب دعائیں کیں۔ اللہ رب العزت آپ کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

CamScanner

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید

اہل حدیث مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے مشہور و معروف عالم دین علامہ احسان الٰہی ظہیر بھی شیعہ گردی کا شکار ہوئے۔ اللہ رب العزت نے آپ سے بھی تحفظ ناموس صحابہؓ کا خوب کام لیا، آپ کی شہادت میں بھی سبائی سازش کارفرما تھی۔ ردّ رفض پر آپ کی کتب عربی زبان میں شائع ہوئیں تاہم ان کا اردو ترجمہ بھی کیا گیا۔ یقیناً مولانا کی یہ کتب شیعوں کو ہضم نہ ہوسکیں اور آپ کو بے دردی کے ساتھ شہید کردیا گیا۔

23 مارچ 1987ء کو لاہور مینار پاکستان کے دامن میں ہونے والی یوم پاکستان کے حوالے سے کانفرنس کے آپ مہمان خصوصی تھے کہ ایک مذموم منصوبے کے تحت بم دھماکہ کردیا گیا، آپ زخمی ہوئے، چند دن آپ میو ہسپتال میں زیر علاج رہے، عراق و سعودی عرب سے علاج کی پیشکش کی گئی تاہم سعودی عرب کو ترجیح دی گئی۔ 28 مارچ کو آپ کو سعودی عرب لے جایا گیا، دوران سفر طبیعت ٹھیک تھی لیکن وہاں جا کر خون کا دباؤ کم ہونا شروع ہوگیا، 30 مارچ فجر کی نماز کے وقت آپ انتقال کرگئے۔

ریاض دارالحکومت سعودی عرب میں آپ کی نماز جنازہ آپ کے استاد مفتی اعظم عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ نے پڑھائی، اسی روز بعد نماز مغرب ہزاروں افراد کی موجودگی میں شیخ عبداللہ کی امامت میں مسجد نبوی میں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد جنت البقیع میں تدفین کردی گئی۔

مفتی سید سعید احمد اخوندزادہ شہید

14 اپریل 2008ء بروز پیر صبح ساڑھے پانچ بجے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل، متخصص اور استاذ مولانا مفتی سید سعید خوندزادہ کو سفاک درندوں نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔

مولانا مفتی سید سعید اخوندزادہ شہید کا آبائی تعلق مردان، شیخ ملتون ٹاؤن سے متصل آبادی ''خورہ'' سے تھا۔ آپ نے 1966ء میں مولانا متحمل شاہ کے گھر آنکھ کھولی۔ ناظرہ قرآنِ کریم اور پرائمری تک تعلیم آبائی علاقے خورہ میں حاصل کی۔ ناظرہ اور حفظ قرآن کے لئے آپ نے مردان کے مشہور قاری اور بزرگ عالم دین مولانا قاری محمد ابراہیم فاضل دیوبند کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور تین سال کے مختصر عرصے میں حفظ قرآنِ کریم کی سعادت حاصل کی۔ علوم اسلامیہ اور درس نظامی کی تعلیم کیلئے آپ نے ملک کی مشہور علمی اور مایہ ناز دینی درس گاہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کا قصد کیا اور پورے نو سال جامعہ میں زیر تعلیم رہ کر 1991ء میں سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد دو سال تک آبائی علاقے میں تدریس کی، بعد ازاں تخصص کا شوق بیدار ہوا تو دوبارہ مادرِ علمی کا رُخ کیا، جس کے بعد اپنے استاذ و مربی مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ ادارے مدرسہ امینیہ للبنات میں تین سال تک مختلف علوم وفنون کی تدریس کی، تین سال بعد ذاتی وجوہات کی بنا پر آبائی علاقے مردان چلے گئے، جہاں مختلف سرگرمیاں سرانجام دیں۔ بعد ازاں 1999ء میں مفتی شامزی شہید کی ایماء پر ایک مرتبہ پھر کراچی تشریف لائے اور جب سے تادم شہادت جامعہ بنوری ٹاؤن کی شاخ میں بحیثیت استاذ فرائض سرانجام دیتے رہے اور یہاں خوب اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے۔

شہر کراچی میں جاری ہدفی قتل وغارتگری کا عفریت مولانا موصوف کو بھی کھا گیا اور صبح نمازِ فجر کی امامت کے لئے جاتے ہوئے آپ کو گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا۔

CamScanner

مولانا احسان اللہ فاروقی شہید

(لاہور)

25دسمبر بروز جمعرات جامعہ فاروقیہ کے مہتمم مولانا احسان اللہ فاروقی کو ظالم حملہ آوروں نے ان کے گھر پر گولی مار کر شہید کر دیا۔

آپ نوجوان عالم دین، فعال مذہبی رہنما اور دینی غیر وحمیت کے حامل ایک شعلہ بیان خطیب تھے۔حکومت نے اس سلسلہ میں ایک ملزم کو بھی گرفتار کیا تھا، تاہم بعد میں بیرونی دباؤ پر رہا کر دیا گیا۔

مولانا محمد حسن شہید

(ملتان)

16 جمادی الثانی 1407ھ مطابق 15 جنوری 1987ء ملتان کے معزز بزرگ، خطیب مولانا محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو خنجر مار کر شہید کیا گیا۔آپ کا قصور صرف اتنا تھا کہ آپ نے ساری زندگی قرآن وحدیث کی ترویج واشاعت میں گزاری۔

مولانا مرحوم ایک مرنجاں مرنج، ہر دلعزیز عالم دین تھے، جو نہایت خاموشی سے جامع مسجد چوک شہیداں ملتان میں عرصہ پچاس سال سے خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔شہادت کے دن صبح اشراق کے نوافل کے بعد مرحوم مسجد میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے کہ ایک شقی القلب نے آپ پر خنجر سے وار کر کے شدید زخمی کر دیا اور اُسی زخم سے آپ اسی دن اللہ کو پیارے ہو کر مرتبہ شہادت پر فائز ہو گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مفتی محمد اسماعیل شہید

ایرانی دہشت گردوں نے پچھلے چند برسوں میں ایسی قیمتی جانیں لی ہیں کہ اُن کا بدل آنا شاید ممکن نہ ہو۔ ملک وملت کے نہ جانے کتنے عظیم سرمائے اس افسوس ناک شیعہ گردی کا شکار ہوئے، کتنے گھرانوں کے روشن چراغ گل ہوئے، کتنے بچوں کے سر سے باپ کا سایہ اُٹھا، کتنی سہاگن اپنے سہاگ سے محروم ہوگئیں اوران واقعات کا ایسا لامتناہی تسلسل ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آرہا۔

6 دسمبر 2007ء جمعرات کے دن کراچی کے قلب میں واقع جامع مسجد طیبہ چاند بی بی میں نمازِ مغرب کے انتظار میں مسجد کی پہلی منزل کے کمرے میں تشریف فرما مفتی محمد اسماعیل کو دہشت گردوں نے کمرے سے نکال کر نیچے مسجد کے باہر فٹ پاتھ پر کھڑا کر کے پے در پے گولیاں برسا کر شدید زخمی کر دیا۔ قریب موجود نمازی آپ کو زخمی حالت میں اٹھا کر چند گز کے فاصلے پر واقع سول ہسپتال لے گئے، مفتی صاحب اس وقت تک ہوش میں تھے اور مسلسل کلمہ طیبہ کا ورد کررہے تھے، تاہم آپریشن تھیٹر میں دورانِ آپریشن تقریباً رات پونے ایک بجے شہادت کا اعلیٰ مقام حاصل کر کے جان اپنے خالق حقیقی کے سپرد کردی۔ آپ کے جسم پر 18 گولیاں شمار کی گئیں۔

مفتی محمد اسماعیل شہید صرف اپنی حیات مستعار کی بتیس بہاریں مانگ کر لائے تھے جو تمام ہی دینی مشاغل کی عالی خدمت میں بسر کردیں۔ 1999ء میں جامعہ بنوری ٹاؤن سے سند فراغت حاصل کی۔ درس وتدریس اور امامت وخطابت آپ کے دینی مشاغل تھے، جبکہ نسل نو کی دینی تربیت کے لئے علاقہ کورنگی میں ایک مدرسہ اقراء بھی قائم کیا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب شہید کی تمام مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔

مولانا محمد مجاہد شہید

(فیصل آباد)

شیخ الحدیث مولانا نذیر مرحوم مہتمم جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے جواں سال صاحبزادے ممتاز عالم دین، نوجوان محقق مولانا محمد مجاہد کو اُن کے رکشہ ڈرائیور سمیت 1997ء میں شہید کیا گیا۔ کس نے شہید کیا؟ انہی لوگوں نے جنہوں نے مولانا حق نواز جھنگوی، مولانا ایثار القاسمی، مولانا اعظم طارق، علامہ علی شیر حیدری، مولانا عبدالغفور ندیم، مولانا اسلم شیخوپوری، مولانا مفتی عبدالمجید دین پوری سمیت سینکڑوں علماء، طلباء اور سنی نوجوانوں کو شہید کیا۔

مولانا محمد مجاہد صاحب ایک علمی شخصیت تھے اور گوشہ نشین ہو کر علمی کام میں مصروف تھے۔ آپ نے صرف تیئس سال کی عمر میں جام شہادت نوش کیا۔ انہوں نے اپنی جوانی کو علوم دین کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ جمعۃ المبارک کی نماز ادا کر کے واپس تشریف لا رہے تھے۔ ان کے قتل سے ملک بھر کے علمی حلقوں میں اضطراب کی کیفیت پھیل گئی تھی۔ قاتل دنیا میں سزا سے بچ بھی جائیں، ان شاء اللہ روزِ قیامت اللہ رب العزت کی شدید پکڑ سے بچ نہیں پائیں گے۔

CamScanner

باب چہارم

شیعہ گردی
کا شکار
عوام اہلسنّت

CamScanner

شہدائے مسجد الخیر

(ملتان)

23 ستمبر 1996ء کی صبح اہل ملتان کے لئے اذیت ناک بن کر آئی۔ ممتاز آباد کے علاقے کی مسجد ''الخیر'' میں نمازِ فجر کے دوران ایرانی النسل سبائی دہشت گردوں نے اندھا دھند فائرنگ کر کے 26 نمازیوں کو شہید اور 40 سے زائد کو شدید زخمی کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ممتاز آباد میں واقع مسجد ''الخیر'' مسلک اہلسنّت والجماعت کی مرکزی جامع مسجد ہے، جس میں حفظ وناظرہ، قرآنِ مجید اور درس نظامی کی تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ اس مسجد کا سنگ بنیاد استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ نے رکھا تھا، جس میں حضرتِ والا کے ایک قریبی عزیز مولانا محمد اسحاق صاحب خطیب تھے، ان کی وفات کے بعد اُن کے صاحبزادے مولانا ایوب الرحمٰن خطابت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں جو اس سانحے میں شدید زخمی ہوئے تھے۔ اس مسجد میں عام طور پر نمازیوں کی کثیر تعداد شریک ہوتی ہے۔

23 ستمبر کو فجر کی نماز کا آغاز ہوا ہی تھا کہ عقبی دروازے سے تین مسلح افراد مسجد میں داخل ہوئے اور خدا کے حضور میں ہاتھ باندھے ہوئے بے گناہ نمازیوں پر کلاشنکوف سے فائر کھول دیئے۔ پچھلی صف میں حفظ قرآنِ مجید کرنے والے طلباء تھے، سب سے پہلے وہی گولیوں کا نشانہ بنے، بعد ازاں دوسرے نمازی گولیوں کی زد میں آئے اور یوں آناً فاناً 26 نمازی جام شہادت نوش فرما گئے، بعد ازاں مجرم اطمینان سے کار میں بیٹھ کر فرار ہو گئے۔

اس سانحہ پر ہر شخص سوگوار اور ہر آنکھ شکبار تھی۔ ''مسجد الخیر'' عبادت گاہ نہیں مقتل گاہ کا منظر پیش کر رہی تھی۔ شہداء کے لاشے، تڑپتے ہوئے زخمی، گولیوں سے چھلنی جسم، سفید ریشوں، نوجوانوں اور معصوم طلباء کے خون ناحق سے رنگین صحن، مسجد، بروئے حدیث صبح اور عصر کے

وقت فرشتے بنی نوع انسان کے اعمال کی فہرست بارگاہِ خداوندی میں پیش کرتے ہیں۔

23 ستمبر کی صبح کو شاید فرشتوں نے آنسوؤں سے وضو کر کے ان شہداء کی فہرست بارگاہِ خداوندی میں پیش کی ہوگی، جنہوں نے خدا کے حضور میں بحالت قیام امام کی زبان سے "ایاک نعبد و ایاک نستعین" کہا اور "فزت ورب الکعبہ" کے مقام پر فائز ہوگئے۔

اس سانحے کے خلاف ملتان کے عوام نے دو دن تک مکمل ہڑتال کی اور زخمیوں کے علاج معالجہ کے لئے رقوم ہی نہیں اپنا خون بھی وافر مقدار میں پیش کیا۔ تمام مسلک کے علمائے کرام نے اس سانحہ کو بہیمیت وسفاکیت قرار دیا اور کہا گیا کہ یہ کسی مسلمان کا کام نہیں ہوسکتا، مقامی انتظامیہ نے بھی متاثرہ خاندانوں اور زخمیوں کے ساتھ ہمدردی وخیر خواہی کا مظاہرہ کیا، البتہ مجرموں کی گرفتاری میں روایتی پالیسی کا شکار رہے۔

CamScanner

شہدائے جامعہ ضیاء العلوم (لاہور)

اگست 1997ء ملک بھر میں ایرانی ایماء پر دندناتے پھرنے والے سبائی ٹولے کے دہشت گردوں نے لاہور میں بڑی سطح کی دہشت گردی کا منصوبہ تیار کیا اور 6 اگست 1997ء کو جامعہ ضیاء العلوم بیگم پورہ لاہور میں نمازِ مغرب کی ادائیگی میں مصروف نمازیوں اور قرآن وحدیث کے طالب علموں پر فائرنگ کردی۔ گولیوں کی بارش سے ایک قیامت برپا ہوچکی تھی۔ دہشت گرد اطمینان سے میگزین بدل بدل کر فائرنگ کرتے رہے۔ جب فائرنگ کا سلسلہ ختم ہوا اور قاتل فرار ہوئے تو پتہ چلا کہ دس نمازی شہید اور بارہ زخمی ہوچکے ہیں۔ ملک بھر بالخصوص لاہور کی فضا سوگوار ہوچکی تھی۔ اتنے بڑے دہشت گردی کے واقعے کے بعد بھی حکومت کا رویہ وہی تھا کہ چوبیس گھنٹوں میں قاتل گرفتار کر لینے کے دعوے تھے، مگر عملاً قاتل آزاد اور اپنی سرپرست حکومت کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دوسری طرف سپاہِ صحابہ کی قیادت کو گرفتار کرنے کے لئے صرف اتنا کافی ہوتا ہے کہ مخالف فرقے کے کسی مراسی یا بھنگی کے مرنے پر اس کی ایف آئی آر میں قائدین کا نام لکھوا دیا جائے، جبکہ تحریک جعفریہ کے قاتل پہنچانے جانے اور بعض اوقات گرفتاری کے نتیجے میں تفتیش کے ذریعے ان کے اس اقرار کے بعد بھی کہ ہم نے یہ تخریب کاری فلاں لیڈر کے ایماء پر کی ہے اور ہمیں یہ اسلحہ ہمارے فلاں لیڈر نے دیا ہے، حکمران اور انتظامی ادارے اتنی جرأت نہیں کرتے کہ اصل تخریب کار لیڈروں پر ہاتھ ڈالیں۔

ملک میں جاری یہ دوغلی پالیسی امن وامان واستحکام وطن کے خواب کو کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہونے دے گی۔

شہدائے اٹک

اٹک میں عظمت صحابہؓ کانفرنس بیاد شہدائے شین باغ میں ہونے والی سالانہ کانفرنس تھی، اس کانفرنس میں علاقہ بھر کے علماء کرام اور مشائخ اسٹیج کی زینت بنتے رہے ہیں اور اہلسنّت کے تمام مکاتب کی فکر بھر پور نمائندگی ہوتی ہے۔

ایک سال مہمانِ خصوصی کے طور پر جرنیل سپاہ صحابہ مولانا محمد اعظم طارق شہید کو مدعو کیا گیا۔ مولانا محمد اعظم طارق کی آمد پر ان کو مطلع کیا گیا کہ احباب نے ضلعی انتظامیہ سے وعدہ کر رکھا ہے کہ شیعہ کے خلاف نہ تقریر ہوگی، نہ نعرے بازی، ادھر شیعوں نے بھی تیاری کر رکھی ہے کہ اگر ہمارے خلاف تقریر ہوئی تو ہم کانفرنس پر حملہ کر دیں گے۔ اسٹیج سیکرٹری نے مولانا کو دعوت دی تو پر جوش کارکنوں نے روایتی انداز میں نعرے بازی کی، اسٹیج کے احباب نے ان کو روکا بھی، مولانا نے تقریر شروع کی اور خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا ہماری جماعت وعدہ کی پابند ہے اور معاہدے کی پاسداری کرنے والی ہے، لیکن معاہدہ جن لوگوں نے کیا ہے وہ پاسداری کر رہے ہیں، میں نے اور شرکائے جلسہ نے کوئی معاہدہ نہیں کیا، یہ کہہ کر آپ نے عظمت صحابہ بیان کرنا شروع کی اور اسی پر کانفرنس ختم ہوئی۔ قائد شہید اسٹیج سے نیچے اُترے اور کھانا کھانے کے لئے مقام متعینہ پہنچے ہی تھے کہ گولیوں کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ شیعہ دہشت گردوں نے فائرنگ کر دی ہے، جس سے دو اہلسنّت پولیس والے شہید ہو گئے ہیں۔

شہدائے خیر المدارس ودارالعلوم کبیر والا

مدینۃ الاولیاء ملتان میں 17، 18 اور 19 اکتوبر 1997ء دعوت اسلامی کا سہ روزہ ''سنتوں بھرا اجتماع'' منعقد ہوا۔ نام کی مناسبت سے توقع اس اجتماع سے یہ تھی کہ اس سے رسول رحمت، پیغمبر امن، پیکر شفقت، سرچشمہ محبت، داعی اخوت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ اور اوصاف حسنہ کا پیغام پھیلے گا۔ یہی اُمید لے کر اس اجتماع کے مطالعاتی دورے کے لئے آنے والے دارالعلوم کبیر والا کے چار اور جامعہ خیر المدارس کے دو طلبہ کو اجتماع سے باہر ٹوپیاں خریدتے ہوئے چھ افراد نے اغواء کر کے تین روز تک ایک کیمپ میں محبوس رکھنے کے بعد اتوار اور پیر کی درمیانی رات گیارہ بجے رنگیل پور نہر کے کنارے لے جا کر چار کو قتل کر دیا۔ اندھیرے کی وجہ سے دو طالب علم موت کے منہ میں جانے سے بچ گئے۔ مرنے والوں میں خیر المدارس کے حبیب الرحمٰن اور محمد اقبال اور کبیر والہ کے محمد نیاز اور محمد رمضان شامل تھے۔ (روزنامہ صحافت، 20 اکتوبر، 1997ء)

محفوظ رہنے والے دو طلبہ اللہ یار اور شاہد کریم کبیر والہ میں پڑھتے تھے، جنہوں نے 20 اکتوبر کو خیر المدارس میں آ کر اس المناک حادثے کی تفصیلات بیان کیں اور انہوں نے بتایا کہ انہیں سبز پگڑیاں پہنے ہوئے چند افراد نے کوئی وجہ بتائے بغیر اجتماع میں موجود ایک کیمپ میں آنے کی دعوت دی اور وہاں لے جا کر یکایک رسیوں میں جکڑ دیا، کچھ دیر بعد اس طرح دو اور طالب علم لائے گئے اور انہیں بھی باندھ دیا گیا، دو خیر المدارس ملتان کے تخصص فی الفقہ کے طالب علم یعنی علماء کرام تھے، کچھ دیر بعد اسی کیمپ میں ان بے گناہ طلباء پر تخریب کاری کی کوشش اور منصوبے کا الزام لگا کر تشدد شروع کر دیا گیا۔ طلباء نے بے گناہی ثابت کرنے کے لئے مدرسے کے شناختی کارڈ دکھائے کہ ہمارے مدرسے سے تصدیق کر لی جائے تو یہ کہہ کر مزید زدوکوب کرنا شروع کر دیا کہ ہم تمہارے نوکر نہیں ہیں، اس دوران نہ ہمیں کھانا دیا گیا اور نہ نماز پڑھنے دی گئی بلکہ یہ حضرات خود بھی نماز سے بے نیاز رہے، بالآخر تیں گھنٹوں کے ظلم

وتشدد اور حراست کے بعد اجتماع کے اختتام پر رات گیارہ بجے نہر کے کنارے بٹھا کر گولیوں کی بارش کر دی جس سے چار طلباء نہر میں جا گرے، انہی کے ساتھ دو طالب علم اور بھی گرے جو معمولی زخمی ہونے کی وجہ سے ہوش وحواس میں تھے اور نہر سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

زخمی طلباء کی اس دلخراش داستان غم نے ہر سننے والے کو اشکبار کر دیا۔ یقین نہیں آتا تھا کہ ایک مقدس نام سے منعقد ہونے والے اجتماج کے شرکاء مسلکی اختلاف رکھنے والوں کو اس قدر بے دردی کے ساتھ شہید کر دیں گے، صرف اس ''جرم'' میں کہ وہ ان کے اجتماع میں کیوں شریک ہوئے، سمجھ نہیں آتا، ''سنتوں بھرے اجتماع'' کے شرکاء سے اپنے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کا یہ پہلو کیسے اوجھل ہو گیا کہ جنہوں نے تو عمر بھر اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا، کھانے میں زہر دینے والوں سے درگزر کیا۔

جانی دشمنوں اور قاتلوں تک کو معاف کیا، پتھر مارنے والوں کو دعاؤں سے نوازا، درپے آزار لوگوں پر رحمت وکرم کی بارش کی، نجران کے نصاریٰ پر مسجد نبوی میں رہنے کی اجازت بخشی، یہودی مہمانوں کی بنفس نفیس میزبانی فرمائی، فتح مکہ کے تاریخی موقع پر قاتلوں اور مجرموں کو معاف کیا۔ ان سب اور ان جیسے بہت سے لوگوں کو اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن عفو میں پناہ ملی، جس کے نام پر ہم ''سنتوں بھرا اجتماع'' منعقد کر کے لوگوں کو جمع کرتے اور اسوۂ حسنہ پر عمل کا وعظ سناتے ہیں، جن بزرگوں کی طرف ہمارا انتساب ہے کیا وہ اپنے مخالفین کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے تھے؟ کیا لاہور کے حضرت علی ہجویری، جھنگ کے سلطان باہو، پاکپتن کے بابا فرید اور ملتان کے خواجہ بہاؤالدین رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی کردار تھا، نہیں نہیں۔ ان پاکیزہ سیرت نفوس نے زمین کے ہر ذرے کو خوشبوئے محبت سے مہکایا، لیکن ان کے نام لیواؤں نے اُن کے لگائے ہوئے گلشن محبت کو آتش انتقام کی نذر کر دیا۔

باب پنجم

سوز دروں

(متفرق مضامین)

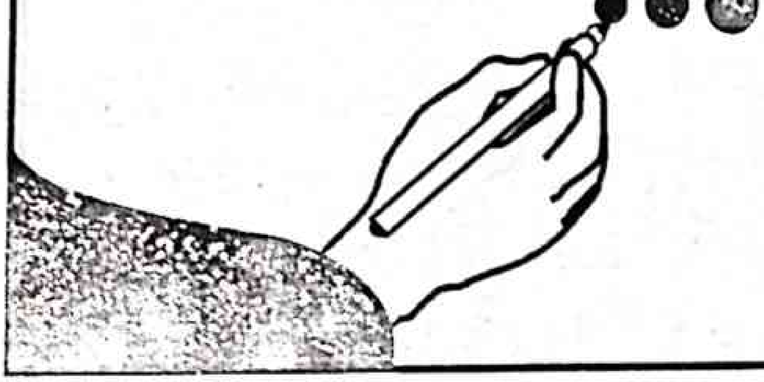

بعد از خدا بزرگ توئی……

ترجمانِ اہلسنّت کراچی عمر معاویہ نے بھی عجیب امتحان میں ڈال دیا کہاں یہ بندہ عاصی اور کہاں مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم عنوان زبان گنگ، دل و دماغ ششدر لکھا جائے تو کیا لکھا جائے، وہ قلم کہاں سے لاؤں جس سے اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت لکھ سکوں، زبان و بیان کی وہ صلاحیت کیسے حاصل کروں کہ بارگاہ رسالت میں حمد و ثناء کے چند پھول نچھاور کرسکوں۔ جناب اقبال سہیل رحمہ اللہ اسی بات کو کیا خوب فرما گئے ؎

کہاں میں کہاں مدحِ ذات گرامی
میں سعدیؒ نہ رومیؒ نہ قدسیؒ نہ جامیؒ
پسینے پسینے ہوا جا رہا ہوں
کہاں یہ زباں اور کہاں نامِ نامی

حضرت سیّد نفیس الحسینی رحمہ اللہ نے انہی خیالات کو زبان دیتے ہوئے فرمایا:

مصطفیٰ مجتبیٰ تیری مدح و ثناء میرے بس میں نہیں دسترس میں نہیں
دل کو ہمت نہیں لب کو یارا نہیں تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

انہی احساسات کے ساتھ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موتی نذر قارئین کررہا ہوں۔

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پاک کے محبوب پیغمبر ہیں، نبی آخر الزماں ہیں، خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں، تمام پیغمبروں کے امام اور رسول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اللہ پاک کی طرف سے ہدیہ وتحفہ میں عطا کی گئی رحمت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت و رسالت ساری مخلوق کے لئے عام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف انسانوں بلکہ حور و ملک چودہ طبق ساری خلق کے لئے رحمت ہیں۔

قرآن کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و اخلاق ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات بلاشبہ وجہ کائنات ہے، سارے عالم کو اسی لئے بنایا اور سجایا گیا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کئے جائیں گے۔ حدیث ''لولاک'' الفاظ سے قطع نظر مفہوم میں ایک سچی بات اور حقیقت ہے، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات برکات مجموعہ فضائل ہے، آخر الزماں ہونے کے باوجود سب مخلوق سے فائق و برتر اور سب سے آگے ہیں۔

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحاظ سے عظیم الشان ہیں ایسی ذات بابرکات کی توصیف و ثناء میں رطب اللسان رہنا سعادت کی کنجی ہے، الحمد سے والناس تک قرآن کریم میں جا بجا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف وثناء نظر آتی ہے، ظاہر ہے قرآن کریم کلام رب العزت ہے، صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی وظیفہ خداوندی بھی ہے۔

میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ ہے کہ اگر سر سے لے کر پاؤں تک پورا بدن زبان بن کر قیامت تک تعریف وثنائے پیغمبر کے لئے وقف ہو جائے تب بھی حق توصیف ادا نہ ہو سکے! ہو بھی کیسے سکتا ہے، کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل نہ صرف ہمیں صحیح معنی میں انسانیت ملی بلکہ حقیقی عبدیت اور اپنے خالق و مالک کی سچی معرفت بھی نصیب ہوئی گویا اپنا وجود ملا زندگی کا مقصود ملا۔

حق تعالیٰ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنے اوصاف جمیلہ عطا فرمائے ان میں سے ایک امتیازی وصف ''عبدیت کاملہ'' کا وصف ہے، جس طرح حق تعالیٰ خدائی میں یکتا ہیں، اسی طرح آقا صلی اللہ علیہ وسلم عبدیت میں یکتا ہیں۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی جیسی اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ عبادت واطاعت آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ویسی آج تک کسی نے کی ہے نہ آئندہ کوئی کر سکے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دربارِ الٰہی میں سراپا تسلیم و رضا تھے یہی عبدیت کاملہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے زیادہ محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے امتیازات اور بہت سی خصوصیات عطا فرمائیں جو کسی اور کو نصیب نہیں ہوئیں اور وہ خصوصیات بھی عطا فرمائیں جو دوسرے انبیاء کو عطا فرمائیں۔

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک کھارے (نمکین) پانی کو میٹھا کر دیتا تھا۔

(۲) دودھ پینے والے بچے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لعاب مبارک کا ایک قطرہ چکھاتے تو وہ بچہ سارا دن پیٹ بھرا رہتا دودھ نہ مانگتا۔

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلیں سفید رنگ، اجلی شفاف تھیں اور ان میں بالکل بال نہیں تھے۔

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک اتنی دور تک جاتی تھی کہ اوروں کی آواز اس کے دسویں حصے تک بھی نہ پہنچتی تھی۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سو جاتی تھیں مگر دل جاگتا رہتا تھا۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری عمر ''جمائی'' نہ آئی...... کبھی احتلام نہ ہوا۔

(۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک مشک سے زیادہ خوشبودار تھا، جس راستے سے گزرتے لوگ بعد میں بھی اس خوشبو سے پہچان جاتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ہیں۔

(۸) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے کی طرح پیچھے بھی دیکھتے تھے اور روشنی کی طرح اندھیرے میں بھی آپ سب کچھ ملاحظہ فرماتے تھے۔

(۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس مبارک پر مکھی نہ بیٹھتی تھی اور آپ اگر جانور پر سواری فرماتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی مدت تک لید، پیشاب نہ کرتا۔

(۱۰) عالم ارواح میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور ''الست بربکم'' کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے ''بلیٰ'' فرمایا۔

(۱۱) روز قیامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''مقام محمود'' نصیب ہوگا اور لواء الحمد یعنی حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوگا اور آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد اس جھنڈے تلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت عظمیٰ کا منصب ملے گا۔

(۱۲) پل صراط پر سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گزریں گے اور پھر تمام لوگوں کو حکم ہوگا کہ اپنی آنکھیں بند کر لو تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ

CamScanner

عنہا پل صراط سے تشریف لے جائیں۔

(۱۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن ''جنابِ الٰہی'' سے قرب اور منزلت میں ایسے ہوں گے جیسے وزیر بادشاہ کے۔(ملخص تفسیر عزیزی)

اس آوارہ، ناکارہ اور سیاہ کار کے قلم نے آج تک جتنی سعادتیں سمیٹی ہیں، ان میں سب سے بڑی اور اونچی سعادت، سعادتوں کی چوٹی ''ذروۃ سنام السعادات'' محمد عربی کی شان عظمت اور رفعت کے لئے یہ چند مختصر سی سطور ہیں۔

سچی بات ہے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت جس قلم سے لکھی جائے وہ قلم سعادت مند، جس ورق پر آپ علیہ السلام کی شان وتوقیر کے موتی بکھیرے جائیں وہ ورق خوش نصیب، جس زبان سے آپ علیہ السلام کی عظمت کے بول نکلیں وہ زبان نور سے وضو کرنے والی ہے۔

کہنے والے نے کیا خوب کہا:

ما ان مدحت محمداً بمقالتی

لکن مدحت مقالتی بمحمد

آپ کی عظمت وشان کی قائل عرش سے لے کر فرش تک ساری مخلوق ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا ظاہری حسن وجمال ہو یا آپ علیہ السلام کی صفات اور باطنی کمالات سب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی صفات جلالیہ وجمالیہ کا مظہر اور پرتو ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ظاہری حسن وجمال اور وضع وبناوٹ میں آپ علیہ السلام جیسا کوئی پیدا ہوا، نہ ہوگا اور اخلاق وسیرت اور باطنی کمالات میں کوئی پیغمبر بھی آپ سے بڑھ کر نہیں تو کسی امتی کی کیا حیثیت ہے؟

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

CamScanner

علیؓ کی زندگی منافقت کی موت

پروردۂ رسول، اقلیم ولایت کے تاجدار، عبادت وریاضت میں مسلمانوں کے پیشواز مانۂ رسالت میں بدر سے لے کر آخری غزوہ تک میدان شجاعت کے سربراہ خصوصاً معرکہ خیبر کے شاہ سوار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غمخوار، خلفائے ثلاثہ کے خیر خواہ، تمام صحابہ کے محبوب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبّ صادق جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا مژدہ سنایا، جن سے بغض رکھنا کفر، جن سے محبت رکھنا ایمان، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی صاحبزادی جو مجلس میں آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جائیں، جن کی سواری میدان محشر سے گزرے تو تمام اہل محشر کی گردنیں جھک جائیں، ایسی گرامی مرتبہ شہزادی خاتون جنت سیّدنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے شوہر، جنت کے جوانوں کے سردار حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے والد، سلسلہ نسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بانی، جو اگر صدقہ دیں تو قرآن ناطق ہو، جن کے رکوع وسجود پر قرآن شاہد، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ عم زاد، جن کی سرکار ناز برداری کریں، جن کو تہجد پڑھوانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو جگانے آئیں، جو اگر روٹھ جائیں تو سرکار منانے آئیں اور اسی عالم میں سرکار سے ابوتراب کا لقب پائیں، جس سے وہ ناراض ہو جائیں تو وہ سرکار کا معتوب اور جس سے وہ راضی ہو جائیں تو وہ سرکار کا محبوب، اندھیری راتوں میں ساحل مراد تک پہنچنے کے لئے جہاں آسمان ہدایت کے ستاروں کے بغیر گزارہ نہیں وہاں ان کے سفینہ کے بغیر بھی کوئی چارہ نہیں، جن کی زندگی کا محور آغاز سے انجام تک اللہ کا گھر تھا، جب تک دنیا میں رہے تو اللہ کی خاطر، دنیا سے گئے تو اللہ کی خاطر، جنہوں نے اپنے شہزادوں کو تربیت بھی ایسی دی کہ دونوں نے شہادت پائی بلکہ یہ سارا خاندان ہی شہداء کا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء تھے تو یہ خاتم الخلفاء رضی اللہ عنہم تھے، یہ وہ ہیں جن کی محبت میں جینا عبادت ہے اور جن کی محبت میں مرنا شہادت ہے، انہیں کو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

CamScanner

کہتے ہیں۔

آپ کا نام علی بن ابی طالب تھا، کنیت ابوتراب اور ابوالحسن تھی اور حیدر آپ کا لقب تھا، آپ نجیب الطرفین ہاشمی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے عم زاد تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد اگر چہ اسلام نہیں لائے تاہم انہوں نے ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی اور ہر موقع پر آپ کی حمایت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بن اسد مسلمان ہوگئی تھیں اور مستند روایات کے مطابق ہجرت کر کے مدینہ گئیں، جب ان کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص مبارک سے ان کو کفن دیا، قبر میں لیٹ کر اس کو متبرک کیا اور دفن کے بعد دعاء مانگی ''اے اللہ! فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، ان کی قبر کشادہ فرما۔''

ابوطالب کثیر العیال تھے اور انتہائی عسرت سے گزر اوقات ہوتا تھا، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ہمیں اس پریشانی میں اچھا خاصا ہاتھ بٹانا چاہئے۔ چنانچہ حسب ارشاد جعفر کی کفالت حضرت عباس رضی اللہ نے اپنے ذمہ لی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ انتخاب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پسند کیا، چنانچہ شروع سے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور آغوش میں رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر ابھی دس سال کی ہی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اعلان نبوت کا حکم دیا اور اس کے ساتھ ہی نماز فرض ہوگئی، ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حیرت سے اس نئے منظر کو دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یہ سب کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی توحید، اپنے منصب رسالت اور نماز وغیرہ کے بارے میں خبر دی اور ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ ایک دن کے غور وفکر کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں میں شامل ہو چکے تھے اور اس وقت تک اسلام لانے والوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تیسرے شخص تھے۔

اعلان نبوت کے بعد تین سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طریقہ سے تبلیغ کرتے

CamScanner

رہے، خاص خاص لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے اور ان میں سے اکثر قبول کر لیتے۔ نبوت کے چوتھے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ کھلے عام تبلیغ کیجئے اور اس کی ابتداء اپنے قریبی رشتے داروں سے کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر چڑھ کر اپنے خاندان کے لوگوں کو جمع کیا اور ان کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا لیکن ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدتمیزی کی اور مجمع کو منتشر کر دیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار پھر اپنے اقرباء کے چالیس افراد کو جمع کر کے فرمایا: اے بنو عبدالمطلب! میں تمہارے سامنے دنیا و آخرت کی بہترین نعمتیں پیش کرتا ہوں، بتاؤ اس معاملے میں میرا ساتھ کون دے گا؟ یہ سن کر محفل میں سکوت طاری ہو گیا، اس خاموشی میں اگر کسی کی آواز ابھری تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

مکہ میں تیرہ سال گزارنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا، کفار نے کاشانۂ اقدس کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا اور اس انتظار میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلیں اور شہید کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کفار کی امانتیں تھیں، آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں جا رہا ہوں تم ان لوگوں کی امانتیں سپرد کر کے مدینے چلے آنا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بے خوف وخطر بستر پر سو گئے، صبح کو کفار برہنہ تلوار لے کر آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے آپ کا ایک جانثار موت وحیات سے بے پرواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سو رہا تھا، تین چار دن بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہجرت کر گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شجرِ اسلام کی اپنے خون سے آبیاری کی، ان کی تیغ بے نیام نے ان گنت کفار کو اسلام دشمنی کی سزا دی، وہ ہمیشہ بڑھ کر وار کرتے تھے، ان کے غزوات کی ابتداء غزوہ بدر سے ہوئی، قریش کا دستور تھا کہ پہلے فرداً فرداً جوان مقابلہ کے لئے نکلتے پھر عام لڑائی شروع ہوتی۔ کفار کی طرف سے امیر لشکر عتبہ، ولید اور شیبہ مقابلہ کو نکلے جن کے مقابلے میں تین انصاری نوجوان آئے لیکن کفار نے ان کو کم تر سمجھتے ہوئے لڑنے سے انکار کر دیا اور کہا ہمارے ہمسر جوان مقابلے کے لئے لاؤ، تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، ابوعبیدہ

CamScanner

اور حمزہ کو مقابلے کے لئے بھیجا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں ولید کو تہہ تیغ کر دیا، دوسری طرف شیبہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو گھائل کر دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ایک وار کیا اور شیبہ کو بھی قتل کر دیا۔

بدر کے علاوہ جن غزوات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دادِ شجاعت دی ان میں غزوۂ احد، خندق، بنونضیر، بنوقریظہ سے جنگ، بنوسعد کی سرکوبی اور معرکہ خیبر شامل ہیں اور پھر غزوۂ خیبر کا وہ مشہور واقعہ جس کی وجہ سے آپ فاتح خیبر کہلائے وہ بھی سیرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک روشن باب ہے۔

غزوۂ بدر کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب صاحبزادی سے نکاح کی درخواست کریں، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کی درخواست کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمہارے پاس مہر ادا کرنے کے لئے کچھ ہے؟ عرض کیا ایک گھوڑے اور زرہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ فرمایا: گھوڑے کو جہاد کے لئے رکھو اور زرّہ فروخت کر دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ زرّہ چار سو اسّی درہم میں فروخت کی اور قیمت لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا کہ بازار سے عطر خرید کر لائیں، اس کے بعد خود نکاح پڑھایا اور خیر و برکت کی دعا دی۔ نکاح کے تقریباً دس گیارہ ماہ بعد رخصتی ہوئی۔ رخصتی کے وقت خاتون جنت کو جو جہیز ملا اس کی کل کائنات یہ تھی، ایک پلنگ، ایک بستر، ایک چادر، دو چکیاں اور ایک مشکیزہ۔ یہی اثاثہ ساری عمر حضرت زہراء رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس میں کوئی اضافہ نہ کر سکے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انتہائی ابتر حالات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پورے دور خلافت میں ایک لمحہ بھی آرام میسر نہ آیا، لوگ حکومت کو پھولوں کی سیج سمجھتے ہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے یہ حکومت خاردار وادی سے بھی زیادہ تکلیف دہ تھی۔ آپ کی خلافت شورش اور جنگوں میں گزر گئی ان جنگوں میں کون حق پر تھا اور کون باطل پر؟ یہ فیصلہ کرنا ہمارا کام نہیں ہے نہ ہم اس کے مکلف

CamScanner

ہیں۔ جب ہم ان نفوس قدسیہ کے گرد راہ سے بھی کوئی نسبت نہیں رکھتے تو ان کے مابین حکم کیسے بن سکتے ہیں، کیا اس امت میں کوئی شخص ہے جو امی عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اختلاف میں فیصل اور حکم ہو سکے؟ ہمارے نزدیک تمام صحابہ محترم ہیں، فتح مکہ سے پہلے والے ہوں یا بعد والے۔ وکلًا وّ عد اللہ الحسنیٰ (الحدید) اللہ نے تمام سے جنت کا وعدہ کر لیا ہے۔

البتہ اس بات سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے اور اپنے معاصرین صحابہ و تابعین میں سب سے افضل و برتر تھے، سب سے زیادہ محبوب تھے، علم کا شعبہ ہو یا عمل کا، عبادت و ریاضت ہو یا سخاوت و شجاعت اس دور میں کوئی شخص کسی بھی شعبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہمسر نہ تھا، وہ اپنے معاصرین میں سب سے زیادہ قد آور اور بلند و بالا شخصیت تھے۔

امت کی انتہائی بدنصیبی تھی کہ ابن ملجم نامی خارجی رمضان کی اکیسویں شب مسجد میں آ کر سویا، فجر کے وقت جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے تو عین سجدہ کی حالت میں ابن ملجم نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے آپ کی گردن پر وار کیا اور اکیس رمضان بروز جمعہ چالیس ہجری کو علم و فضل، زہد و تقویٰ، شجاعت و سخاوت اور رشد و ہدایت کا یہ عظیم آفتاب غروب ہو گیا۔

ظاہری نگاہوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اوجھل ہو گئے لیکن اہل باطن کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ آج بھی رونق افروز ہیں، اہل دل ان سے رابطہ رکھتے ہیں، اولیاء اللہ ان سے فیض پاتے ہیں، مکہ سے لے کر کوفہ تک ان کی زندگی کا ہر دور قابل رشک اور قابل تقلید تھا۔ آج پھر گناہوں اور گمراہیوں کے اندھیروں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیرت کے چراغ جلانے کی ضرورت ہے۔ اس دور انحطاط میں مسلمانوں کے عروج کے لئے ایک بار پھر ضرب حیدری کی ضرورت ہے۔

آخر میں اپنے کالم کا اختتام قائد محترم، پیرو مرشد حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ کے اس سنہری اور تاریخی جملے سے کروں گا جو انہوں نے سلطان آباد کراچی میں پیغمبر

CamScanner

انقلاب کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ ''علی کی زندگی منافقت کی موت ہے'' پھراس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ بتاؤ ''علی کا ابوبکر کی بیعت کرنا منافقت کی موت ہے یانہیں؟علیؓ کا ابوبکرؓ کی اقتداء میں نماز پڑھنا منافقت کی موت ہے یانہیں؟علیؓ کا ابوبکرؓ وعمرؓ کو اپنا امام بنانا منافقت کی موت ہے یانہیں؟علیؓ کا اپنے بچوں کا نام ابوبکر وعمر کے نام پہ رکھنا منافقت کی موت ہے یانہیں؟'' ہرایک سوال کے جواب میں مجمع باآواز بلند اثبات میں جواب دیتا اور قائد محترم کے عجیب طرز استدلال پر عش عش کراٹھتا۔اللہ پاک ہمیں صحابہ اور غلامانِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بابرکت نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین

خدا رحمت کند ایں عاشقِ محمدؐ را

سیرت امیر معاویہ رضؓ

اور ایک اعتراض کا علمی جائزہ

حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیانؓ بن صخر بن حرب حضور ﷺ کے مؤقر صحابی، کاتب وحی الٰہی اور تمام مسلمانوں کے ماموں ہیں کیونکہ آپ کی ہمشیرہ اُم حبیبہؓ اُم المومنین ہیں۔

آپ اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے اور پچیس سال کی عمر کو پہنچ کر سن ۷ ہجری میں اُس وقت اسلام قبول کیا جب رسول اللہ ﷺ صلح حدیبیہ کے موقع پر قضاء ہوجانے والے عمرے کو ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے۔ اسلام سے مشرف ہونے کے بعد مروہ پہاڑ کے قریب حضرت معاویہؓ کو حضور ﷺ کے سر کے بال کاٹنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی اُس وقت چونکہ آپ کے والدین ابوسفیانؓ اور ہندا اسلام نہیں لائے تھے اس لئے آپ نے اُن کے خوف سے اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔ سن ۸ ہجری میں جب فتح مکہ کے بعد آپ کے والدین اور بڑے بھائی یزیدؓ بن ابی سفیانؓ نے اسلام قبول کیا تو آپ نے بھی اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا۔ سن ۸ ہجری میں آپ نے حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین میں شرکت کی۔

حضرت معاویہؓ حضور ﷺ کی زندگی میں عام خط و کتابت اور قرآن کریم کی کتابت پر مامور تھے، حضور ﷺ نے آپ کو دُعا دی اور فرمایا: اے اللہ! معاویہؓ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور اُس کے سبب لوگوں کو ہدایت دے (ترمذی) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ابو یعلی کی سند کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے فرمایا: ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کو وضو کرارہا تھا جب رسول اللہ ﷺ نے وضو سے فارغ ہوکر میری طرف دیکھا تو فرمایا: اے معاویہؓ! جب تمھیں کسی جگہ کا حاکم بنایا جائے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل سے کام لینا حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں: مجھے اس وقت سے یقین ہوگیا تھا کہ مجھے حکومت کی ذمے داری سونپی جائے گی۔

حضرت معاویہؓ کو اکثر و بیشتر حضور ﷺ اپنی بارگاہ میں یاد فرماتے تھے آپ نے حضور ﷺ

سے ایک سوتر سیٹھ احادیث روایت کی ہیں: حضرت ابن عباسؓ اور دیگر صحابہؓ واخیار تابعین آپ سے احادیث روایت کرتے تھے۔ (الاصابہ ج۳ ص۴۳۳)

حضورﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے جولشکر شام کی طرف بھیجا تھا اس میں حضرت معاویہؓ اور آپ کے بڑے بھائی یزید بن ابی سفیانؓ دونوں شریک تھے۔آپ کے بھائی یزید بن ابی سفیانؓ کو حضرت صدیق اکبرؓ نے چوتھائی فوج کا امیر مقرر کیا اور دمشق فتح ہونے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یزیدؓ ابی سفیانؓ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا، حدود اسلام میں یہ سب سے پہلے گورنر کا تقرر تھا جس کی سعادت اموی خاندان کو نصیب ہوئی۔ حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ نے یزید بن ابی سفیانؓ کو گورنر مقرر رکھا۔ سن ۱۷ ہجری میں جب طاعون عمواس پھیلا تو حضرت یزید بن ابی سفیانؓ فوت ہو گئے، بعض روایات کے مطابق آپ کی وفات ۱۹ ہجری میں فتح قیساریہ کے بعد ہوئی۔ بہر حال حضرت یزید بن ابی سفیانؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے اُن کی جگہ حضرت معاویہؓ کو گورنر مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد حضرت عثمانؓ نے تمام شام کا علاقہ حضرت امیر معاویہؓ کی تحویل میں دے دیا اور حضرت عثمانؓ کی شہادت تک سترہ یا پندرہ برس تک آپ نے شام کے علاقے میں کامیاب حکومت کی۔

حضرت امیر معاویہؓ کا دورِ حکومت پینتالیس سال پر محیط ہے انہوں نے جتنے طویل عرصہ تک جس قدر وسیع وعریض علاقے پر کامیاب حکومت کی وہ اُن کے کسی پیش رو خلیفہ کے حصے میں نہیں آئی۔ وہ پانچ سال حضرت عمرؓ کے عہد میں دمشق کے گورنر رہے، بارہ سال حضرت عثمانؓ کے زمانے میں پورے علاقہ شام کے گورنر رہے، چھ سال حضرت علیؓ کے ایام خلافت میں حکمران رہے۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ سے صلح کر لی اور تمام اسلامی ریاست کے وہ خلیفہ تسلیم کر لئے گئے اُن کے ایام حکومت میں اسلامی فتوحات مشرق اور مغرب میں تیز وتند سیلاب کی طرح بڑھتی جارہی تھی، خلیفہ منتخب ہونے کے بعد انہوں نے بیس سال تک حکومت کی اور بیاسی سال کی عمر گزار کر بائیس رجب سن 60 ہجری کو جمعرات کے دن اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اس طرح انہوں نے سترہ ہجری سے لے کر 60 ہجری تک مسلسل حکومت کی اور یہ صرف انہی کا خاصہ تھا۔

CamScanner

حضرت امیر معاویہؓ پر اعتراض کرنے کے لئے ایک حدیث پیش کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمارؓ کے بارے میں فرمایا کہ ان کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، عمارؓ اس گروہ کو جنت کی دعوت دیں گے اور وہ عمارؓ کو جہنم کی طرف بلائیں گے اور حضرت عمارؓ حضرت علیؓ کی جانب سے لڑتے ہوئے حضرت معاویہؓ کے لشکر کے ہاتھ شہید ہوئے اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حضرت معاویہؓ باغی تھے۔

اس مضمون پر مشتمل روایت بخاری میں موجود ہے اور قدرے تغیر کے ساتھ مسلم شریف میں بھی آئی ہے، قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے عرض ہے راقم الحروف اپنی بے بضاعتی اور علمی کم مائیگی کے باوجود محض اساتذہ کرام کی شفقتوں، والدہ کی مخلصانہ دعاؤں اور نظریہ دفاع صحابہؓ سے ادنیٰ سی وابستگی کی برکت سے عرصہ تین سال سے حدیث شریف کی کتاب مسلم شریف کی تدریس کی خدمت سے وابستہ ہے، گزشتہ سے پیوستہ سال مولوی یونس کشمیری کے نام سے ایک طالب علم دورہ حدیث شریف میں شریک تھے جو اس ذرہ بے مقدار راقم اثیم سے نظریاتی محبت کی وجہ سے ہمارے ہاں دورہ حدیث شریف پڑھنے آئے تھے، دوران درس جب یہ عمار بن یاسرؓ والی روایت آئی تو راقم نے مولوی یونس کو مخاطب کر کے ازراہ مزاح کہا کہ ہاں جی! مولوی صاحب کیا کہو گے؟ مسلم شریف کی حدیث امیر معاویہؓ کو باغی کہہ رہی ہے اور آپ کے فلاں فلاں بزرگ شیخ نے لکھا ہے کہ روایت سے ثابت ہو گیا کہ معاویہ غلطی پر تھے اور باغی تھے؟ وہ طالب علم حیرت وافسردگی کی تصویر بنے سر جھکائے بیٹھا تھا اور بقیہ طلباء طنزاً مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھ رہے تھے گویا کہ میرے اس جملے سے اُن کو بڑی فتح اور مذکورہ طالب علم کو کوئی تاریخی شکست مل گئی ہو، حقیقتاً معاملہ بھی ایسا ہی تھا جس کی حقیقت سے راقم قطعاً ناواقف تھا کہ بخاری شریف میں عمار بن یاسرؓ والی روایت کے سبق کے دوران جب استاذ بخاری شریف نے بھی یہی کہا کہ روایت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ معاویہؓ باغی تھے تو یہ تو ان سے مناظرے اور مباحثے پر اُتر آیا تھا اور قطعاً ماننے کے لئے تیار نہ تھا کہ اس حدیث کا مصداق امیر معاویہؓ ہیں جب کہ استاذ بخاری شریف کی کئی شروحات گھر سے لا کر ثابت کر چکے تھے کہ حدیث کا مصداق امیر معاویہؓ ہیں اور وہ باغی تھے چنانچہ جب ایک نظریاتی ہم آہنگ

CamScanner

استاذ جس کی نظریاتی محبت میں وہ بڑے بڑے مدارس چھوڑ کر آیا تھا آج اس نے بھی اس کے موقف کی تردید کر دی تو وہ بے چارہ افسوس و بے چارگی میں ورطہ حیرت میں ڈوبا ہوا تھا اور دوسرے طالب علم اس کی طرف فاتحانہ نظروں سے دیکھ رہے تھے کہ ہاں بتا شیخ بخاری شریف سے تو مناظرہ مباحثہ کر رہا تھا اب کیا جواب دے گا؟

تاہم جب راقم الحروف روایت عمار بن یاسرؓ کے مالھا و ماعلیھا کی طرف متوجہ ہوا اور اس کا علمی جائزہ لینے لگا تو اب آہستہ آہستہ مولوی یونس سر اُٹھانے لگا اور نظریں گھما گھما کر اپنے دیگر ساتھیوں کی طرف فاتحانہ نظروں سے دیکھنے لگا اور جیسے جیسے مذکورہ اعتراض کے جوابات پیش کئے جاتے تو اُس کی مسرت اور خوشی بھی قابل دید نظر آتی حتیٰ کہ جب درس ختم ہوا تو وہ فاتحانہ نظروں سے اپنے ہم مکتب ساتھیوں کو بزبان حال کہہ رہا تھا کہ بتاؤ اب تم کیا کہتے ہو؟ شام کو عصر کی نماز سے فارغ ہو کر حجرے میں آ کر بیٹھا تو مولوی یونس نمودار ہوئے اور خوشی سے بغلگیر ہو گئے اور کہنے لگے استاذ جی خدا کی قسم اعدادیہ اول سے لے کر دورہ حدیث شریف تک کسی سبق میں اتنا لطف نہیں آیا جتنا آج آپ کے اس سبق میں آیا، ابتداء میں تو زمین پاؤں کے نیچے سے نکلی جا رہی تھی تاہم بعد میں مجھے فخر محسوس ہو رہا تھا کہ واقعی میں نے بڑے بڑے جامعات چھوڑ کر اس مدرسے کا انتخاب کرنے میں کوئی غلطی نہیں کی۔

راقم الحروف نے اس اعتراض کے حوالے سے جو تفصیلات طلباء کے سامنے عرض کیں اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

عزیز طلبہ! سب سے پہلے یہ بات ملحوظ خاطر رکھیں کہ ابن امیر شریعت سید عطاالمحسن شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے:

اگر کسی بزرگ عالم یا پیر کی رائے کو غلط قرار دیا جائے تو آدمی دین کے دائرے سے خارج نہیں ہو جاتا، دفاع صحابہؓ میں کسی کی شخصیت مجروح ہو جائے اور صحابی کی ذات اور کردار نکھر کے سامنے آ جائے تو یہ سودا سستا ہے اور اسی میں ایمان کی سلامتی اور نجات دارین ہے۔

اب آیئے اس حدیث کی طرف اگر ہم اس حدیث کی متنی اور اسنادی حیثیت اور روایت و درایت کے لحاظ سے نقد و جرح سے صرف نظر بھی کریں تو چند امور قابل غور ہیں۔

CamScanner

اولاً۔۔یہ حدیث جن صحابہ کرامؓ سے مروی ہے ان میں سے چار حضرات عثمانؓ، حذیفہؓ، ابن مسعودؓ اور ابورافعؓ تو جنگ حنین سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے، چار حضرات ابوایوب انصاریؓ، ابوہریرہؓ، ابوسعید خدریؓ اور ام سلمہؓ غیر جانب دار رہے، اب حضرت عمارؓ کے علاوہ باقی پانچ حضرات میں سے تین ابوقتادہؓ، خزیمہ بن ثابتؓ، اور ابوالیسرؓ جنگ حنین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اور دو عمرو بن عاصؓ اور عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے۔ اب قابل غور بات یہ ہے کہ جن تین حضرات نے حضرت علیؓ کا ساتھ دیا تو کسی صحیح، سند روایت سے یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے محض اس حدیث کی بناپر حق و باطل کا اندازہ لگا کر ان کا ساتھ دیا ہو اور نہ ان سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عمارؓ کی شہادت کے بعد انہوں نے حدیث کو مدار استدلال بنا کر دوسرے فریق کو باغی کہا ہو حالانکہ ان تین حضرت میں سے حضرت خزیمہؓ کے علاوہ دو ۵۵ ہجری اور ۵۴ ہجری تک زندہ رہے، اگر حق و باطل کے لئے قتل عمارؓ نص صریح تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان غیر جانب دار صحابہؓ نے حق کا ساتھ کیوں نہ دیا؟ اور غیر جانب دار رہ کر باطل کو کیوں تقویت پہنچاتے رہے۔

ثانیاً۔۔جب حدیث مذکورہ کی بناء پر معاویہؓ باغی ثابت ہو گئے تھے تو حضرت علیؓ نے جنگ بندی کیوں قبول کی اور قرآن کریم کا یہ حکم کہ باغی گروہ جب تک اپنی بغاوت سے باز نہ آجائے اس وقت اس سے قتال جاری رکھو سے عدول کیوں کیا؟

ثالثاً۔۔معاویہؓ باغی تھے تو حضرت علیؓ نے ثالثی قبول کیوں کیا؟

رابعاً۔۔معاویہؓ باغی تھے تو علیؓ کے بیٹے حسنؓ نے اُن سے صلح کیوں کی؟

خامساً۔۔معاویہؓ باغی تھے تو مسلمانوں کو ان سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے تھی لیکن ہوا یہ کہ حضرت حسنؓ نے اُن سے صلح کی اور اس سال کا نام عام الجماعہ پڑ گیا۔

اس ساری تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ حضرت معاویہؓ کے گروہ پر فرقہ باغیہ کا اطلاق لغو، بے بنیاد خلاف واقعی اور واضح تبراء ہے اور حقیقتاً باغی وہ گروہ تھا جس نے ان دو عظیم ہستیوں کے درمیان جنگ کروائی تھی جو قاتلین عثمانؓ اور عبداللہ بن سبا اور اس کی نسل کے نام سے موسوم کیے جاتے ہیں۔

CS CamScanner

رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ

اللہ رب العزت کا فضل و کرم ہے کہ اس نے ہمیں سواد اعظم اہلسنّت والجماعت کے ساتھ وابستگی عطا فرمائی۔ اہلسنّت والجماعت کا بنیادی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے بڑا مقدس طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عقیدت و محبت میں اس امت کے اہل علم کے سر ہمیشہ سے جھکے نظر آتے ہیں۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے جب پوچھا گیا کہ ''کمینہ'' آدمی کون ہوتا ہے تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''کمینہ'' وہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہے کیونکہ وہ پوری امت کے سب بڑے محسن ہیں جن کے ذریعے دولت ایمان و شریعت ان تک پہنچی ہے۔

مفسر قرآن علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے اپنی ''معرکتہ الآراء'' تفسیر میں حضرت الشیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

''الصحابة کلھم کانوا فی کمالات النبوة کان کل من رای النبی ﷺ نظرة مع الایمان یستغرق فی کمالات النبوة''

مطلب یہ ہے کہ جملہ اصحاب رسول کمالات نبوت میں مستغرق تھے۔ جس کسی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ بنظر ایمان دیکھا وہ کمالات نبوت میں ڈوب گیا۔ سبحان اللہ! کیسی رس بھری عبادت ہے جس کے ایک ایک حرف سے ایمانی خوشبو مہک رہی ہے۔

قرآن کریم میں ایک مقام پر اللہ رب العزت نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمانی تعلق رکھنے والے حضرات کا تذکرہ ان الفاظ میں بیان فرمایا:

''محمد رسول اللّٰه والّذین معه اشدّاء علی الکفار

CamScanner

رحماء بینھم"
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں کافروں کے حق میں تو سخت ہیں لیکن آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔

آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ وہ سارے انسان جن کا دینی و ایمانی رشتہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے قائم ہوگیا تھا وہ سب آپس میں محبت والفت کا پیکر تھے اور ان کی آپس میں کوئی دشمنی وعداوت نہ تھی بلکہ بھائیوں کی طرح اسلامی معاشرے میں وہ اپنی زندگی گزارتے تھے۔ جاہلیت کے سارے اندھیرے ایمان کے نور نے ان کے قلوب سے ختم کردیئے تھے۔ شمع رسالت پر وہ اپنی جان و مال پروانوں کی طرح نثار کیا کرتے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی کا ایمانی و نسبی تعلق تھا اتنا ہی اس کے ساتھ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا محبت والفت کا زیادہ تعلق تھا جس کی ایک نہیں سینکڑوں مثالیں احادیث اور تاریخ میں موجود ہیں۔

لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ بعض دین ناآشنا بلکہ دین دشمن حضرات نے تاریخ کی بعض غلط سلط روایات کی بنیاد پر اور اپنے مخصوص مذہبی عقائد کی وجہ سے شمع نبوت کے ان پروانوں کے بارے میں غلط نظریات وتصورات پھیلانا شروع کردیئے جن میں سے ایک یہ کہ وہ قلبی طور پر ایک دوسرے کے بدخواہ اور دشمن تھے، صرف اوپر اوپر سے تقیۃً ایک دوسرے کی محبت کا دم بھرا کرتے تھے وگرنہ حقیقت یہ نہ تھی۔

تاہم قرآن و حدیث اور مستند تاریخی روایات یہ بتاتی ہیں کہ ان لوگوں کا نظریہ خلاف حقیقت ہے۔ وہ آپس میں رحیم و شفیق تھے۔ ایک دوسرے کے بہی خواہ اور ہمدرد تھے بلکہ بھائیوں کی طرح آپس میں زندگی گزارتے تھے۔ اہل بیت نبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام کرتی اور صحابہ کرام اہل بیت نبوت کو ان کا حقیقی مقام دیتے ان کی آپس میں رشتے داریاں تھیں اور دکھ سکھ میں ایک دوسرے کے شریک کار تھے۔ تاریخ کی جن روایات میں ان کے متعلق باہمی پرخاش کے بارے میں جو آیا ہے وہ دشمنوں کی اڑائی ہوئی ہوائیاں ہیں، حقیقت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔

CamScanner

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بھی ان دونوں کا آپس میں یہی دستور اور وطیرہ تھا اور کوئی موقع ایسا نہیں آیا جہاں ان دونوں میں ذرا سی بھی عداوت کا شائبہ تک ہو۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کوئی موقع بھی ایسا نہیں گزرا بالخصوص حضرات شیخین سیّدنا صدیق اکبر اور سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے تو ہر آڑے وقت میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان سے معاونت کی۔

تاریخ کے راوی بتاتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت نبوت نے ہر رنج وغم اور خوشی ومسرت کے مواقع پر ایک دوسرے کا ساتھ دیا ہے۔ سیّدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہو یا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال پرملال، سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے اہل بیت نبوت اور خانوادۂ بنو ہاشم کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔ چنانچہ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ:

''جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص مبارک اتار کر کفن کے ساتھ ان کو پہنانے کے لئے دی اور سیّدنا اسامہ، سیّدنا ابو ایوب انصاری اور سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم کو ان کے لئے قبر کھودنے کا حکم فرمایا۔'' (مجمع الزوائد، جلد۹، ص۲۵٦)

اسی طرح سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھوں سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے کی، سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کی خواستگاری کے لئے شرفاء قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس استدعا پر خاموش رہے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خواستگاری کی درخواست کرنا چاہتے تھے لیکن اپنی تنگدستی کی وجہ سے ان سے کوئی بات نہ کر سکے۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اٹھو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں اور ان کو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواستگاری کے لئے تیار کریں۔ اگر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی تنگدستی مانع ہو تو ان کی امداد کریں۔ سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس تجویز کو سراہا

CamScanner

چنانچہ یہ سب حضرات اُٹھ کر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر چلے گئے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ گھر پر موجود نہ تھے بلکہ اپنا اونٹ لے کر ایک انصاری کے باغ میں آب کشی کے لئے گئے ہوئے تھے۔ یہ تینوں حضرات اس باغ میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ نیک خصائل میں دوسرے لوگوں سے سبقت لئے ہوئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی رشتہ میں بھی آپ دوسروں سے قریب تر ہیں اور حضور کی محبت میں بھی ہمیشہ سے ہیں لہٰذا آپ کو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواستگاری میں کونسا امر مانع ہے؟ میرا خیال ہے کہ خدا اور رسولؐ نے یہ رشتہ آپ کے لئے رکھا ہوا ہے۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، فرمانے لگے: ''اے ابوبکر! تم نے میرے غم کو تازہ کر دیا اور میرے سینہ کی پوشیدہ آرزو کو برانگیختہ کر دیا'' لیکن میں فقر و فاقہ اور تنگدستی کی وجہ سے اس خواستگاری کے اظہار میں شرم محسوس کرتا ہوں۔ چنانچہ ان تینوں حضرات نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس بات پر راضی کر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جانے کے لئے رضامند کر لیا۔ اس غرض کے لئے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنا اونٹ کھولا، باغ سے واپس گھر تشریف لائے، اونٹ باندھ کر اور جوتا پہن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر چلے گئے۔

(جلاء العیون از باقر مجلسی، ص۱۲۱)

اور پھر صرف اس پر بس نہیں کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواستگاری پر آمادہ کیا بلکہ سیّدنا صدیق اکبر اور سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہما نے اس شادی کا سامان اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے جہیز خریدنے کے لئے روپیہ پیسہ سے بھی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی مدد کی۔

قارئین کرام! یہ ایک تاریخی شہادت بطور نمونہ کے ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے سینکڑوں شواہدات موجود ہیں جو اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ صحابہ کرام اور اہل بیت نبوت رضی اللہ عنہم آپس میں رحم دل اور ''رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ'' کا مصداق تھے۔ ان پاکباز ہستیوں میں اختلاف کا شائبہ تک نہ تھا تاہم ایک ''منظم سازش'' کے تحت اسلام کو کمزور کرنے کے لئے

CamScanner

افتراق وتشتت کا حربہ استعمال کیا گیا اور جس طرح تفرقہ اندازی سے یہودی شاطروں نے اس دور میں اسلام سے اپنی شکستوں کا بدلہ لیا اسی طرح آج کے دور میں بھی باطل قوتیں اسی چال سے مسلمانوں کو کمزور کرنے کی مذموم کوششیں کر رہی ہیں جس سے ہر حساس، دردمند اور صاحب فکر مسلمان کو باخبر رہنا لازم ہے اور اپنے شیرازہ کو بکھرنے سے بچانے کے لئے بھرپور جدوجہد کی ضرورت ہے۔

گزشتہ سطور میں ہم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شیر خدا جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت وعقیدت کے تعلق کو ان کے جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عقد نکاح کے پس منظر میں بڑے واضح الفاظ میں تحریر کر دیا ہے، اب ذیل کی سطور میں ہم مختصر طریقے پر خلفائے راشدین ودیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی خاندانِ نبوت وبنوہاشم سے رشتے داریوں کو احاطۂ تحریر میں لانا چاہتے ہیں تاکہ اس سے ہمارا مدعا مزید واضح ہو جائے۔

خاندانِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بنوہاشم سے رشتہ داریاں:

رشتہ اوّل:

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں اور آپ نے ہر مشکل وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا چنانچہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم اور صدمے کو کم کرنے کے لئے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجیت میں دے دیا اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا داماد بنانے کا شرف حاصل کر لیا۔

رشتہ دوم:

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک رشتہ ہم زلف ہونے کا بھی تھا، سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی تھیں، سیّدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ یہ ۹ ماں شریک بہنیں تھیں ان کی ماں کا نام ہند بنت عوف تھا۔ سیّدہ اسماء رضی اللہ

عنہا کی ایک بہن اُمّ المؤمنین میمونہ بنت الحارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں، ایک بہن ام الفضل لبابہ بنت الحارث، سیّدنا عباس بن عبدالمطلب کے نکاح اور ایک تیسری بہن سلمی بنت عمیس سیّدنا حضرت حمزہ کی زوجہ محترمہ تھیں جن سے ایک لڑکی امامہ پیدا ہوئی اور یہاں یہ بات بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ خود سیدہ اسماء بنت عمیس، سیّدنا علی کے بڑے بھائی سیّدنا جعفرؓ کے نکاح میں تھیں، جنگ موتہ میں جناب جعفرؓ کی شہادت کے بعد سیدہ اسماء کا نکاح سیّدنا صدیق اکبرؓ سے ہوگیا۔ یہ رشتہ جناب علیؓ اور سیّدنا صدیق اکبرؓ کے درمیان محبت و دوستی کی علامت ہے اور یہی سیّدہ اسماءؓ تھیں جنہوں نے مرض الوفات میں جناب فاطمہؓ کی تیمارداری کی اور ایک باپردہ چارپائی بھی تیار کی جو سیّدہ فاطمہؓ کو بہت پسند آئی اور اسی چارپائی پر آپ کے جنازے کو لے جایا گیا۔

رشتہ سوم:

تیسرا رشتہ جو خاندان صدیقی اور خاندان نبوی کے درمیان تھا وہ یہ تھا کہ سیّدنا صدیق اکبرؓ کے صاحبزادے سیّدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے، امّ المومنین سیّدہ امّ سلمیٰؓ کی ایک ماں شریک بہن تھیں۔ قریبۃ الصغریٰ یہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی بیوی تھیں، اس لحاظ سے امّ المومنین امّ سلمیٰؓ، سیّدنا عبدالرحمٰن کی سالی ہوئیں میں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہم زلف ہوئے۔

اسی رشتے سے ایک رشتہ اور جنم لیتا ہے کہ سیّدنا حسین بن علیؓ سیّد عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے داماد تھے وہ اس طرح کہ اسی قریبۃ الصغریٰ سے سیّدنا عبدالرحمٰن کی ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حفصہ تھا اس حفصہ کا نکاح سیّدنا حسین بن علیؓ سے ہوا۔

رشتہ چہارم:

خانوادہ صدیقی اور خانوادۂ علوی کی آپس میں ایک رشتے داری یہ تھی کہ سیّدنا ابوبکر الصدیقؓ کے بیٹے محمد بن ابی بکرؓ، سیّدنا حسن بن علیؓ کے ہم زلف تھے اس رشتے سے قاسم بن ابی بکر، سیّدنا زین العابدینؒ کے خالہ زاد بھائی تھے کیونکہ ایرانی بادشاہ یزدجر کی دو لڑکیاں مال

غنیمت میں آئی تھیں، ان میں ایک سیّدنا حسینؓ کے نکاح میں آئی جس کا نام شہر بانو تھا اور دوسری محمد بن ابی بکر کے نکاح میں آئی۔ سیّدنا حسینؓ کی شہر بانو سے جو اولاد ہوئی ان میں زین العابدین تھے اور محمد بن ابی بکر کے اس لڑکی سے قاسم بن محمد بن پیدا ہوئے اسی وجہ سے سیّدنا زین العابدین اور سیّدنا قاسم آپس میں خالہ زاد بھائی تھے اور اس بات کو اہلسنت و اہل تشیع دونوں کے مؤرخین نے تسلیم کیا ہے۔

رشتہ پنجم:

سیّدنا زین العابدین رحمہ اللہ کے خلیرے بھائی قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ کی ایک صاحبزادی جو امّ فروہ کی کنیت کے ساتھ مشہور تھی یہ ام فروہ بانی فقہ جعفریہ سیّدنا جعفر صادق کی والدہ ماجدہ اور سیّدنا محمد باقر کی زوجہ محترمہ تھیں، سیّدنا جعفر صادق انہی کے بطن سے پیدا ہوئے اور انہی کی گود میں پرورش پائی۔ یہ سیّدہ امّ فروہ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے صدیقی تھیں ان کی والدہ کا نام اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق تھا اور باپ سیدنا زین العابدین کے خالہ زاد بھائی سیدنا قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؓ تھے۔ گویا ان کی ماں صدیق اکبرؓ کی پوتی اور باپ صدیق اکبرؓ کے پوتے تھے۔ دوسرے الفاظ میں فقہ جعفریہ کے بانی کا وجود صدیقی و علوی خانوادوں کے ملاپ کا نتیجہ ہے، یہی وجہ ہے کہ جناب جعفر صادق بڑے فخر سے کہا کرتے تھے۔

"ولد نی ابوبکر مرتین" (عمدۃ الطالب، ص ۱۹۵)

ابوبکر نے مجھے دو بار جنا ہے یعنی ابوبکر میرا ددھیال بھی ہے اور میرا ننھیال بھی ہے۔

رشتہ ششم:

خاندان صدیق کی سیّدنا حسینؓ کی طرح سیّدنا حسن بن علیؓ کے ساتھ بھی رشتے داری تھی۔ سیّدنا حسن بن علیؓ کے عقد نکاح میں سیّدنا صدیق اکبرؓ کی دو پوتیاں جعفر بنت عبدالرحمٰن اور ہند بنت عبدالرحمٰنؓ یکے بعد دیگرے آئیں۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۵ اور ۸)

خاندان فاروقیؓ کی بنو ہاشم سے رشتے داریاں

رشتہ اوّل:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خاندان نبوت تو کیا خود نبوت سے یہ رشتہ تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داماد عمرؓ تھے، جناب عمرؓ کی صاحبزادی سیّدہ حفصہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد میں تھیں۔

رشتہ دوم:

سیّدنا عمر فاروقؓ کا خاندان علویؓ سے دوسرا بڑا رشتہ یہ تھا کہ سیّدہ امّ کلثوم بنت علیؓ جو سیدہ فاطمہؓ کے بطن سے تھیں ان کے حبالۂ عقد میں آئیں، اس سیّدہ امّ کلثوم سے سیّدنا فاروق اعظمؓ کی اولاد بھی ہوئی۔ سیّدہ امّ کلثوم سے سیّدنا عمرؓ کا ایک لڑکا زید اور ایک لڑکی رقیہ پیدا ہوئیں۔ (بخاری شریف، فروع کافی وغیرہ)

خاندان عثمانیؓ کی بنو ہاشم سے رشتہ داریاں

دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بھی بنو ہاشم سے رشتہ داری تھی، سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بنو امیہ سے تعلق تھا اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا بنو ہاشم سے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قبل ہی ان دونوں خاندانوں کی آپس میں رشتے داریاں تھیں۔

رشتہ اوّل:

خاندان نبوتؐ سے سیّدنا عثمانؓ کا پہلا رشتہ یہ تھا کہ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے اور یکے بعد دیگرے آپ کی دو صاحبزادیاں آپ کے حبالہ عقد میں آئیں۔

رشتہ دوم:

خانوادہ عثمان کا علوی خاندان سے رشتہ یہ تھا کہ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا پوتا عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ، سیّدنا حسین بن علیؓ کا داماد تھا، سیّدنا حسینؓ کی صاحبزادی سیّدہ فاطمہ

ان کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ (مسالک الافہام)

رشتہ سوم:

خانوادہ عثمانی وعلوی کا ایک دوسرا رشتہ جو مؤرخین بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پوتے زید بن عمرو بن عثمان کے نکاح میں آئیں جن کا نام سکینہ تھا اور انہی سکینہ کا پہلا نکاح سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نواسے سیّدنا مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ (طبقات ابن سعد، نسب قریش)

رشتہ چہارم:

سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی پوتی سیّدہ ام القاسم کی شادی سیّدنا عثمان کے پوتے مروان بن ابان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ (نسب قریش)

رشتہ پنجم:

ایک رشتہ یہ بھی تھا کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھائی سیّدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی پوتی سے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیّدنا ابان کی شادی ہوئی۔ (المعارف لابن قتیبہ)

رشتہ ششم:

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی عائشہ تھیں اس سیّدہ عائشہ سے پہلے سیّدنا حسنؓ کا نکاح ہوا ان کے انتقال کے بعد سیّدہ عائشہ سے سیّدنا حسینؓ کی شادی ہوئی۔ (مناقب آل ابی طالب)

رشتہ ہفتم:

ایک رشتہ دونوں خاندانوں میں یہ بھی تھا کہ سیّدنا عثمان کی ایک پڑپوتی سیّدہ عائشہ بنت عمر بن عاصم بن عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے اسحٰق بن

عبداللہ بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔(جمہرۃ انساب قریش)

ان دونوں خاندانوں میں اور رشتے داریوں بھی تھیں جنہیں ہم طوالت کے خوف سے ترک کر رہے ہیں۔

خاندان سیّدنا معاویہؓ سے بنو ہاشم کی رشتہ داریاں

گزشتہ سطور میں سیّدنا ابوبکرؓ، سیّدنا عمر اور سیّدنا عثمانؓ کے ساتھ خاندان بنو ہاشم کی چند رشتے داریوں کا تذکرہ اختصاراً کر دیا گیا ہے لیکن سیّدنا معاویہؓ کے بارے میں شیعہ حضرات کے خیالات اور جذبات بعض خاص وجوہ کی بناء پر اچھے نہیں۔ چنانچہ اپنی کتابوں میں جہاں کہیں سیّدنا معاویہ یا ان کے خاندان کا تذکرہ کیا گیا ہے تو ایسے نازیبا الفاظ ان کے بارے میں لکھے گئے ہیں جن کو نقل کرتے ہوئے قلم کا سینہ شق اور عرشِ الٰہی کانپ جاتا ہے۔ تاہم تاریخ کے اوراق میں اگر ورق گردانی کی جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے سیّدنا معاویہؓ اور ان کے خاندان کے ساتھ بھی بنو ہاشم کی بڑی قریبی رشتے داریاں تھیں اور خاندان بنو ہاشم نے ان کو کبھی اپنا دشمن نہیں سمجھا ورنہ وہ ان سے بھی رشتے داریاں نہ کرتے پھر ان میں سے اکثر رشتے داریاں سیّدنا حسینؓ کی شہادت کے بعد ہوئی ہیں جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بنو امیہ کی خلافت کے اختتام تک کبھی ایسا موقع نہیں آیا جب ان دونوں خاندانوں میں کبھی عداوت رہی ہو۔ اب ان کی آپس میں رشتہ داریاں ملاحظہ فرمائیں۔

رشتہ اوّل:

اُمّ المومنین سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سیّدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ کی ہمشیرہ تھیں، اس رشتے کے لحاظ سے سیّدنا ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر اور سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے حقیقی برادر نسبتی لگتے تھے۔

رشتہ دوم:

سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا خاندانِ نبوت سے ایک رشتہ یہ بھی تھا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے یعنی اُمّ المؤمنین سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجۂ محترمہ نبی کریم

CamScanner

صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بہن قریبۃ الصغریٰ سیّدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ کے نکاح میں تھیں لیکن ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

رشتہ سوم:

سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا خاندان بنو ہاشم سے ایک رشتہ بھی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائیوں کی اولاد میں سے حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم کے عقد نکاح میں سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ سیّد بنت ابی سفیان بن حرب تھیں۔

رشتہ چہارم:

اس سلسلہ میں ایک خاص رشتہ خاندان معاویہؓ کا خانوادۂ بنو ہاشم سے یہ تھا کہ سیّدنا معاویہؓ کی حقیقی بھانجی سیّدہ لیلیٰ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں اور سیّدنا حسین کے بڑے صاحبزادے علی اکبر کی والدہ ماجدہ تھیں۔ تفصیل اس رشتے کی یہ ہے کہ سیّدنا معاویہؓ کی ہمشیرہ میمونہ بنت ابی سفیانؓ کی شادی عروہ بن مسعود ثقفی کے صاحبزادے مرّہ سے ہوئی اس شادی کے نتیجے میں ایک لڑکی لیلیٰ نامی پیدا ہوئی اس لیلیٰ کا نکاح سیّدنا حسین بن علیؓ سے ہوا اور ان سے ایک لڑکا علی اکبر پیدا ہوا جو میدان کربلا میں میں شہید ہوا۔ اس لحاظ سے سیّدنا معاویہ کی سگی بھانجی اور یزید بن معاویہ کی کی سگی پھوپھی زاد بہن شہید کربلا سیّدنا علی اکبر کی والدہ تھیں۔ (منتہی الآمال)

رشتہ پنجم:

ان دونوں خاندانوں کی ایک باہمی رشتے داری اور بھی تھی جس سے بہت کم لوگ واقف ہیں کہ سیّدنا علی کے بھتیجے سیّدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ کی بیٹی ام محمد سیّدنا معاویہؓ کے بیٹے یزید کے نکاح میں تھی۔ (جمہرۃ الانساب ابن حزم)

یہ عبداللہ بن جعفر سیّدنا حسینؓ کے حقیقی بہنوئی بھی تھے کیونکہ آپ کی بڑی ہمشیرہ سیّدہ زینب بنت علیؓ جو کہ سیّدہ فاطمہؓ کے بطن سے تھیں اُن کے عقد نکاح میں تھیں۔ اس لحاظ سے سیّدنا حسینؓ یزید بن معاویہؓ کی اہلیہ امّ محمد کے ماموں تھے۔

CamScanner

رشتہ ششم:

ایک رشتہ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ سیّدنا حسینؓ کے بھائی سیّدنا عباس بن علیؓ بن ابی طالبؓ جن کو عباس علمدار بھی کہتے ہیں کی پوتی سیّدہ نفیسہ بنت عبیداللہ بن عباس بن علیؓ کی شادی یزید کے پوتے عبداللہ بن خالد بن یزید بن معاویہؓ سے ہوئی اور ان سے دو صاحبزادے بھی پیدا ہوئے۔

قارئین کرام! گزشتہ سطور سے بالکل واضح ہو چکا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت نبوتؑ اسی طرح خاندان بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان اسلامی اخوت، بھائی چارگی، غمخواری، رشتے داریاں اور تعلقات اسی درجے کے تھے جیسے کے ہونے چاہئیں ان کے درمیان کسی قسم کی چپقلش لڑائی جھگڑا اور فساد نہ تھا اور اگر کہیں اس کا تذکرہ ملتا ہے تو وہ تاریخ کی غیر مستند روایات ہیں جن کو مستند تاریخ کے مقابلے میں کوئی حیثیت حاصل نہیں ہے۔

آج جب کہ امت مسلکی و گروہی افتراق و انتشار کا شکار ہے ضرورت اس بات کی ہے ہم ان تعلقات، رشتے داریوں کو منبر و محراب سے کھلے لفظوں میں بیان کریں تاکہ معاشرے میں اتحاد بین المسلمین کی فضاء قائم ہو اور ایسے لوگوں کی حوصلہ شکنی کی جائے جو لڑائی جھگڑوں پر مشتمل غیر مستند روایات کو عام کر کے امت مسلمہ میں بگاڑ کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اللہ رب العزت تمام مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق نصیب فرمائے۔

نوٹ: اس مضمون میں ذکر کی گئی ہر رشتے داری بڑی ذمہ داری اور مستند کتب تاریخ سے لکھی گئی ہیں جس پر اہلسنّت و اہل تشیع کی کتب گواہ ہیں بوقت ضرورت انشاء اللہ حوالہ جات بھی پیش کیے جاسکتے ہیں۔

CamScanner

سوئے حرم...... یہ بڑے نصیب کی بات ہے

کچھ کیفیتیں ایسی ہوتی ہیں جب علم، شعور اور آ گہی کی چکا چوند پڑ جاتی ہے، فلسفہ گنگ ہو جاتا ہے، حافظے کی لوحِ سطحِ آب کی طرح صاف ہو جاتی ہے، پس منظر اور پیش منظر کے سارے نقوش پھیکے پڑ جاتے ہیں، اپنا آپ بھول سا جاتا ہے اور روح کے اندر سے اٹھتی ایک گھٹا انسان کو ہر سمت سے گھیر لیتی ہے۔ یہ گھٹا نہ گرجتی ہے نہ برستی ہے لیکن انسان دور اندر تک بھیگتا اور شرابور رہتا ہے۔

اگر کوئی مسلمان مکہ مدینہ جا کر بھی اس کیفیت سے نہیں گزرتا، اس کے حواس، علم و آ گہی کی تمام تر نزاکتوں کے ساتھ اس کی گرفت میں رہتے ہیں اس کے اندر سے کوئی گھٹا نہیں اُٹھتی اور وہ ساون بھادوں جیسی بارش جھل تھل نہیں ہوتا تو وہ یقیناً محروموں میں سے ہوتا ہے۔ شاید مجھے یہ نہیں کہنا چاہئے، یہ اللہ کا اپنے اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے امتی سے معاملہ ہے۔ کون جانے کس کی دعا بارگاہِ الٰہی میں مستجاب ٹھہرتی اور کس کی ادا درگاہِ نبوی میں بازیات ہوتی ہے۔ شاید دعا کے قبول اور ادا کے مقبول ہونے کا کوئی پیمانہ وضع ہی نہیں ہو سکا کون محروم رہا اور کس کی جھولی بھر دی گئی اس کی خبر پانا آسان نہیں۔ اس کا اندازہ شاید محروم رہنے اور مالا مال ہو جانے والے کو خود بھی نہیں ہوتا۔

مکہ اور مدینہ...... دو شہر اللہ اور اس کے بندے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب نور میں نہائی ہوئی دو بستیاں...... کلمہ طیبہ کے دونوں جملوں...... لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ...... کی تعبیر و تفسیر اور قیامت تک کے مسلمانوں کے رخِ حیات، مرکز محور کائنات اور صاحب نصیب وہ لوگ جوان زمینوں کی خاک پر سجدہ ریز ہوئے۔

اللہ کی اس زمین پر کوئی مقام ایسا نہیں جہاں صبح و شام اپنے خالق و مالک کے حضور اتنی جبین خاک پر رکھی جاتی ہوں جو حرم کعبہ کا مقدر ٹھہری ہیں اور کوئی حجرہ نور ایسا نہیں جہاں سلام

CamScanner

گزارنے والے شکر گزار آنکھوں کے ساتھ ایسے ہجوم کرتے ہوں جیسے مدینے میں۔

مکہ اور مدینہ کیا ہیں؟ صراط مستقیم کے ایسے دو شاہد عادل کہ قرآن کریم ان زمینوں کی قسم کھاتا ہے، میرا ایمان بھی ہے اور مشاہدہ بھی کہ اذن و اجازت کے بغیر کوئی شخص حرمین کی سرزمین طاہر و مطہر قدم نہیں رکھ سکتا۔ اللھم لبیک کہنے کی توفیق ادھر سے انعام ہوتی ہے تو دل میں حاضری اور حضوری کی امنگ جاگتی ہے۔

اللہ اکبر کبیرا! 8 اپریل 2016ء جس دن یہ اخبار آپ کے ہاتھوں میں ہوگا سیاہ کار اپنی خطاؤں کا پشتارہ لے کر سرزمین حرم میں حاضر ہوگا، انشاء اللہ۔ یہ میرے رب کریم کا انعام اور فضل ہے کہ اس نے ایک بار پھر اپنے اس نافرمان اور عاصی و گناہ گار کو اپنے گھر کی حاضری نصیب فرمائی۔ دوستوں، ساتھیوں اور قارئین اہلسنت سے خصوصی درخواست ہے کہ میرے اور میرے ہمسفر ساتھیوں کے اس بابرکت سفر کی آسانی اور قبولیت کے لئے خصوصی دعا فرمائیں اور انشاء اللہ بندہ بھی جہاں جہاں ممکن ہوا پوری جماعت، قائدین اور کارکنان کو دعاؤں میں یاد رکھے گا۔ راقم کئی شماروں سے آپ کی اس محفل میں اپنے کالم کے ذریعے حاضری نہ دے سکا جس پر معذرت خواہ ہے، انشاء اللہ دیارِ حرم کی زیارت کے بعد نئے جذبے، ولولے کے ساتھ ایک مرتبہ پھر اپنے پیارے شہداء کا تذکرہ تحریر کیا جائے گا۔ اللہ میرا اور آپ کا حامی و ناصر ہو۔

خدا رحمت کند من مسافر حرم را

CamScanner

دشمن پھر ذلیل ورسوا......سلام فاروقی

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ بات راولپنڈی سے شروع کریں یا کراچی قائد آباد سے؟ چلیں پہلے ایک چھوٹا سا واقعہ پڑھ لیتے ہیں۔ علامہ علی ابن برہان الدین حلبی رحمہ اللہ نے مشہور ومعروف کتاب ''سیرت حلبیہ'' میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص سفر پر گیا، پیچھے ایک طاقتور جن اس کی شکل اپنا کر اس کے گھر آنا جانا شروع ہو گیا، وہ شخص واپس آیا تو اسے صورتحال کا علم ہوا جبکہ اس کی بیوی ''جن'' ہی کو اپنا خاوند سمجھتی رہی۔ وہ شخص بہت غمگین اور پریشان ہوا مگر ''جن'' بہت طاقتور تھا، اس نے کہا اگر تم نے مجھے اپنے گھر آنے جانے سے روکا تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ وہ شخص ڈر گیا اور اس نے ''جن'' سے معاہدہ کر لیا۔ اب دن کو یہ شخص گھر میں رہتا اور رات کو جن آ کر قبضہ جمالیتا۔ ایک رات جن نے اسے کہا کہ آج میری ذمہ داری آسمان کے قریب جا کر فرشتوں کی خبریں سننے پر لگی ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں ساتھ لے جاؤں۔ وہ شخص تیار ہو گیا اور ''جن'' کی پیٹھ پر اس کی گردن کے بال پکڑ کر بیٹھ گیا، جن اڑتا ہوا بہت اوپر آسمان کے قریب جا پہنچا، ابھی وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ ڈھونڈ ہی رہا تھا کہ آواز آ گئی...... ماشاء اللہ کان ولاحول ولاقوۃ الا باللہ (وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور ہر توفیق اور قوت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے) یہ آواز سنتے ہی جن کو گویا آگ لگ گئی، وہ نیچے کی طرف گرنے لگا اور بالآخر زمین پر آ گرا۔ اس شخص نے وہ الفاظ یاد کر لئے ''ماشاء اللہ کان ولاحول ولاقوۃ الا باللہ'' اگلی رات جب یہ جن حسب سابق اس کے گھر کی عزت برباد کرنے آیا تو اس شخص نے یہی دعا پڑھی جسے سنتے ہی ''شیطان جن'' بھاگ گیا اور پھر کبھی واپس نہ آیا اور یوں وہ گھر آزاد ہو گیا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفاظت کی جو دعا سکھلائی اس میں بھی اس واقعے والے الفاظ اس اضافے کے ساتھ موجود ہیں:

''مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَالَمْ یَشَأْلَمْ یَکُنْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ''

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا اور ہر توفیق وطاقت اللہ بلند و برتر ہی کی طرف سے ہے۔

اللہ بلند و برتر کی اس مشیت کاملہ اور قدرت تامہ کا مظہر ایک مرتبہ پھر بدرجہ اتم واکمل 15 فروری رات ایک بجے کے قریب اس وقت سامنے آیا کہ جب 25 دسمبر 2012ء کو ذلیل و ناکام ترین شیطانی ٹولہ 2 سال کی بھرپور منصوبہ بندی اور مکمل تیاری اور ہر قسم کے جدید ترین اسلحے سے لیس ہو کر ایک مرتبہ پھر عالم اسلام کے عظیم لیڈر، سنی قوم کے متاعِ عزیز، اہلسنّت کے دلوں کی دھڑکن علامہ اورنگزیب فاروقی حفظہ اللہ پر شب خون مارنے اور اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے آیا لیکن جس رب نے 2 سال پہلے اپنے محبوب بندے کو 6 شہداء کے درمیان میں سے زندہ سلامت رکھا، ایک مرتبہ پھر زخمیوں کے چور چور زخموں کے درمیان اس کے ایک بال کو بھی بھیگا نہیں ہونے دیا واقعی ''مَاشَاءَاللّٰہُ کَانَ وَمَالَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ''

اللہ تعالیٰ ہمارے محبوب قائد کی حفاظت فرمائے اور ان کو خوب اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کرنے والے، ان کی مقدس جماعت کا دیوانہ وار دفاع کرنے والے، شہداء کے خون سے وفا کرنے والے صاحب استقامت انسان ہیں، چھوٹی سی عمر میں ماشاءاللہ کام بہت خوب کر رہے ہیں، جب ہی تو دشمن پاگل کتے کی طرح ان کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ انہوں نے دشمن صحابہ کے ایوانوں پر ایسی کاری ضربیں لگائی ہیں جسے ان کی نسلیں تک یاد رکھیں گی، اس پیارے انسان پر رب تعالیٰ کی بہت رحمت اور فیاضی ہے، اللہ پاک نے انہیں عمدہ صلاحیتوں سے مالا مال کر رکھا ہے اور ان کو ایک خاص قسم کی اکابر و اصاغر میں برکت اور محبوبیت عطا فرمائی ہے۔ علامہ فاروقی مدظلہٗ کی زندگی پر نظر ڈالیں تو ان کے لئے کئی الفاظ ذہن میں اُتر آتے ہیں مثلاً استقامت کا پہاڑ، دل بیقرار، انتہاء کی حد تک بہادر، مشن سے قربانی کی حد تک وفادار، شہداء کا وارث، اہلسنّت کا ترجمان، خطابت کا بادشاہ، مقبول قائد، امت مسلمہ مظلومہ کا غمخوار، فنافی الصحابہ، امن کا عظیم داعی، استحکام پاکستان کا عظیم علمبردار، اکابر کا مان، اصاغر کی شان، ایک باکردار انسان، دشمن صحابہ کے لئے دردِ سر، مدبر سیاسی رہنما، سرمایہ اہلسنّت آپ یقین کریں ان ناموں میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہیں ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ نے اپنے اس مقبول بندے میں اتنی صفات جمع فرما دی ہیں کہ یہ نام اور القابات بھی اس کا پورا نقشہ کھینچنے سے قاصر ہیں۔

CS CamScanner

مولانا فاروقی مدظلۂ پر پانچواں قاتلانہ حملہ تشویشناک اور حکومت وقت کے لمحہ فکر یہ ہے۔
بالخصوص ایسے حالات میں کہ جب ملک کی سب سے بڑی مذہبی جماعت کے سب سے بڑے لیڈر جو اپنے پیشرو قائدین کی شہادت کے بعد اس منصب پر فائز ہوئے ہوں اور حال ہی میں ان سے سیکورٹی واپس لی گئی اور اس کے فوراً بعد ان پر قاتلانہ حملے کا ہونا یقیناً یہ عوام اہلسنّت کو کچھ سوچنے اور سخت ترین راست اقدام پر مجبور کر رہا ہے۔

سول سوسائٹی کے نام پر دین دشمن اور علماء بیزار ''مٹھی بھر'' لوگوں کے ایماء پر ایک اکثریتی طبقے کے ہردلعزیز لیڈر سے سیکورٹی واپس لے کر اُسے تنہا کر کے دشمن کے حوالے کر دینا یقیناً یہ قابل مذمت، افسوسناک ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات کی طرف واضح اشارہ بھی کر رہا ہے کہ اس پورے واقعے اور اس کے منصوبہ سازوں میں حکومت سندھ اور سول سوسائٹی کے لوگ شامل ہیں اور اگر خدانخواستہ خاکم بدہن اگر فاروقی مدظلۂ کو کچھ ہو جاتا اور اس کے ردِّعمل میں جو ملک خونریزی کا شکار ہوتا اس کی ذمہ دار بھی یقیناً حکومت سندھ اور سول سوسائٹی کے نام پر منظم ''مٹھی بھر'' یہی دہشت گرد ہی ہوتے اس لئے حکومت سندھ فی الفور اپنی غلطی پر معافی مانگے اور قائد اہلسنّت کو فول پروف سیکورٹی فراہم کرے۔

ایک ساتھی نے پوچھا کہ آخر حکومت کے پاس مولانا فاروقی سے سیکورٹی واپس لینے کا کوئی کہنے کی حد تک بناوٹی بہانہ تو ہوگا؟ راقم نے عرض کیا کہ کوئی ظاہری بہانہ بھی نظر نہیں آ رہا ہے۔
حضرت فاروقی مدظلۂ نہ تو دہشت گرد ہیں اور نہ ملکی سلامتی کے لئے کوئی خطرہ جس کا اقرار تو خود اعلیٰ حکومتی عہدیدار حالیہ ٹی وی ٹاک شو میں کر چکے ہیں۔ وہ تو ایک محب وطن، ایک مذہبی جماعت کے لیڈر، کھلم کھلا سفر کرنے والے ایک معزز اور باوقار شہری ہیں۔ تو پھر آخر کیوں ان سے سیکورٹی واپس لی گئی؟ راقم نے عرض کیا کہ شاید اب اکیسویں ترمیم کے مطابق اچھا مسلمان ہونا، عالم دین ہونا، مذہبی جماعت کا لیڈر ہونا، صحابہ کا دفاع کرنا، داڑھی رکھنا اور سب سے بڑھ کر ''استحکام پاکستان'' کی بات کرنا وہ ناقابل معافی جرائم ہیں جن کی وجہ سے مولانا سے سیکورٹی واپس لے لی گئی ہے۔

کچھ سمجھ نہیں آ رہا، کچھ پتہ نہیں چل رہا، ہر طرف نمرود کی آگ ہے، فرعون کے مظالم ہیں، ابوجہل جیسی ضد اور جہالت ہے اور قارون جیسے خزانوں کا شوق ہے۔ کراچی میں ظالموں نے سینکڑوں کارکنوں کو شہید کر دیا، پورے ملک میں دینی طبقے کو ستایا جا رہا ہے، مارا جا رہا ہے اور ہر

CamScanner

طرف سے گھیرا جارہا ہے، آج ہی کے دن راولپنڈی میں ضلعی ترجمان ہفت روزہ ''اہلسنّت'' کے کالم نگار جید عالم دین مولانا مظہر محمود صدیقی کو دن دہاڑے شہید کر دیا گیا، کوئی پرسانِ حال نہیں ہے۔ سانحہ راجہ بازار اور اس کے بعد مسلسل علمائے اہلسنّت کو نشانہ بنانا یہ راولپنڈی کے امن کو تہہ وبالا کرنے کی سازش ہے۔ حکمران کانوں سے بہرے اور آنکھوں سے اندھے ہو چکے ہیں، ان کو امریکہ کے سوا کسی کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ کاش یہ لوگ سوچتے آج نمرود ہے نہ فرعون اور نہ قارون، آج نہ بش کی طاقت ہے اور نہ پرویز مشرف کی میں میں، جبکہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام ہر ''التحیات'' میں موجود ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام بچے بچے کی زبان پر ہے، پرویز مشرف نے ظلم کی آندھی چلائی مگر پاکستان سے صحابہ کے غلاموں اور دینی طبقے کو ختم نہ کر سکا، وہ آج کل اپنے حرام مال سے خریدے ہوئے محل میں شطرنج کھیلتا ہے اور اپنے ایک ایک بال سے حسرت کی آہیں بھرتا ہے، حکمرانوں کو اپنے پیشروؤں سے سبق حاصل کرنا چاہئے اور دینی طبقے کے خلاف اس ''غیر اعلانیہ'' جنگ کا فی الفور خاتمہ کر دینا چاہئے۔

آخر میں اپنے قائد و مرشد، عصر حاضر کے شہنشاہِ خطابت، قافلہ حق کے سالار، علم و اخلاق کے پیکر، استقامت کے کوہِ گراں مولانا اورنگزیب فاروقی مدظلہٗ کو تصوراتی دنیا میں خوبصورت اور بانصیب پیشانی پر عقیدت و محبت کا بوسہ دیتے ہوئے سلام عقیدت، خراج عقیدت، سلام تحسین، سلام محبت، رب تعالیٰ سے اس دعا کے ساتھ کہ ربا میرے قائد کو استقامت و اخلاص کے ساتھ لمبی سے لمبی زندگی عطا فرما تا کہ وہ اسی طرح صحابہ کی عظمتوں کا دفاع کرتا رہے اور دشمنان صحابہ کی راتوں کی نیندوں کو حرام کر دے۔ آمین

سلام فاروقی، سلام فاروقی، سلام فاروقی
رکھے تجھے سلامت خدا فاروقی

☆☆☆

سلامِ عقیدت ایں عاشقِ صحابہؓ را

گوہر یکتا......میرے قائد

قائد محترم علامہ اورنگزیب فاروقی مدظلہٗ کی شخصیت کا تصور کیا جائے تو کئی القابات تصور میں آتے ہیں، استقامت کا پہاڑ، دل بے قرار، انتہاء کی حد تک بہادر، مشن سے وفادار، شہداء کا وارث، اہلسنّت کا ترجمان، خطابت کا بادشاہ، مقبول عوام وخواص، سنی قوم کا غمخوار، فنا فی الصحابہ، امن کا داعی، استحکام وطن کا علمبردار، اکابر کا مان، اصاغر کی شان، باکردار، دشمن صحابہ کے لئے دردسر، مدبر سیاسی رہنما، سرمایہ اہلسنّت باخدا مبالغہ نہیں بلکہ اللہ نے قائد محترم کو اتنی صفات سے متصف فرمایا ہے کہ یہ القاب بھی آپ کا پورا نقشہ کھینچنے سے قاصر ہیں۔

قائد محترم کے کمالات کا احاطہ کرنا مشکل ہے، آپ ایک چمنستان کی طرح ہیں، جس میں باغ کی تمام رونقیں موجود ہیں، رنگارنگ پھول ہیں، سبزہ ہے، شاخیں ہیں، درخت، پھل، پانی، ہریالی، چھاؤں، صبا، نسیم، بہار، پھر اس کے ساتھ دوستوں کی جدائی کے وقت پت جھڑ اور اداسیاں بھی پائی جاتی ہیں، ممکن ہے کسی کو فاروقی صاحب کے کمالات سے انکار ہو لیکن حقیقت بدیہہ کو کسی کے اختلاف سے جھٹلایا نہیں جاسکتا، فی زمانہ آپ جیسا خطیب ملک کے طول وعرض میں ملنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، ہوسکتا ہے بعض خطباء کو بعض اعتبارات سے آپ پر فوقیت حاصل ہو جس کی نظیریں بھی موجود ہیں، لیکن خطابت کا جو کمال حضرت کو حاصل ہے وہ موجودہ دور میں کسی کو حاصل نہیں ہے، آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ دینی و مذہبی خطابت میں ہی گزرا اور گزر رہا ہے، آپ مشن جھنگوی کو لے کر ایسے علاقوں تک گئے جہاں مسلمان او رافضی تو تھے مگر صحابہ کی عظمتیں بیان کرنے والے نہ تھے، آپ ایسے علاقوں میں صحت و حالات سے بے فکر ہو کر مشن حق نواز کی صدائیں بانگ دہل لگاتے رہے، باخدا کتنی دفعہ قصداً دیکھا آپ جب مائیک پر آئے خطبہ کی الحمد پڑھی، مجمع اکائی بن کر رہ جاتا۔

جی ہاں یہی خطابت کا کمال ہے کہ وہ اپنے سامعین کو ذہنی وحدت میں ڈال کر گوش

CamScanner

برآواز کرلے، شورش نے لکھا ہے خطابت نام ہے فنون لطیفہ کی صوتی نقش آرائی کا جس کو آنکھیں دیکھتی اور کان سنتے ہیں۔خطابت میں ادیب کا لہجہ اور شاعر کا حسن ہوتا ہے، مصور کے رنگوں کا امتزاج اور سنگتراش کا انہاک ہوتا ہے، یہ خصوصیات خطابت بدرجہ اتم آپ کی خطابت میں موجود ہیں، لوگ آپ کے خیالات سے متفق ہوں یا نہ ہوں، ہوسکتا ہے کہ آپ کے دلائل تسلیم نہ کریں مگر جہاں تک نفس خطابت کا تعلق ہے آپ ایک گھڑی کے لئے بھی ان کی سحرنوائی کا انکار نہیں کرسکتے۔

خانپور عبداللہ بن مسعودؓ کا تاریخی اسٹیج، اہل علم، مفسرین، محدثین، خطباء، معززین، مدرسین، مشائخ عظام سے کھچا کھچ بھرا پڑا تھا، راوی صادق بتاتا ہے کہ فاروقی صاحب اٹھے تو نظریں بھی اٹھیں کہ یہ نوجوان کیا بولے گا، میانہ قد، نحیف جسامت، سفید عوامی کرتا، ہاتھ میں انگوٹھی، سر پر سیاہ عمامہ، گھنگریالے بال، دراز پلکیں، خشخشی داڑھی، چہرے پر وقار اور سنجیدگی، آپ مائیک پر آئے، تقریر شروع کی، چوکس الفاظ، بے عیب لہجہ، فقروں کی دل آویز مینا کاری، اللہ اکبر کیا بولے، مدارس کی عظمتوں پر فی البدیہہ بولے، احباب جھوم گئے اور جب تقریر کا نقطہ کمال بڑھا تو سب کے سب محصور تھے، کبھی واہ اور کبھی آہ کی صدا، جب تک بولتے رہے بڑے بڑے انگشت بدنداں تھے، گویا لوگ کبھی ستاروں پر چل رہے تھے تو کبھی انگاروں پہ لوٹا دیئے گئے۔امام اہلسنّت علامہ حیدری شہید رحمہ اللہ نے ایسے ہی تو نہیں کہا تھا بیٹا آنے والا دور تمہارا ہے، جی ہاں یہ دور فاروقی کا ہے، میری دعا ہے کہ میرے قائد ہزاروں سال جئیں اور ہر دن ہو ہزار سال کا۔

کافی ایام گزرے راقم الحروف حضرت اقدس مدظلہ کی زیارت سے محروم تھا چنانچہ احباب کے ساتھ مل کر حضرت کی زیارت وملاقات کا پروگرام طے کرکے وقت مقررہ پر روانہ ہوئے اور بعد ظہر دولت کدے پر حاضری ہوئی، معانقہ ہوا، دوسرے ساتھیوں سے ملے، پہلا فقرہ تھا: ”آپ کی تحریریں پڑھتا ہوں، نیا نیا لکھتے ہو ماشاءاللہ“، میری پلکیں خوشی سے بھیگ گئیں، میں چاہتا تھا بے شمار آنسو الفت ومحبت کی بھینٹ چڑھادوں لیکن شرکائے مجلس کی موجودگی نے پلکوں سے ہر قطرہ چھین لیا۔

CamScanner

آہ! مفتی سعود الرحمٰن شہید میں نے جو کچھ پایا، جو کچھ سیکھا اور جو کچھ تعارف جماعتی حوالے سے مجھے آج حاصل ہے وہ اسی کی خوشہ چینی سے ہے، ان کا وجود میرے لئے مشعل راہ رہا ہے، باخدا وہ نہ ہوتا تو میں جماعتی زندگی میں صفر ہوتا۔

نفاست تو آپ کی طبیعت ثانیہ ہے لیکن نزاکت بھی زندگی کا احاطہ کی ہوئی ہے۔ مجھے لگتا ہے آپ خلقی طور پر نفیس و نازک ہیں، یہاں تک کہ بول چال اور لب و لہجے میں بھی یہی خصوصیات رکھتے ہیں۔

عام طور پر لیڈروں کی قربتیں ان کی اہمیت کھو دیتی ہیں، لیکن فاروقی صاحب کا قرب مجھے ان کے اور قریب کر دیتا ہے وہ نجی ملاقاتوں میں چشمہ صافی معلوم ہوتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے ہم کسی ریڈنگ روم میں بیٹھے ہیں اور اپنی حسب منشا کتابوں کے ورق الٹ رہے ہیں۔ آپ کی ذاتی صحبتیں نظریاتی ہی ہوتی ہیں۔

قائد محترم الفاظ نہیں بول رہے، موتی رول رہے تھے اور میں کوشش کر رہا تھا ان موتیوں سے دل و دماغ کی جیبیں بھرتا چلا جاؤں۔ میں سراپا گوش تھا، وہ سراپا التفات، رفتہ رفتہ موضوع سخن پھیل رہا تھا۔ وہ کسی نے کہا ہے:

یک زمانہ صحبت با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

میں یو کہہ دوں تو بے جا نہ ہوگا ؎

ساعتے صحبت با اہل علم الخ

ایک گھنٹے پر مشتمل گفتگو نے بلا مبالغہ کئی سو صفحات کے مطالعے سے بے نیاز کر دیا۔ ایک ایک فقرہ میری عقیدت میں میرے لئے کئی کتابوں کا نچوڑ تھا۔ معاً میں ایک سوچ میں ڈوب گیا۔ کاش، کوئی انہیں قلم بند کرے یہ موتی آئے دن لٹتے ہیں لیکن انہیں کوئی سمیٹتا نہیں۔ ان سے تو مالائیں تیار ہو سکتی ہیں، یہ پھول ہیں سدا بہار جو آویزہ گوش تو بنتے ہیں لیکن عوام تک نہیں پہنچتے اور عوام تو ایک طرف رہے خواص بھی محروم ہیں۔

فاروقی صاحب کی شخصیت ایک ہیبت بھی رکھتی ہے اور عظمت بھی۔ تاہم آپ کی

CS CamScanner

طبیعت دوستوں اور کارکنوں کے لئے باغ و بہار ہے، ان میں بیٹھ کر وہ کھلتے بھی ہیں اور کھلاتے بھی۔ لیکن انہیں کسی عنوان کی حدود پھاندنے نہیں دیتے اور یہی صفت قائد محترم علامہ حیدری شہید کی طبیعت ثانیہ تھی۔ رکھ رکھاؤ کے ساتھ زبان کا چٹخارا اور ذائقہ بدلنے کے لئے دوستوں کی آراء پر حاشیہ بھی باندھتے رہے مگر مزاج بہر حال آپ کا خوشگوار ہی تھا۔ مذاق و مزاح اور استدلال و ابتذال سے کام لیتے رہے اپنی عزیمت و استقامت کے باوصف انہوں نے اپنی زندگی کو آب گینے میں ڈھال رکھا ہے۔ قید و بند اور مصائب و آلام کی گھاٹیاں انسان کو کھردرا اور خشک مزاج بنادیتی ہیں مگر آپ کی شخصیت میں یہ چیزیں بالکل عنقا ہیں۔

مجلس کی رعنائی بام عروج پہ جاچکی تھی۔ ملک بھر سے مواصلاتی رابطے بھی ساتھ نمٹاتے جارہے تھے۔ ملک بھر کے احباب آپ کی صحت کے حوالے سے فکر گیر ہیں اور انہیں اس حوالے سے تشویش بھی ہے، جس کا وہ اظہار کر رہے تھے۔ دوران گفتگو میں آپ کے چہرے اور جسم کی نقاہت کو بغور دیکھتا رہا، مجھے احساس ہوا آپ کے دماغی صدمے بے کراں ہیں، وہ ان کا اظہار نہیں کرتے لیکن ایک قریبی اور گہری نگاہ فوراً بھانپ لیتی ہے۔ وہ شاید جسمانی بیماریوں سے اس قدر نڈھال نہیں جتنا انہیں حالات و واقعات پر ملال ہے۔ گمشدہ دوستوں کی فکر نے ان کے چہرے کی رنگت میں دل شکنیوں کے چٹاخ پیدا کر دیے ہیں۔ آپ کی آنکھیں جنہیں ایک نظر میں مخاطب کا جغرافیہ اور تاریخ معلوم ہو جاتی ہے اب اپنے بھائی معاویہ اعظم کے انتظار میں زخم خوردہ نظر آتی ہیں۔ وہ ماتھا جو پے در پے قاتلانہ حملوں کے بعد بھی ہمیشہ صاف وشفاف تھا ان پر جھریوں کا بوجھ نظر آیا پھر ان جھریوں میں کئی کہانیاں ہیں، کئی آوازیں ہیں جن سے میں اور آپ بخوبی واقف ہیں۔ باخدا کئی دفعہ معاویہ اعظم کا نام حاشیہ زباں پر آیا مگر پھر یہ سوچ کر کہ میرا استفسار غم اور فکر میں مزید اضافہ نہ کر دے زباں کو جنبش نہ دے سکا۔

قائد محترم سے ملاقات کرنے والوں میں راقم الحروف کے علاوہ اسیر ناموس صحابہ، مجاہد اسلام، غازی، برادرم مولانا نذیر معاویہ، مفتی اظہار الحق اور مفتی زین الدین شامل تھے۔ آغاز گفتگو میں حضرت مولانا نذیر سے دل لگی کرتے رہے تاہم بعدازاں سنجیدہ گفتگو ہوئی جس میں

CamScanner

اسیران کی رہائی کا مسئلہ اور اس میں درپیش مشکلات، پشاور صد سالہ کانفرنس، سالانہ تعطیلات میں ہونے والے فن خطابت کورس کی تیاریاں، راقم کی کتاب ''پروانے صحابہ کے'' کی اشاعت کے مراحل، مفتی سعود الرحمٰن اور اس کا ہمہ جہت تنظیمی مزاج، باقی ماندہ کیسز اور اس کی پیشیاں جیسے عنوانات شامل تھے۔ بالخصوص آپ اپنے استاذ المکرم رئیس المحدثین مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ اور ان کے حب صحابہ اور تردید رفض کے خاص مزاج کو مسلسل ذکر کرتے رہے اور فرمایا شیخ صاحب کے حوالے سے ''الفاروق'' کے خاص شمارے کے لئے تحریر لکھ رہا ہوں جس میں حضرت کی زندگی کے اس پہلو کو تفصیل سے قلمبند کروں گا۔

بس اب اس ملاقات کی اس قدر جھلکیاں کافی ہیں، اللہ تعالیٰ کا احسان ہوا جس نے ہمیں اپنے ایک مقبول بندے کا قرب عطا فرمایا اور قائد محترم نے بھی خصوصی توجہات فرمائیں جو اس علم وعمل سے تہی دامن کے لئے عاقبت کا سرمایہ ہیں۔ اللہ رب العزت آپ کی قدم قدم پر حفاظت فرمائے، آخر میں اتنا کہوں گا: قائد محترم علامہ اورنگزیب فاروقی مدظلہٗ

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

زنداں بیتی

اکابر سے نسبت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، جسے یہ نعمت میسر نہیں ہے اسے اس کی جستجو کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر اس نعمت کا سوال کرنا چاہئے اور جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی اس رحمت سے نواز دیا ہے، اسے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور دل کی گہرائی سے اس نعمت کی قدر کرنی چاہئے اور نسبت کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی حتی الوسع کوشش جاری رکھنی چاہئے۔

اکابر کے تعارف کے ضمن میں ''نقوش علماء دیوبند'' میں لکھا ہے کہ الحمد للہ علمائے دیوبند کے حالات کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ یہی وہ جماعت جیسے دیکھ کر خدا یاد آتا ہے، دنیا سے نفرت اور اس کی بے ثباتی دل میں جاگزیں ہوتی اور آخرت کی جانب رغبت ہوتی ہے یہی وہ علامات ہیں جو خدا کے مقبول بندوں سے متعلق بتائی گئی ہوں۔ (نقوش علماء دیوبند، ص ۱۰۱)

☆☆☆

جناب یوسف علیہ السلام جب قید سے رہا ہو رہے تھے تو ساتھی قیدیوں کے لئے ان الفاظ میں دعا فرمائی تھی ''اے اللہ! اپنے نیک بندوں کے دل ان پر مہربان فرما اور دنیا کی خبریں اور حالات ان سے پوشیدہ نہ رکھ'' مفسرین فرماتے ہیں کہ اسی دعا کا اثر ہے کہ ذرائع ابلاغ نہ ہونے کے باوجود قید میں تمام خبریں پہنچتی رہتی ہیں۔ (نقوش علماء دیوبند، ص ۷۱)

''فیضان علم وحکمت جاری رہا'' کے عنوان کے تحت نقوش علماء دیوبند میں لکھا ہے کہ شیخ الہند قید ہو کر جب مالٹا پہنچے تو تاریخ گواہ ہے کہ غریب الوطنی، ضعف و ضعیفی، بے سروسامانی حتیٰ کہ مشکلات زنداں ان کے فیضان علم وحکمت کو نہ روک سکے، گرفتاری سے تقریباً تین سال قبل آپ نے ترجمہ قرآن پاک شروع فرمایا مگر دارالعلوم دیوبند میں تدریسی مصروفیات و دیگر

CS CamScanner

مشغولیات کے سبب صرف دس پارے ہی ہو پائے تھے کہ فرنگی حکومت نے آپ کو گرفتار کر کے اپنے جنازے کے تابوت میں آخری کھیل ٹھونک دی چنانچہ جس ترجمہ قرآن کی تکمیل وطن سے دوری، ضعف و کمزوری و دیگر عوارض کی بناء پر ناممکن نظر آتی تھی اور بظاہر رہائی کے بعد بھی ایک موہوم سی امید تھی کہ شاید علمی دنیا اس گنجینہ علم وحکمت سے فیض یاب ہو سکے تاہم مالٹا کی تین سال کی اسیری میں نہ صرف یہ عظیم الشان کام سرانجام پایا بلکہ کتنے ہی تشنگان علوم اس بحر بیکراں سے سیراب ہوئے۔

عالم اسلام کے عظیم رہنما، مصنف کتب کثیرہ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمہ اللہ اپنی زنداں بیتی ''پھر وہی قید قفس'' کے صفحہ 149 پر جیل کا اہم مشغلہ ''تصنیف وتالیف کا غیر معمولی کام'' کے عنوان سے رقمطراز ہیں کہ ''پرہجوم محافل، بے پناہ اژدھام کی حامل مجلسیں، تا حد نظر انسانوں کے سروں کی فصلیں، حسرتوں کے کتنے قلم کو ویران کرتے رہے، رہ رہ کر کئی مرتبہ قلم اُٹھایا مگر چند صفحات کے بعد جماعتی ذمہ داریوں نے راستہ روک لیا'' فاروقی صاحب آگے لکھتے ہیں کہ جب معلوم ہوا کہ رہائی جلد ممکن نہیں تو میں نے جیل میں تصنیف وتالیف کے کام کا مصمم ارادہ کر کے گھر کے تمام مسودات کا صندوق منگوالیا...... پھر دنیا نے دیکھا کہ 3 سال کی اسیری میں فاروقی شہید رحمہ اللہ کے قلم سے جو شاہکار عنوانات نکلے ان کتابوں کے صفحات ہزاروں میں پہنچ جاتے ہیں جن کے فیضانِ علم وحکمت سے آج تک امت مسلمہ اپنی تشنگی کو دور کر رہی ہے۔

☆☆☆

آمدم برسر مطلب ابھی چند دن قبل ہی ہمارے مہربان دوست مولانا صدیق شیرازی نے نئی شائع ہونے والی کتاب بطور ہدیہ بھجوائی، کتاب تو ویسے ہی تنہائیوں کی خاموش ساتھی ہے، اداسیوں میں راحت کا سامان ہے، دکھوں کا مداوا ہے، ایک بہترین دوست ہے، ظلمتوں میں روشنی کا مینار ہے، اچھے برے میں تمیز پیدا کرتی ہے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ اچھی کتاب کے مطالعے سے جو لطف ملتا ہے وہ بادشاہوں کے خزینوں میں بھی نہیں ملتا اور پھر ایک نظریاتی آدمی کو کتاب بھی ایک نظریاتی، باکردار، صاحب استقامت، مرد مجاہد کی تصنیف کردہ مل جائے

تو اس کی جذباتی کیفیت کیا ہوگی اس کا اندازہ ایک باذوق قاری اور صاحب مطالعہ آدمی ہی کرسکتا ہے۔

جی ہاں ہمیں ملنے والی کتاب نظریاتی تھی اور لکھنے والے بھی نظریاتی آدمی، کتاب کا نام ''زنداں بیتی'' اور لکھنے والے معروف طالب علم رہنما، مشہور کالم نگار، معتبر مصنف، 12 سال سے ناکردہ جرم کی سزائے ظالمانہ بھگتنے والے تحفظ اصحاب رسول و آل رسول کے مشن سے وابستہ باکردار مردِ حق حافظ حبیب اللہ مجاہد ہیں، جنہوں نے جیل میں رہ کر بھی اپنے نظریات کا پرچار کیا اور کئی اہم عنوانات پر قلم اٹھا کر اس فیضانِ علم وحکمت کو جاری رکھا جس کی بنیاد شیخ الہند رحمہ اللہ نے مالٹا کی اسارت میں رکھی تھی۔ کبھی کتاب سے مصنف کو عظمت ملتی ہے اور کبھی مصنف کی عظمت سے کتاب کی شان کو چار چاند لگ جاتے ہیں یہی حال زنداں بیتی کا بھی ہے جس کی عظمت کا تعارف مصنف کا نام ہے، بس کتاب کھولی تو کھلی ہی رہ گئی اور سوائے نماز کے وقفوں کے بند نہ ہوئی، دو تین مجلسوں میں اوّل تا آخر پڑھ ڈالی، کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کتاب بند کر کے آنسوؤں کے سیل رواں کو رومال کے کنارے سے صاف کرنا پڑتا اور سوچ میں گم ہو جاتا کہ ہمارے ملک کا عدالتی نظام اس قدر ابتری کا شکار ہو چکا ہے کہ شاید اس کی تقدیر بدلنے کے لئے کسی مسیحا کی ضرورت ہے اور اب تو فوجی عدالتوں کے قیام کے بعد حکمرانوں نے خود اس نظام کی افسردگی پر مہر ثبت کردی ہے۔ کئی بار زیر لب مسکرایا بھی اور کئی دفعہ کھلکھلا کے ہنسا بھی یہ رونا اور ہنسا کس وجہ سے تھا اس کا جواب تو یقیناً آپ کو کتاب کے مطالعے سے ہی ملے گا تاہم اتنا ضرور عرض کرسکتا ہوں کہ اس کتاب کے مطالعے سے آپ کو بہت سے سبق ملیں گے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ تحریک دفاع صحابہؓ میں آپ کو کن کن آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے، کونسی مشکلات آپ کے راستے کی رکاوٹ بن سکتی ہیں، ان آزمائشوں اور مشکلات میں آپ نے سرخرو کیسے ہونا ہے۔ اسارت کی طوالت سے پیدا ہونے والی مایوسی کو آپ نے کیسے ختم کرنا ہے، کھرے اور کھوٹے کی شناخت آپ نے کیسی کرنی ہے، جیل کے معمولات کیا رکھنے ہیں۔ بحثیت صحابہ کرام کے سچے غلام کے استقامت کا کوہ گراں بننے کا راز کیا ہے۔ ملک کی کالی بھیڑیں کس طرح آپ کے راستے کی رکاوٹ بنتی ہیں اور آپ نے ان کا سدباب کیسے

کرنا ہے۔ ناکردہ جرم کی پاداش میں اسیر قیدی کے جذبات کیا ہوتے ہیں، باہر سے آنے والی خبروں اور غموں کا مقابلہ کیسے کرتا ہے، وہ کونسے اسباب ہیں جن کی بنیاد پر ایک بے گناہ قیدی کو 12 سالہ قید مشن و مؤقف سے پیچھے نہ ہٹا سکی، غرض یہ صرف ''زنداں بیتی'' یا آپ بیتی نہیں بلکہ مشعل راہ بنانے کے لئے ایک لازوال جدوجہد کی داستان ہے جس کا مطالعہ ہر غلام صحابہ کے لئے ضروری ہے، یہ صرف جذبات کا اظہار نہیں بلکہ شیخ الہند کے اسی فیضان علم وحکمت کا ظہور ہے جس کی ابتداء مالٹا کی جیل سے ہوئی تھی یہ صرف چند صفحات نہیں بلکہ اسی جہد مسلسل کا تسلسل ہے جس کی کوٹ لکھپت جیل لاہور سے فاروقی شہید رحمہ اللہ نے صدا بلند کی تھی۔ یہ کتاب ایک درد دل ہے جو علماء حق کا ورثہ ہے، پڑھئے اور ضرور پڑھئے لائحہ عمل تیار کیجئے، لیں میں بھی قلم چھوڑ کر ایک مرتبہ پھر ''زنداں بیتی'' کو اٹھا کر مطالعہ شروع کر رہا ہوں۔

ہفت روزہ اہلسنّت، صرف خدا کے سہارے

اللہ پاک کی قدرت اس کی عظمت وجلال کے کیا کہنے......ابھی کچھ دنوں پہلے کی بات لگتی ہے کہ ہفت روزہ ''اہلسنّت'' کے تیسرے یا چوتھے شمارے کی اشاعت کے لئے جماعتی ترجمان عمر معاویہ نے فرمایا کہ الیاس بھائی اور قاری شفیق الرحمٰن رحمہما اللہ کے حوالے سے کچھ لکھ کر بھیجئے، حکم کی تعمیل میں کچھ لکھ کر بھیجا تو پھر بھیجتا ہی رہا اور تھوڑے ہی عرصے میں تقریباً 50 شہداء کا تذکرہ اس خاکسار کے قلم سے ہفت روزہ ''اہلسنّت'' کے صفحات کی زینت بن گیا۔ 10 ستمبر بروز جمعرات شہدائے ناموس صحابہؓ کانفرنس رشید آباد میں عمر معاویہ سے ملاقات ہوئی تو خوشخبری سنانے لگے کہ الحمدللہ ہفت روزہ ''اہلسنّت'' اب ایک سال کا ہونے والا ہے اور ایک سال کی کامیاب اشاعت پر رنگین صفحات پر مشتمل ''سالنامہ'' شائع کیا جارہا ہے جس میں جبل استقامت، شہزادۂ پارلیمنٹ مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہ اللہ کا تذکرہ بھی شامل اشاعت ہوگا۔ یقین کیجئے ان کی زبان سے یہ کلمات سن کر حیرت واستعجاب کی کیفیت میں چلا گیا کہ کیا واقعی ہمارے ''اہلسنّت'' کو ایک سال ہوگیا ہے؟ کیا واقعی اس کے 50 شمارے شائع ہو چکے ہیں؟ کہنے لگی: جی جی اور مزید خوشخبری یہ ہے کہ اس ایک سال کے عرصے میں تقریباً 150 شہداء کے شائع ہونے والے تذکرے کو ''پروانے صحابہؓ کے'' کے خوبصورت عنوان سے کتابی صورت میں بھی شائع کیا جارہا ہے۔

ہفت روزہ ''اہلسنّت'' کتنا پیارا، بھلا اور نظریاتی نام ہے، کتنا خوبصورت، کتنا باجمال و پروقار ''اہلسنّت'' سبحان اللہ! لکھتے ہوئے مزہ آتا ہے اور پڑھتے ہوئے اور سنتے ہوئے بھی......ویسے بھی اس وقت کی ضرورت تھی حق کو عزیمت کو تاریخ پر محفوظ کرنے کے لئے پرنور، پرکیف، گرجدار اور چمکدار ''اہلسنّت'' کی میرے رب نے یوں ہی تو نہیں اہل حق کو ''اہلسنّت'' کا لقب عطا فرمایا...... کتنے مسرور ہوئے ہوں گے اہلسنّت جب ان کے ہاتھوں میں

CamScanner

''اہلسنّت'' آیا ہوگا اور کس قدر مبغوض ہوئے ہوں گے دشمنانِ اہلسنّت جب ان کو نظر آتا ہوگا ''اہلسنّت''۔

میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ اس قدر عظیم اور نظریاتی نام قائد اہلسنّت، جبل استقامت، اسیر ناموس صحابہ، شہنشاہِ خطابت علامہ اورنگزیب فاروقی حفظہ کی انقلابی شخصیت کا تجویز کردہ ہی ہوسکتا ہے۔ خدا کی قسم دل چاہتا ہے قائد محترم یا جس نے بھی یہ نام تجویز کیا یا مشورہ دیا عقیدت و محبت میں اس کی پیشانی کو بوسہ دوں، ان کو خوب داد دوں مگر ان کی نیت اور حالات بتا رہے ہیں کہ انہیں داد نہیں دعا کی ضرورت ہے۔ پھر کیا دیر ہے آیئے سب بھائی اور بہنیں اپنے زخمی دل اور ٹھنڈے ہاتھوں اور گرم آنسوؤں کے ساتھ اپنا دامن پھیلاتے ہیں اور اہلسنّت کے رب سے ''اہلسنّت'' کے لئے قبولیت، مقبولیت، حفاظت اور خدمت دین کی مسلسل توفیق مانگتے ہیں۔

یااللہ کرم فرما، فضل فرما، نصرت فرما۔ اے میرے رب ''اہلسنّت'' حق کو بتانے کے لئے...... باطل کو مٹانے کے لئے...... تیری عظمت رورو کر سنانے کے لئے ''اہلسنّت'' تیرے محبوب کی رسالت کو سمجھانے کے لئے ...... اور تیرے محبوب کے یاروں کی عظمتوں کا ڈنکا بجانے کے لئے...... اوران کی ناموس پر مر مٹنے والوں کو تاریخ کے صفحات میں زندہ رکھنے کے لئے...... جماعتی کارکنوں کا ربط و تعلق آپس میں مضبوط کرنے کے لئے...... اقامت دین کے لئے...... مشن کی ترویج کے لئے...... صرف تیرے سہارے...... اے اللہ صرف تیرے اور تیرے سہارے میدان میں اترا ہوا ہے۔

یارب المدد...... یااللہ المدد...... بس تیری محبت اور تیری ہی مدد...... اے اہلسنّت کے رب۔

گزشتہ دنوں راقم الحروف اپنی لائبریری میں بیٹھا اپنے ''اہلسنّت'' کے لئے کسی شہید کا تذکرہ لکھ رہا تھا، ایک مہمان تشریف لائے، سلام ودعا کے بعد میں اپنے کام میں منہمک ہوگیا تو ان سے رہا نہ گیا، پوچھنے لگے کیا لکھ رہے ہیں؟ عرض کیا اخبار کے لئے کالم لکھ رہا ہوں۔ پوچھا کونسا اخبار؟ دھڑام سے ڈیکس سے نکال کر ان کے ہاتھ میں تھما دیا۔ کافی دیر مطالعہ

فرمانے کے بعد لمبی سانس لے کر فرمانے لگے ماشاء اللہ کافی اچھا معلوماتی اخبار ہے۔ اسلامی صحافت میں بہترین اضافہ ہے۔ مضامین بھی جاندار اور نظریاتی ہیں...... لیکن؟.......... لیکن کیا؟ میں بھی فارغ ہو چکا تھا تو قلم رکھ کر ہمہ تن ان کی طرف گوش ہو کر کے پوچھنے لگا لیکن کیا؟

فرمانے لگے الیکٹرانک میڈیا کے اس دور میں پرنٹ میڈیا کی ضرورت نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے لہٰذا اس پر محنت پر کرنے کے بجائے کسی دوسرے کام کی طرف توجہ دی جائے۔ راقم نے جوان سے عرض کیا کہا گرچہ الیکٹرونک میڈیا کا بہت شور ہے، ہر شخص ٹیلی وژن اور انٹرنیٹ سے حاصل ہونے والی معلومات کے سحر میں گرفتار نظر آتا ہے، ٹیلی وژن کے سیٹلائٹ نشریات سے رابطہ ہونے کے باعث دنیا بھر کی معلومات کو ٹی وی اسکرین کے سامنے بیٹھ کر حاصل کیا جا رہا ہے، کمپیوٹر کی ایجاد اور بالخصوص انٹرنیٹ عام ہونے کے بعد تو معلومات حاصل کرنے کا عمل آسان تر اور تیز ہو گیا ہے۔ سی ڈی سافٹ ویئر بننے سے کئی کئی جلدوں پر مشتمل ضخیم کتب حتیٰ کہ لائبریری تک ایک چھوٹی سی سی ڈی پر آ جاتی ہیں اور یہ کتب کمپیوٹر اسکرین پر گھر بیٹھے حاصل کی جا سکتی ہیں لیکن تجربات سے ثابت ہو چکا ہے کہ کتب و رسائل اور اخبارات (پرنٹ میڈیا) سے حاصل ہونے والا علم ٹیلی وژن اور کمپیوٹر سے حاصل ہونے والی معلومات سے کہیں زیادہ مؤثر اور اثر انگیز ہوتا ہے۔ کتاب، رسائل، اخبارات (پرنٹ میڈیا) میں جو چاشنی ہے وہ کسی دوسرے میڈیا میں نہیں۔

بہر حال مبارکباد کے مستحق ہیں ہفت روزہ ''اہلسنّت'' کے ارباب بست و کشاد کہ جنہوں نے نامساعد حالات کے باوجود محض اللہ رب العزت کے بھروسے قائدین کی سرپرستی، کارکنوں کی دعاؤں اور اپنی انتھک جدوجہد کے ذریعے صرف ایک سال کی قلیل مدت میں 50 شماروں کے ذریعے ''ہفت روزہ اہلسنّت'' اسلامی صحافت میں ایک قابل قدر مقام دلوایا اور اس کے حصول کو ملک بھر کے کارکنان کے لئے سہل بنایا۔ راقم الحروف کے پاس اخبار عموماً شب جمعہ اور کبھی جمعہ کو پہنچ جاتا ہے تاہم جمعہ ہی کے دن پشاور، میرپور خاص، کوئٹہ، چارسدہ، سکھر، بہاولپور اور ملک کے دوسرے اضلاع سے تازہ کالم پر تبصرے آنا شروع ہو جاتے ہیں جس سے آپ اخبار انتظامیہ کے حسن نظم اور وسعت ترسیل کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بہرکیف

''اہلسنّت'' کی پوری ٹیم بالخصوص سرخیل عمر معاویہ صد ہا مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے مختصر عرصے میں جماعت کو ایک حسین، خوبصورت اور نظریاتی اخبار جیسی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو استقامت عطا فرمائے اور اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائے۔

آخر میں ناسپاسی ہوگی اگر تذکرہ نہ کیا جائے اپنے ان شہداء کا جن کی محنتوں اور کاوشوں کا ثمرہ اور جن کے خوابوں کی تعبیر ''ہفت روزہ اہلسنّت'' ہے بالخصوص مولانا عبدالغفور ندیم، قاری شفیق الرحمٰن علوی، مولانا احسان اللہ فاروقی، مولانا اکبر سعید فاروقی، مفتی سعود الرحمٰن، مولانا دلفراز معاویہ، مولانا طلعت محمود رحمہم اللہ اور دیگر تمام شہداء اللہ تعالیٰ ان کی شہادتوں کو قبول فرمائے اور اخبار کو ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔

CamScanner

یکم محرم الحرام کی تعطیل......اہلسنّت کی فتح مبین

اللہ اکبر کبیرا...... الحمدللہ کثیرا
سبحن اللہ بکرۃ واصیلا.

شہداء کا خون رنگ لانہیں رہا...... رنگ لا چکا ہے...... تبدیلی آ نہیں رہی...... تبدیلی آ گئی ہے۔ 30 سال کی مسلسل جدوجہد، عرصہ دراز سے جاری مدح صحابہ تحریک، جلوس، مظاہرے، ریلیاں، مطالباتی نعرے، جیلیں، ہتھکڑیاں، شہادتیں، زخم وعزم، مصائب وآلام کے پہاڑ سب کچھ ہیچ نظر آ رہا ہے کہ اس قدر طویل جدوجہد کا نتیجہ وثمرہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ صوبہ سندھ اور خیبر پختونخواہ کی حکومت نے کراچی اور خیبر پختونخواہ میں یکم محرم الحرام ''یوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ'' پر عام تعطیل کر کے سنی قوم کے دل جیت لئے ہیں۔ فللّٰہ الحمد علی ذلک۔

آج سے 30 سال قبل امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ نے جب خلفائے راشدین کے ایام پر مطالباتی جلوس کا آغاز یہ اعلان کر کے کیا تھا کہ ایک وقت آئے گا کہ ہمارے اس جلوس کی وجہ سے حکومت کو ان مقتدر شخصیات کے ایام پر عام تعطیل کرنی پڑے گی یا پھر ان ماتمی وتبرائی جلوسوں کو بھی بند کیا جائے تو اس وقت اس کو ایک دیوانے کی بھڑک سمجھ کر نظر انداز کر دیا گیا تھا تاہم آج تاریخ نے بتا دیا کہ وہ دیوانے کی بھڑک نہ تھی بلکہ ایک صاحب عزیمت اور اپنے زمانے کے مجدد کے الفاظ تھے جس کی لاج رب کریم نے رکھی اور آج اس کے مطالبے کو بالآخر کر تسلیم کر لیا گیا ہے۔

اہلسنّت والجماعت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ایام ہائے وفات وشہادت پر عام تعطیل کا مطالبہ ہرگز نہ کرتی اگر ایک اقلیتی ٹولے کی خوشنودی اور جذبات کے احترام میں نہ صرف 10 محرم بلکہ 9 اور 10 دو دن کی تعطیل کا اعلان نہ کیا جاتا تاہم جب مٹھی بھر افراد کے

CamScanner

مطالبے اور ان کی نام نہاد فسادی ماتمی رسومات کی ادائیگی میں سہولت اور آسانی پیدا کرنے کے لئے نہ صرف ایک بلکہ دو یوم کی چھٹی کا رواج ڈالا گیا تو پھر عوام اہلسنّت اپنے اس مطالبے میں حق بجانب تھے کہ اس امت کے اوّل طبقے اور انسانیت میں بعد از انبیاء علیہم السلام سب سے برگزیدہ شخصیات خلفائے راشدین کے ایام ہائے وفات وشہادت پر بھی عام تعطیل کا اعلان کیا جائے۔

تمام مسالک، افراد اور قوموں کے ساتھ عدل کا منصفانہ رویہ اور انصاف کا برتاؤ اس ملک کی حفاظت کی ضمانت ہے۔ غنڈہ گردوں، بدمعاشوں، پڑوسی ملک کے ایماء پر ملک میں فساد پھیلانے اور انقلاب لانے کی ناکام سعی وجدوجہد کرنے والوں کے ساتھ نرمی اور ان کے ناز برداری ملک وملت کے لئے نہایت ہی نقصان دہ اور مضرت رساں عمل ہے اسی لئے اسلام نے عدل اور عدل کے معاملے میں مساویانہ سلوک کی قدم قدم پر تلقین کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں اسلام کے سب سے بڑے دشمن یہودیوں کی بابت حکم دیا گیا کہ جب آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو پورا انصاف ملحوظ رکھیں

"وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی زندگی میں اس کو برت کر دکھایا، آپ کے بعد آپ کے خلفاء نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے نہج پر عدل وانصاف کا طور طریقہ رائج کیا تھا۔ اسی عدل وانصاف کے مساویانہ سلوک کا تقاضہ تھا کہ جس طرح ایک اقلیتی فرقے کے مطالبے پر 10 محرم الحرام کو عام تعطیل کا اعلان کیا جارہا ہے تو اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اکثریتی طبقے کے جذبات و احساسات کی قدر کرتے ہوئے نہ صرف یکم محرم الحرام بلکہ خلفائے راشدین کے ایام پر عام تعطیل کا اعلان کیا جائے۔

گزشتہ دنوں راقم اندرون سندھ کی طرف محوسفر تھا، دوران گفتگو ساتھ والے مسافر فرمانے لگے کہ پہلے کیا سرکاری تعطیلات کم تھیں جو حکومت نے یکم محرم الحرام کی بھی اس سال چھٹی کردی، اس سے تو طلباء کی تعلیم، ملکی معیشت اور روز کی روزی کمانے والوں کا بڑا نقصان ہوگا۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ آپ سنی مسلمان ہیں؟ کہنے لگے الحمدللہ۔ میں نے پوچھا کتنے

وقت کی نماز پڑھتے ہیں؟ فرمانے لگے اللہ جھوٹ نہ بلوائے تو چار وقت کی تو ضرور پڑھتا ہوں۔ میں نے استفسار کیا رمضان کے روزے رکھتے ہیں؟ کہا جی الحمدللہ پابندی سے۔ میں نے مزید کہا اچھا یہ بتائیں کہ جن شخصیات کے صدقے ہمیں یہ کلمہ، نماز، روزہ اور دیگر شرعی احکام بلکہ پورا کا پورا دین ملا انہیں کیا کہا جاتا ہے؟ فرمانے لگے مسلمانوں کے بڑے۔ میں نے کہا انہیں صحابہ کہا جاتا ہے۔ اچھا یہ بتائیں ان میں جو چار بڑے اور مشہور تھے ان کے نام بتائیں۔ کہنے لگے: ''عمر، علی''......اللہ گواہ ہے عمر، علی کے علاوہ وہ اور نام نہ لے سکے تو میں نے ان سے عرض کیا دیکھیں آپ ایک اچھے مسلمان نمازی، روزے دار انسان ہیں لیکن اس امت کے جو محسنین ہیں آپ ان سے ناواقف ہیں، اگر حکومت ان کی یوم وفات وشہادت پر عام تعطیل کا اعلان کرے...... ریڈیو اور ٹی وی پر پروگرام نشر ہوں، اخبارات خصوصی ایڈیشن چھاپیں تو میرے قوم کے بچے اپنے والدین سے پوچھیں گے کہ آج کس چیز کی چھٹی ہے؟ والدین انہیں بتائیں گے کہ آج خلیفہ اوّل کے سانحہ وفات کی چھٹی ہے، جس نے نبی کے ساتھ ہجرت کی، غار میں ساتھ رہے، جس کی شان میں قرآن کی آیتیں اتریں، جو نبی کے بعد پہلے خلیفہ بنے، آج حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یوم شہادت ہے جو فاتح اور عادل حکمران تھے، آج امام مظلوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایام شہادت ہیں اگر حکومت اس قسم کا اعلان کرے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ قوم کے بچے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات وواقعات سے متعارف نہ ہوں۔ تو اس طرح تو پھر سال کے کافی دن تعطیلات میں گزر جائیں گے؟ صاحب بالجب گویا ہوئے تو عرض کیا تو ہو جائیں، اگر اقبال اور جناح کے ایام اور مزدور اور بے نظیر کے ایام منانے اور تعطیل کرنے سے ملک و قوم کا نقصان نہیں ہوتا تو صحابہ کرام کے ایام پر تعطیل سے بھی کوئی نقصان نہیں ہوتا وگرنہ دیگر ممالک کی طرح صرف مذہبی تہواروں پر تعطیل کی جائے۔

بہرحال یکم محرم الحرام کی چھٹی نے زخم خوردہ، مصائب وآلام کی وادیوں میں سرگرداں کارکنان تحریک مدح صحابہ کے جذبوں کو جلا بخشی ہے کہ الحمدللہ ہماری جدوجہد ومحنت کا نتیجہ ہمیں دکھائی دے رہا ہے، اگرچہ ہم صرف جدوجہد کے مکلف ہیں نہ کہ نتیجہ دیکھنے یا حاصل

کرنے کے تاہم اس قسم کی خوشخبریاں اور فتوحات وثمرات حوصلوں میں افزائش کا سبب ہوا کرتی ہیں اور اس فتح مبین میں شہداء کا خون، اسیروں کی قربانیاں، کارکنوں کی بے لوث جدوجہد، قیادت کی انتھک محنت کے ساتھ ساتھ سفیر امن، نواب زمانہ قائد اہلسنّت علامہ محمد احمد لدھیانوی حفظہ اللہ کی محب وطن اور امن پسند پالیسی بھی ہے کہ آج ایسی حکومتیں بھی ہمارے مطالبات تسلیم کرنے پر مجبور ہوئیں کہ جن سے بظاہر اس قسم کی امید نظر نہیں آ رہی تھی۔ اللہ رب العزت قائد محترم کی ہر طرح سے حفاظت فرمائے۔

یکم محرم الحرام کی چھٹی کے اعلان کے بعد کراچی اور کے پی کے کی قیادت کی طرف سے مدح صحابہ جلوس وریلیوں کو ملتوی کر دینا یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے اور ہمارے اس دعوے کی واضح دلیل ہے کہ ہم یہ جلوس و ریلیاں مذہبی فریضہ، سنت، واجب سمجھ کر نہیں بلکہ اپنے مطالبات تسلیم کروانے کے لئے نکالتے ہیں اور جب ہمارا مطالبہ پورا ہوا تو ہم نے یہ جلوس ملتوی کر دیئے البتہ جہاں جہاں چھٹی کا اعلان نہیں کیا گیا وہاں وہاں ہم نے یہ مطالباتی جلوس نکالے اور انشاء اللہ مطالبات کے منظوری تک نکالتے رہیں گے۔

آخر میں قارئین اہلسنّت، سنی قوم، کارکنان اہلسنّت والجماعت اور پوری امت مسلمہ کو عظیم الشان فتح مبین، مبارک، مبارک مبارک فتح مبین مبارک اور سلام عقیدت اور خراج تحسین قیادت کو اور بے لوث ورکروں کو سلام، سلام، سلام لدھیانوی سلام فاروقی سلام حنفی، سلام حنفی سلام دیشانی سلام سلام سلام۔

خدا سلامت رکھ صحابہؓ کے چاہنے والوں کو

CamScanner

حکمرانوں کی بے حسی اور ہماری قیادت

ہم اپنے کالم کا آغاز اللہ رب العزت کی پاکیزہ تسبیح وحمد سے کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے جتنی مخلوق پیدا فرمائی ہے،اس مخلوق کی تعداد کے برابر

سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ،

لاحول ولا قوۃ الا باللہ.

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ کھجور کی چار ہزار گٹھلیاں سامنے رکھ کر تسبیح کر رہی تھیں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں آپ کو اس سے زیادہ تسبیح کا طریقہ نہ بتاؤں؟......انہوں نے عرض کیا ضرور یارسول اللہ!......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں پڑھو:''سبحان اللہ عدد خلقہ''یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے برابر سبحان اللہ۔

اہلسنّت کے ساتھ مسلسل زیادتیوں کے بعد اب قائد ملت اسلامیہ،سفیر امن علامہ محمد احمد لدھیانوی مدظلہٗ کو زیر عتاب لایا جارہا ہے،ان کا نام ایک کالے قانون''فورتھ شیڈول''میں ڈال کر ان کی نقل وحرکت پر پابندی،قومی شناختی کارڈ معطل کر کے ان کی بنیادی انسانی اور ایک محب وطن شہری کی حیثیت سے حاصل ہونے والے حقوق کو غصب کیا جارہا ہے۔

ان کا''جرم''صرف اتنا ہے کہ وہ ایک محب وطن جماعت کے پرامن اور محب وطن لیڈر ہیں، ہر فورم پر امن کا درس دینے والے، اپنے حلقے سے 2 7ہزار سے زائد ووٹ لینے والے،سینکڑوں کارکنوں بمیت مرکزی قیادت کے جنازے اٹھا کر امن وامان کا درس دینے والے،دفاع پاکستان کونسل کے اسٹیج سے ملک بھر میں''پاکستان زندہ باد''کے نعرے لگانے والے،حکومتی درخواست پر سلگتی آگ میں اپنا کلیدی کردار ادا کر کے اس کو ٹھنڈا کرنے والے ہیں۔چنانچہ

اس حب الوطنی کی سزا ان کو اس ناروا، غیر مناسب اور مضحکہ خیز سلوک سے دی جارہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے، اگر ملک کے اکثریتی طبقے اور ایک بڑی جماعت کے لیڈر کے ساتھ اس قدر گھٹیا برتاؤ جاری رہا تو ملک خطرناک صورتحال سے دوچار ہوسکتا ہے۔ ایک طرف پڑوسی ملک بھارت مسلسل دراندازی، بدمعاشی اور بے غیرتی پر اترا ہوا ہے اور دوسری طرف ملک کے دفاع کی بات کرنے والے کی زبان کو خاموش کرانے کی مذموم کوششیں یہ حب الوطنی نہیں بلکہ ملک دشمنی پر مبنی اقدامات ہیں۔ حکمران یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ اخبارات، ٹی وی اور صحافیوں کا منہ بند کر کے حالات کو چھپا سکتے ہیں، حالانکہ یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ زیادہ پابندیوں کی وجہ سے تو حالات اور خراب ہوتے ہیں اور بہت سی برائیاں جنم لیتی ہیں۔

کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ملک کے حکمران اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کریں، خیر یہ تو ان کی اپنی مرضی ہے مگر ان حالات میں غلامانِ صحابہؓ کو کیا کرنا چاہئے...... انہیں ختم کرنے کی ہی ساری تدبیریں ہیں...... اور اب آخری تدبیر یہ ہے کہ پورے ملک میں اہلسنّت والجماعت کی قیادت کو کالے قانون ''فورتھ شیڈول'' میں بند کر کے ان کی آواز کو بند کر دیا جائے۔ اس وقت ناعاقبت اندیش حکمران اسی منصوبے پر عمل پیرا ہیں اور پاکستانی کی مذہبی قیادت کو پیسنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

گویا یوں سمجھ لیں کہ ایک سرخ آندھی ہے، جس کا رخ ہماری جماعت کی طرف ہے اور وہ ہماری طرف اترتی ہوئی نظر آرہی ہے، اسلام آباد سے کراچی اور پشاور سے کوئٹہ سرخ آندھی نظر آرہی ہے۔ ہمیں آج ہی سے اس سرخ آندھی کو روکنے کی کوشش کرنی ہے جس کے لئے چند آسان اقدامات ہیں، ان پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔

(۱) دفاع صحابہؓ و اہلبیتؓ کے کاز سے وابستہ تمام افراد اپنے اندر اخلاص اور للّٰہیت پیدا کریں، ریاکاری اور دکھلاوے سے اپنے آپ کو محفوظ کریں اور ایسے افراد جو ریاکاری اور دکھلاوے کے دلدادہ ہیں، ان کی اصلاح کریں ورنہ ایسے لوگوں کو اپنے سے علیحدہ کریں۔

(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جرأت و استقامت اور دین متین کے لئے قربانی پر مشتمل واقعات و حکایات کا خوب مذاکرہ کریں تاکہ ہم کمزوروں میں بھی ہمت و حوصلہ پیدا ہو۔

CS CamScanner

(۳) اللہ تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط کرنے والے اعمال کی پابندی کی جائے اور نافرمانی والے اعمال سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے۔

(۴) جماعتی کاز و نظریے کے فروغ کے لئے محنت و جدوجہد بڑھا دی جائے، محنت بڑھے گی تو فتنوں میں کمی آئے گی اور اگر تن آسانی کا ماحول پیدا ہوگا تو کمزوری بڑھے گی اور فتنے پیدا ہوں گے۔

(۵) ایک دوسرے کے بارے میں غلط فہمیوں سے بچا جائے اور اعتماد کی فضاء کو قائم کیا جائے۔

(۶) قیادت پر مکمل اعتماد رکھیں، ان کو اپنے جذبات کا تابع بنانے کی کوشش نہ کریں بلکہ ان کی دی ہوئی پالیسی پر اطمینان رکھیں، انشاء اللہ اسی میں دور رس نتائج کی فتوحات مضمر ہیں جو مناسب وقت پر نظر آئیں گی۔

یہ چند گزارشات تحریر کردی ہیں اللہ رب العزت ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے مگر ایک کام ان تمام سے زیادہ ضروری ہے اور وہ نفاق سے بچنا، اگر آپ کسی جماعت کے ساتھ ہیں تو پھر مکمل اخلاص اور وفاداری سے اس کے ساتھ رہیں اور اگر آپ کا دل کسی سے کٹ چکا ہے تو پھر اس کو صاف صاف بتادیں، ایک جماعت میں رہتے ہوئے اسی جماعت کی جڑیں کاٹنا کسی مسلمان کا شیوہ ہرگز نہیں ہوسکتا...... اور ایمان کے بعد اخلاص و وفاداری جیسی خوشبودار چیز دنیا میں کوئی نہیں ہے۔

یا اللہ ہم سب کو اخلاص نصیب فرما...... اخلاص نصیب فرما۔

سبحان اللہ عدد خلقہ ...... سبحان اللہ عدد خلقہ

سبحان اللہ عدد خلقہ

CS CamScanner

جرنیل کراچی علامہ تاج محمد حنفی سے ایک ملاقات

اوسط قد وقامت، متعدل ومضبوط جسم، کھلا ہوا رنگ، خشخشی داڑھی، خوبصورت لہراتی ہوئی سیاہ زلفیں، سفید قمیص شلوار، سندھی ٹوپی، آنکھ پر نظر کا چشمہ، سادہ طبیعت، خوشگو، متواضع اور منکسر المزاج، غیر متزلزل نظریات، پختہ مؤقف، استقامت واستقلال کا مرقع، ہر شخص سے کھڑے ہوکر اور مسکرا کر ملنا اور بڑوں کی طرح چھوٹوں کی بھی قدر کرنا، اس سراپا کو تصور میں لائیے، یہی ہیں "علامہ تاج محمد حنفی"

اس حقیر نے پہلی بار آپ کا نام نامی اس وقت سنا جب کراچی تبلیغی اجتماع میں مفتی سعود الرحمٰن شہید نے آپ کو ایک کتابوں ے اسٹال پہ کھڑا پایا تو پرتپاک انداز سے قائد محترم علامہ تاج محمد حنفی صاحب کہتے ہوئے گلے لگایا۔ وہ ہمارا طالب علمی کا زمانہ تھا، اس وقت زیادہ تعارف نہ ہوسکا تاہم بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت حنفی صاحب ایک کامیاب مناظر، مصنف اور زبردست خطیب بھی ہیں۔ اسٹوڈنٹس ونگ کے سابقہ ذمہ دار اور لمبی اسیری گزار چکے ہیں، اسی وقت سے آپ سے تفصیلی ملاقات کا اشتیاق تھا لیکن یہ سعادت کچھ بعد حاصل ہوئی اور اس کے بعد بھی گاہے گاہے آپ کو اسٹیج پہ سنتا رہا البتہ جب برادر نسبتی کی مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت دل بے قرار کو سکون ملا۔ آپ نے سیرت النبیؐ کے عنوان پہ لاجواب گفتگو فرمائی، یقین کیجئے سامنے بیٹھ کر براہِ راست جو سنا اس نے دل پہ انمٹ نقوش چھوڑے اور مجھے یہ کہنے میں قطعاً عار نہیں کہ حضرت کی اس تقریر اور انداز خطابت نے مجھے اپنی خطابت کے لئے ایک نیا اسلوب اور انداز دیا۔ بلا مبالغہ کراچی میں اس وقت اپ کی خطابت کا طوطی بولتا تھا، جب اسٹیج پر کارکنان وعوام سے مخاطب ہوتے تو ایسا لگتا کہ حسین الفاظ کی خوبصورت بندشیں دستہ بستہ سامنے کھڑی ہیں، مضمون کا انتخاب بھی اور اس کے لئے طرز استدلال بھی لاجواب۔ بعد میں معلوم ہوا کہ آپ کا قلم اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ تنظیمی وتحریکی مشاغل کی بناء پر آپ

CS CamScanner

نے بہت زیادہ نہیں لکھا لیکن جو کچھ لکھا خوب لکھا، اسلوب تحریر اتنا نفیس کہ خواہی نہ خواہی پڑھنے کو دل چاہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے اصل مزاج کے اعتبار سے کراچی کے حنفی حضرات مدظلہما علم و تحقیق اور تدریس و تربیت کے میدان کے آدمی تھے اور ان لوگوں نے اسی نہج پہ کام شروع کیا تاہم مسلسل شہادتیں، ٹارگٹ کلنگ، گرفتاریوں اور دگرگوں حالات کے بعد آپ حضرات نے سب کچھ چھوڑ کے اپنا سب کچھ اصحاب رسولؐ کی عزت و حرمت کے لئے وقف کر کے ہر طرف سے ہجرت کر لی اور پھر تنظیمی و تحریکی میدان میں آکر بھی دشمن اصحاب رسولؐ پہ ایسی نظریاتی ضربیں لگائیں کہ وہ اوچھے ہتھکنڈوں پہ اتر آیا، آپ کو قتل کی دھمکیاں دی گئیں، مسلسل ریکیاں ہوئیں، حملوں کی کوشش، ان سب میں ناکامی کے بعد لاکھوں روپے کی سپاری دے کر آپ کو راستے سے ہٹانے کے لئے ایران سے بدنام زمانہ فوجی تربیت یافتہ ٹارگٹ کلروں کی ٹیمیں بلوائی گئیں۔ تاہم حنفی صاحب نے رکنا تھا اور نہ وہ رکے۔ آخری حربے کے طور پر پورے 100 دن اندھیری کال کوٹھڑی میں بند کر کے ہر قسم کے تشدد کو آزما کر بھی مشن و مؤقف سے ہٹانے میں ناکام رہے۔

آمدم برسر مطلب! رفقاء کے ہمراہ بعد ظہر جامع مسجد یوسفی لیاری ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ جہاں برادر مولانا احسان اللہ فاروقی شہید، برادرم رفیع اللہ پہلے سے موجود تھے۔ علامہ حنفی صاحب ہمیں دیکھتے ہی حسب عادت مسکراتے ہوئے کھڑے ہوئے اور بغل گیر کیا۔ سلام و دعا کے بعد معاً مجھ سے فرمانے لگے: کلیانوی صاحب ایک کام کریں آپ، اگر آپ کے پاس وقت ہو، پھر چند عنوانات بتائے اور فرمایا اس پر عام فہم، مدلل اور مختصر مضامین لکھیں اور ساتھ ساتھ اس کی ویڈیو ریکارڈ کر کے اسے سوشل میڈیا پر بھی شائع کریں۔ فرمایا میں دو دن سے ایک عنوان پہ لکھ رہا تھا مگر رات چودھری عامر و دیگر ساتھیوں کی گرفتاری ہوئی اس کے بعد سے یکسوئی ختم ہو گئی اور ذہن منتشر...... سب کچھ اٹھا کے رکھ دیا۔

عرض کیا حضرت ویڈیو میرے لئے مشکل ہے تاہم آپ نے جو عنوانات بتائے ہیں مسلم شریف کی تدریس کے دوران ان تمام عنوانات پہ میرے نوٹس موجود ہیں، مزید مراجع کی طرف رجوع کر کے ان شاء اللہ اس پہ کام کرتا ہوں۔

CamScanner

فن خطابت کورس، تصوف وطریقت، جماعت کے زیرانتظام شعبہ تصنیف وتالیف کا قیام، حضرت عثمانی صاحب کی شخصیت، راقم الحروف کی تصانیف کی اشاعت، تذکرہ شہداء کا احاطہ اور دیگر عنوانات پہ حضرت سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔ درمیان میں حضرت اسیران کے حوالے سے حضرت فاروقی صاحب اور حنفی صاحب سے بھی گفتگو فرماتے رہے۔ آپ کی طبیعت بھی دو ہفتوں سے ناساز ہے، میڈیکل رپورٹ میں ملیریا، ٹائی فائیڈ، جوڑوں کے درد ودیگر امراض کی تشخیص ہوئی جس کا علاج شروع ہے۔

دو گھنٹوں پر مشتمل ملاقات حضرت سے فن خطابت کورس کے تقریر کے لئے حصول وقت کے ساتھ اختتام کو پہنچی۔ آپ ایک مرتبہ پھر کھڑے ہوئے اور بغل گیر کر کے دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

اس وقت جب بندہ یہ سطور کی بورڈ کے ذریعے موبائل کی اسکرین پر نمودار کر رہا ہے، حنفی صاحب کا چہرہ شفقتیں، مسکراہٹ، محبتیں اور ہمہ تن توجہ یہ سب چیزیں ذہن کی اسکرین پہ نمودار ہو رہی ہیں۔

یارو! حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنے دین عالی کی خدمت کے لئے ہی پیدا فرماتا ہے اور پھر بعض خوش نصیبوں کو عزیمت کے راستے پر ڈال کر اہل عزیمت لوگوں میں شامل کر دیتا ہے۔ تحریکوں کے لئے ایسی شخصیات نعمت کبریٰ ہوتی ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ تحریر، تقریر اور تدریس کی صلاحیتوں سے مالا مال ہیں، تحریکوں کی طرف نہیں آتے، حجرے میں بیٹھ کر حلقہ مریدان، شاگردانِ ومقتدیاں ہی میں ہٹو بچو کی زندگی گزار دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی کپڑوں کی استری بھی راہِ عزیمت میں شکنوں سے پر نہیں ہوتی۔

CamScanner

شہداء ڈے (2017ء)

اللہ تعالیٰ نے ''شہداء کرام'' کے لئے ایک بہت ہی عجیب نظام قائم فرمایا ہے، اس نظام میں مزے ہی مزے ہیں، سکون ہی سکون ہے اور عزت ہی عزت ہے۔ رب کعبہ کی قسم اگر وہ نظام ہماری سمجھ میں آ جائے تو ہم ایک منٹ اس دنیا میں رہنا گوارہ نہ کریں۔ اس دنیا میں رکھا ہی کیا ہے، دھوکا، جھوٹ، بیماری، پریشانی، لڑائی جھگڑے، گناہ اور بے چینی شہید سے جنت میں پوچھا جائے گا کہ کیا چاہئے؟ وہ جواب دے گا اے میرے رب! مجھے دنیا میں بھیج دیتے تاکہ دوبارہ شہادت پا سکوں...... جنت جیسی جگہ سے شہادت کی خاطر واپسی...... اللہ اکبر کبیراً ......سونے چاندی اور موتیوں کے محلات، پاک، صاف حسین وجمیل حوریں، نہ غم، نہ بیماری ......انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت...... ہواؤں میں اڑتے گھوڑے...... بے مثال صحت اور جوانی...... اور ہر وہ چیز کی خواہش کوئی انسان کرسکتا ہے...... نہ خوف، نہ غم...... مگر شہادت کے وقت شہید کو جو کچھ ملتا ہے اسے پانے کے لئے وہ جنت چھوڑنے کو بھی تیار۔

14 مئی 2017ء اہلسنّت والجماعت کراچی ڈویژن نے ہر سال کی طرح اس سال بھی شہداء کے یتیم بچوں اور اہل خانہ میں خوشیاں بکھیرنے کے لئے شہداء ڈے منانے کا اہتمام کیا جس کے لئے کراچی، بلوچستان لنک روڈ پہ ایک کشادہ اور وسیع عریض فارم ہاؤس بک کیا گیا جس میں سیر وتفریح کی تمام تر عمدہ سہولیات موجود تھیں۔ دن چڑھتے ہی قافلوں کی صورت میں شہداء کے اہل خانہ، مقررہ مقام پر جمع ہونا شروع ہو گئے تھے جبکہ تھوڑی ہی دیر میں جماعتی قائدین بھی تشریف لے آئے۔ اس سال کا شہداء ڈے اس حوالے سے خصوصیت کا حامل تھا کہ اس میں خصوصی طور پر قائد اہلسنّت، نواب زمانہ، سفیر امن علامہ محمد احمد لدھیانوی، صدر اہلسنّت وارث شہداء علامہ اورنگزیب فاروقی، مرکزی رہنما علامہ عبدالخالق رحمانی، ابن شہید

CamScanner

حافظ انس اعظم طارق شہید، بنت شہید اعظم طارق شہید، سکندر شاہ سمیت کراچی بھر کی قیادت نے شرکت کی۔

شہداء ڈے کے حوالے سے دن بھر کے پروگرامات منظم انداز میں ترتیب دیئے گئے تھے، صبح سے لے کر دوپہر تک سیر وتفریح کا وقت مقرر کیا گیا تھا۔ فارم ہاؤس میں چار سوئمنگ پولز تھے جن میں خواتین وحضرات اور بچوں نے الگ الگ سوئمنگ کی اس دوران قائدین علامہ لدھیانوی، علامہ فاروقی، علامہ رحمانی بنفس نفیس شہداء کے بچوں میں تشریف لے گئے اور ان کو اپنے ہاتھوں سے جھولا جھلاتے رہے، کھیلتے اور کھلاتے رہے۔ دوران پروگرام قائدین اپنے ہاتھوں سے شہداء کے ننھے منے بچوں کو کھانے پینے کی چیزیں بھی تقسیم کرتے رہے۔

ساڑھے بارہ بجے کے قریب کھانے اور نماز کا وقفہ ہوا جس سے فراغت کے بعد شرکاء کو ایک جگہ جمع کیا گیا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد پنجاب سے تشریف لائے ہوئے نعت خواں حافظ عبدالشکور برادران نے اپنا خوبصورت کلام پیش کیا۔ شہداء کے حوالے سے ان کی نظم پر قائدین سمیت ہر ایک کی آنکھ اشکبار تھی۔ بعدازاں حافظ انس اعظم، مولانا رب نواز حنفی، سکندر شاہ کے بیانات ہوئے جبکہ علامہ تاج محمد حنفی مدظلہ نے تمام مہمانوں بالخصوص قائدین علامہ لدھیانوی وفاروقی مدظلہم کا شکریہ ادا کیا۔

4 بجے کے قریب علامہ اورنگزیب فاروقی، وارثانِ شہداء سے گفتگو کے لئے تشریف لائے۔ حضرت کی گفتگو نہیں تھی درد دل تھا جو آپ نے بڑے دردمندانداز میں پیش کیا۔ آپ نے شہداء کی عظمت، ان کے ساتھ اپنی رفاقت، جماعت کے لئے ان کی خدمات کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس عزم کو بھی دہرایا کہ ہم شہداء کے اہل خانہ کو کسی بھی موقع پر تنہا اور اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔ علامہ فاروقی نے اپنی اس بات کو پھر دہرایا کہ مجھے تن کے کپڑے، گھر کے برتن بیچنے پڑے بیچ دوں گا مگر شہداء کے گھر کا چولہا ٹھنڈا ہونے نہیں دوں گا۔ اپنی گفتگو میں انہوں نے ایک موقع پر طیب شہید اور مولانا احسان اللہ فاروقی شہید کے بچوں کو گود میں اٹھایا اور حکمرانوں سے پوچھا کہ بتاؤ کہ یہ کونسے دہشت گرد ہیں؟ ان کے باپ نے کونسی دہشت

CamScanner

گردی کی تھی؟ ان کے سروں سے باپ کا سایہ کیوں چھین لیا گیا؟ ان کے والد کے قتل کا کیس کب فوجی عدالت میں چلایا جائے گا؟ ان کے قاتلوں کو کب ماورائے عدالت کا قتل کیا جائے گا؟ اس موقع پر حضرت لدھیانوی سمیت ہر ایک آنکھ اشکبار تھی اور تمام شرکائے مجلس کے ضبط کے بندھن ٹوٹ چکے تھے، انہوں نے مخیّر حضرات کو بھی متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ آپ کی زکوٰۃ وصدقات سے گھرانوں کے گھرانے چلتے ہیں لیکن کیا عظمت صحابہؓ کے لئے جان قربان کرنے والے ان نوجوانوں کے یتیم بچوں کا کوئی حق نہیں ہے کہ آپ ان کی کفالت کا بھی ذمہ اٹھائیں، ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے آپ آگے بڑھیں، ان کے راشن، تعلیم، علاج معالجے، شادی بیاہ ودیگر اخراجات کا ذمہ آپ لوگ لیں۔

علامہ اورنگزیب فاروقی کے بیان کے بعد کتاب ''پروانے صحابہؓ کے'' کی تقریب رونمائی ہوئی۔ کتاب کی رونمائی مرکزی قیادت نے کی، بعدازاں شہداء کے بچوں میں انعامات تقسیم کئے گئے۔ جن بچوں نے امتحانات میں اعلیٰ پوزیشن حاصل کیں ان کو اسی طرح جن بچوں کے نام صحابی رسولؐ حضرت معاویہؓ کے نام پر امیر معاویہ رکھے گئے ان کو شیلڈ سے اور تمام شہداء کے اہل خانہ کو خوبصورت تحائف سے نوازا گیا۔

آخر میں قائد اہلسنّت والجماعت مائیک پر تشریف لائے، آپ نے شہداء ڈے کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کیا اور کراچی کی پوری قیادت کو خراج تحسین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ شاباش بھی دی جنہوں نے اس قدر نامساعد حالات کے باوجود اپنے شہداء کو فراموش نہیں کیا۔ قائد محترم نے اعلان بھی کیا کہ آئندہ یہ شہداء ڈے ملک کے چاروں حصوں میں منایا جائے گا۔ دعا کے بعد خواتین میں مولانا محمد اعظم طارق شہید کی صاحبزادی کا بیان ہوا جبکہ بچے اور دیگر حضرات پھر سیر وتفریح میں مشغول ہو گئے۔

مخیّر حضرات سے اپیل

الحمدللہ! اہلسنّت والجماعت اس وقت سینکڑوں شہداء کے گھروں کی کفالت کر رہی ہے۔

یہ جماعت اس زمانے میں اپنے خون سے دین کا دفاع کرنے والی، ہزاروں شہداء کی ہم پیالہ جماعت، مسجدوں اور جیلوں کو آباد کرنے والی، مسلمانوں کی خدمت کرنے والی، کفر کا ناطقہ بند

CamScanner

کرنے والی، اسیران اور شہداء کے گھرانوں کی کفالت کرنے والی، خلافت راشدہ کے نظام کے قیام کے لئے اپنے لہو سے جدوجہد کرنے والی، مسکینوں، یتیموں کی خدمت کرنے والی ایک غریب سی جماعت ہے۔شہداء کے گھرانوں کی کفالت، اسیران کے مقدمات کی پیروی، اس پر ہر سال کروڑوں روپوں کے اخراجات ہیں جو صرف اللہ رب العزت کے فضل وکرم اور آپ اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورے ہوتے ہیں۔اس لئے آپ آگے بڑھے، اللہ کے ان بندوں کی مدد کریں، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا۔آپ دنیا میں مصیبت زدہ لوگوں کی تکلیفوں کو دور کریں تو اللہ تعالیٰ قیامت دن کی بڑی تکلیفوں کو آپ سے دور کرے گا۔ اہلسنّت والجماعت کے جانباز دیوانے شہداء کے گھرانوں کی کفالت میں میدان میں اترے ہوئے ہیں۔ماہِ رمضان میں آپ کے گھر پہ دستک دیں گے، مساجد واجتماعات کے باہر آپ کے سامنے جھولی پھیلائیں گے، ان کے ساتھ مل کر آپ بھی نیکی کے اس کام میں اپنا حصہ ملائیں، اجر حاصل کریں۔وہ دیکھیں شہداء کے ننھے منے، بیوگان عید کی خوشیاں حاصل کرنے کے لئے گھر کا چولہہ جلانے کے لئے آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ رہے ہیں۔آگے بڑھ کے ان کے کفیل بنئے۔یاد رکھئے صدقہ کرنے سے مال کم نہیں اور بڑھا کرتا ہے۔

سلام! سلام! سلام لدھیانوی

علامہ علی شیر حیدری شہید کی شہادت سے چند ماہ قبل کی بات ہوگی، راقم الحروف علامہ عبدالغفور ندیم شہید کے ساتھ ایک پروگرام سے واپس آرہا تھا، دوران گفتگو میں نے گزشتہ دنوں ہونے والے مرکزی اجلاس کے فیصلہ جات کی بابت دریافت کیا تو ندیم صاحب فرمانے لگے اس مرتبہ حیدری صاحب نے حضرت لدھیانوی صاحب کے ذمے ایک عجیب اور بظاہر موجودہ حالات کے پیش نظر ناممکن نہیں تو مشکل ترین کام ذمہ لگایا ہے۔

عرض کیا حضرت وہ کیا؟

ندیم صاحب نے فرمایا کہ حضرت حیدری نے فرمایا کہ اس وقت ہماری جماعت باوجود اکثریتی طبقے سے تعلق رکھنے کے دشمن کی عیاری اور کامیاب پالیسی کی وجہ سے اقلیتی طبقے میں شامل ہے اور دشمن مٹھی بھر اور اقلیت میں ہونے کے باوجود اکثریت اور طاقت میں ہے...... دشمن ہر دینی اتحاد کا حصہ...... سیاسی الائنس کی ضرورت...... لسانی تنظیموں کا منظور نظر...... فرقہ پرستوں کا ہمنوا...... آل پارٹیز میں مدعو...... حکومتی اجلاسات کی زینت...... ہمارے اپنوں کا ہم مشرب...... الغرض جہاں جہاں میری جماعت نظر آنی چاہئے وہاں مجھے باطل نظر آتا ہے۔

ندیم صاحب فرمانے لگے حیدری شہید نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا...... لدھیانوی صاحب علمی میدان میں دشمن کے تعاقب کے لئے آپکا خادم، میرے شاگرد اور جماعت کے خطباء موجود ہیں...... تاہم دشمن کی پالیسیوں کو ناکام کرنے...... اس کو پھر اپنی اقلیتی پوزیشن پر لانے کے لئے...... مذہبی، سیاسی اتحادوں سے نکالنے...... الغرض دشمن جہاں جہاں کھڑا ہو کر ہم پر وار کرتا ہے...... مجھے وہاں آپ اور آپ کی جماعت کھڑی نظر آنی چاہئے...... چاہے اس کے لئے آپ کو پانچ سال لگیں...... دس یا بیس سال...... اس کے لئے آپ جو پالیسی بنائیں میری طرف سے آپ کو اجازت ہے۔

CamScanner

میں نے عرض کیا حضرت پھر لدھیانوی صاحب نے کیا جواب دیا...... فرمایا لدھیانوی صاحب نے صرف اتنا کہا کہ...... حضرت کام کافی مشکل...... صبر آزما...... طویل...... اور میں کمزور...... لیکن اگر آپ دعا فرمائیں گے میں آج سے نہیں ابھی سے اس جدوجہد کا آغاز کر دیتا ہوں۔

دوستو! آج جماعت اسلامی کی آل پارٹیز کانفرنس کی تصاویر دیکھیں...... خدا کی قسم...... آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے...... فرط جذبات سے موبائل کی اسکرین کے ذریعے...... قائد محترم کو بوسے دینے لگا...... واللہ العظیم اگر سامنے ہوتے میں ان کی جوتیوں کو بوسہ دیتا...... اللہ مرشد لدھیانوی کو لمبی حیاتی دے...... دس بیس نہیں...... صرف پانچ سالوں میں اپنے قائد و مرشد کے حکم اور خواہش کو پورا کر دیا...... آج ہماری جماعت اور قائد محترم...... آپکو وہاں وہاں نظر آئیں گے...... جہاں کچھ عرصہ قبل صحابہ کا دشمن کھڑا نظر آتا تھا۔

حضرت حیدری نے یوں تو نہیں کہہ دیا تھا کہ...... مجھے لدھیانوی کے ہاتھوں پر فتوحات نظر آ رہی ہیں۔

پھر میں کیوں نہ کہوں

سلام سلام سلام لدھیانوی
میرا دل اور جان بھی
لدھیانوی لدھیانوی

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل البشر بعد الانبیاء کیوں؟

پہلی بات یہ نوٹ کرلیں کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ صحابہ میں افضلیت کی بحث اچھی نہیں ہے، سب ایک جیسے ہیں...... نہیں ایسا نہیں، حضور علیہ السلام نے انہیں ستاروں سے تشبیہ دی ہے ''اصحابی کالنجوم'' اور ظاہر ہے سب ستارے ایک جیسی چمک نہیں رکھتے...... کوئی زیادہ چمکتا ہے کوئی کم...... ہاں لیکن روشنی ہر ایک سے ملے گی اندھیرا کسی سے نہ ملے گا اور ہر ایک کا اپنا اپنا مقام ہے...... اور سب سے افضل اور اونچا مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے...... اور سب سے افضل مقام صدیق اکبر کا کیوں ہے؟ اس کے لیے پہلے ہمیں افضلیت کا معیار تلاش کرنا پڑے گا اور پھر یہ دیکھنا پڑے گا کہ ان معیارات پر بدرجہ اتم واکمل کون پورا اترتا ہے...... باقی رہا افضلیت معیار ملے گا کہاں سے؟ اس کے لئے ہم کتاب لاریب کا سہارا لیتے ہیں۔

افضلیت کا پہلا معیار:

ایمان: یرفع الله الذین امنوا منکم

افضلیت کا دوسرا معیار:

علم: هل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون

افضلیت کا تیسرا معیار:

جان ومال کی قربانی: لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل

افضلیت کا چوتھا معیار:

اللہ کا فضل: وبشر المؤمنین بان لهم من الله فضلا کبیرا

CamScanner

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ افضلیت اور بزرگی کا معیار رنگ ونسل، اقتدار وحکومت یا حسب ونسب نہیں ہے بلکہ ایمان، علم صحیح، انفاق وقتال فی سبیل اللہ اور اللہ کا فضل ہے اور جس کو ان اوصاف میں تفوق وبرتری حاصل ہوگی اس میں اتنی ہی فضیلت وبرتری پائی جائے گی۔

آیئے اب دیکھتے ہیں افضلیت کے ان معیار پر صدیق اکبر کس مقام پر ہیں؟

افضلیت کا پہلا معیار اور ایمان صدیقیؓ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ایمان کے بعد جس ہستی نے سب سے پہلے ایمان قبول کیا وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

قال النبی ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبتم وقال ابوبکر صدق. (بخاری جلد1 ص 517)

اور پھر اس ایمان صدیقی کی باطنی کیفیت پر مہر نبوی ملاحظہ فرمائیں کہ آپ علیہ السلام جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عدم موجودگی میں فرماتے ہیں:

اؤمن بذلک انا وابوبکر وعمر.

(بخاری جلد1 ص312)

افضلیت کا دوسرا معیار اور علم صدیقیؓ:

آقاعالی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یتقدم القوم اقراھم للقرآن

امامت کے لئے آگے وہ ہوگا جو قرآن کا بڑا عالم ہو......اور پھر دیکھیں مرض الوفات میں مروا ابابکر فلیصل بالناس کہہ کر حضور نے بتادیا کہ قرآن پاک کا بڑا عالم اور کتاب اللہ سے سب سے زیادہ مشتغل وہ ابوبکر صدیق ہے......اسی بات کو حافظ ابن کثیر نے یوں لکھا کہ:

تقدیمہ لہ دل علی انہ اعلم الصحابۃ واقراھم

(البدایہ جلد5ص236)

افضلیت کا تیسرا معیار اور انفاق صدیق اکبرؓ:

عمل انفاق میں صدیق اکبر کا کیا مرتبہ تھا ملاحظہ فرمائیں حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم

کا فرمان عالیشان:

مانفعنی مال قط مانفعنی مال ابی بکر، فبکی ابوبکر وقال یارسول اللہ ھل اناومالی الالک.(ابن ماجہ ص 10)

اور پھر محدث عبدالرزاق کی روایت دیکھیں

کان رسول اللہ یقضی فی مال ابی بکر کما کان یقضی فی مال نفسہ. اللّٰہ اکبر کبیرا.

جناب عائشہ کی روایت ملاحظہ کریں۔

قالت انفق ابوبکر علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعین الفا

افضلیت کا چوتھا معیار اور فضل ربی کا مصداق صدیق اکبرؓ:

صدیق اکبرؓ جناب مسطح بن اثاثہ پر اللہ کی راہ میں بہت خرچ کرتے تھے، واقعہ افک کے ضمن میں نیت کر لی کہ آئندہ خرچ نہیں کریں گے۔

اس پر قرآن کریم نے کیا کہا ذرا دیکھیں:

ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعة.

مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہاں فضل کی نسبت حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف ہے۔تو پتہ چلا ابوبکر فضل والے ہیں۔

قارئین کرام اختصارا آپ حضرات کے سامنے ہم نے افضلیت کے معیار اور اس کا اولین مصداق رکھ دیا ہے جس سے روز روشن کی طرح یہ بات عیاں ہوگئی ہے کہ افضلیت کے ہر پہلو اور معیار سے افضل الصحابہ اور افضل البشر بعد از انبیاء وہ صدیق اکبرؓ ہی کی ذات اقدس ہے۔اللہ پاک ہمیں صدیقی نسبت کے ساتھ زندگی اور اسی نسبت کے ساتھ موت عطا فرمائے۔

قائدین سپاہ صحابہؓ اور اکابرؒ

فرمان حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ:

''میں نے دو آدمیوں کے جنازے میں فرشتوں کو آسمان سے اترتے دیکھا ایک احمد علی لاہوریؒ اور دوسرا حق نواز جھنگویؒ۔''

☆☆☆

فرمان حضرت مولانا مفتی زین العابدین رحمہ اللہ:

تبلیغی جماعت کے بزرگ مفتی زین العابدین پیرانہ سالی اور انتہا درجہ کے ضعف کے باوجود فاروقی شہید کے جنازے میں تشریف لائے، کسی نے پوچھ لیا کہ اس قدر ضعف کے باوجود کیوں تشریف لائے جنازہ تو فرض کفایہ تھا؟ فرمایا کیسے نہ آتا رات خواب میں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی ہزاروں کے مجمع میں ایڑھیاں اٹھا اٹھا کر کسی کا انتظار فرما رہے تھے میں نے پوچھا آقا کس کا انتظار ہے فرمایا: اپنے بیٹے ضیاء الرحمٰن کا انتظار کر رہا ہوں۔

☆☆☆

فرمان امام اہلسنّت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ:

''اعظم طارق اور فاروقی تم دونوں آبروئے دیوبند ہو۔''

☆☆☆

فرمان: صدر وفاق شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ:

جھنگوی، فاروقی اور اعظم اپنے مشن سے مخلص تھے اور جلسوں میں ان ہی کا سکہ چلا کرتا تھا۔

☆☆☆

CS CamScanner

فرمان حضرت پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ:

رات خواب میں دیکھا امی عائشہ اعظم طارق کے استقبال کے لئے تشریف لائی ہیں۔

☆☆☆

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ:

شاگرد کا فخر استاد ہوا کرتے ہیں لیکن میرا فخر اعظم طارق ہے۔

☆☆☆

فرمان حضرت مولانا عبدالکریم ندیم مدظلہ:

ہم حیدری شہید کو نہیں علوم لکھنوی کو دفن کر رہے ہیں۔

☆☆☆

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید:

☆ علی شیر آپ عدالت میں شیعت کے کفر کا کیس لڑو میں آپ کے ساتھ آؤں گا۔

☆ سفید نہیں کالا عمامہ لاؤ اعظم طارق میرا مجاہد بیٹا ہے۔

☆☆☆

علامہ خالد محمود پی ایچ ڈی لندن:

علی شیر حیدری جیسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

یہ چند سرسری حوالے ذہن میں آ گئے ورنہ حقیقت کہ اکابر کے تائیدی فرامین پر پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے اسی لیے تو ہمیں مشن حق نواز کی صداقت پر چڑھتے سورج کی طرح یقین ہے اور ہم اسی مشن کے لئے جینا اور اسی مشن پر مرنا چاہتے ہیں۔

فن خطابت کورس میں بیتی ایک صبح

(2017ء)

قائد محترم مولانا اورنگ زیب فاروقی مدظلہ سے ہونے والی ملاقات میں آپ نے فن خطابت کورس کے انعقاد اور اس میں شرکت کا حکم ارشاد فرمایا تھا، میرے لیے یہ بات انتہائی سعادت تھی کہ اپنے دور کے خطیب اعظم اور شہنشاہ خطابت نے اپنی زیر نگرانی ہونے والے کورس میں اس طفل مکتب کو اپنی پراگندہ اور بے ربط و جوڑ گفتگو پیش کرنے کا موقع دیا۔

علامہ اورنگزیب فاروقی اور خطابت ہم معنی الفاظ ہیں، اس دور میں یہ اعزاز صرف آپ کو حاصل ہے کہ ایک ایک دن میں درجن بھر اور ہفتہ بھر میں سو سو کے قریب بیانات گھنٹہ گھنٹہ بھر مشتمل آپ نے کئے...... پھر ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی کئی مرتبہ...... راقم اس بات کا عینی گواہ ہے کہ آپ سے وقت لینے کے لئے چھ چھ ماہ قبل رابطہ کر کے ڈائری میں پروگرام نوٹ کروایا جاتا ہے۔

عموماً آپ کی تقریر کا دورانیہ گھنٹہ، سوا گھنٹہ ہوتا ہے...... لیکن جب تک آپ بولتے ہیں مجمع اکائی بنا رہتا ہے۔ ایک خطیب کا انتہائی کمال یہ ہے کہ وہ اپنے سامعین کو ذہنی وحدت میں ڈھال کر گوش بر آواز کر لے اور یہ خصوصیت علامہ فاروقی مدظلہ کی خطابت میں بدرجہ اتم موجود ہے۔

آمدم برسر مطلب! مقررہ وقت پہ شاہ لطیف ٹاؤن جامع مسجد خدیجۃ الکبریٰ اور مدرسہ عثمان بن عفان پہنچا، برادر مکرم، نوجوان خطیب مولانا عادل عمر (صدر اہلسنّت والجماعت ضلع ویسٹ) نے اپنے مخصوص انداز میں خندہ پیشانی، خندہ روئی سے پرتپاک انداز میں گلے لگا کر استقبال کیا...... مولانا سے ہمارا زمانہ طالب علمی سے یارانہ ہے، وہ ہمیشہ سے انتہائی فعال، متحرک اور ایک نظریاتی ورکر نظر آئے ہیں۔ آج کل اپنی تمام تر صلاحیتیں تحریک مدح صحابہ کے لئے وقف کر چکے ہیں، اس پاداش میں کئی مرتبہ اسیر بھی ہوئے مگر ان کے غیر متزلزل نظریات کسی قسم کی کمزوری کے شکار نظر نہیں آتے بلکہ ہر آنے والا دن انکے جذبات کو جلا بخش رہا ہے...... شہر کراچی اور گرد و نواح کے مقبول خطیب ہیں جبکہ ایک دینی ادارے میں کامیاب مدرس بھی ہیں...... حضرت مدظلہ کے حکم پہ وہ ہر سال کورس کی مکمل نگرانی فرماتے ہیں اور اپنے تجربات اور اپنا فن خوب شائقین میں منتقل کرتے ہیں۔

ہاتھ تھامے وہ ہمیں کمرے میں لے گئے جہاں احباب سے سلام دعا چل رہی تھی کہ

CamScanner

اچانک دراز قد، خوبصورت چہرے، عالمانہ وجاہت کے ساتھ سر پہ دستار سجائے اسیر ناموس اصحاب رسول، نڈر، بیباک خطیب، جرأت وایثار کے پیکر مفتی اسرار حیدری مدظلہ (راولپنڈی) جلوہ گر ہوئے۔ مجھے اپنے نظریاتی دوستوں سے ہمیشہ قلبی تعلق رہا ہے مگر جن کی زندگی عزیمت و استقلال کی عملی تصویر ہو ان پہ تو میں دل وجان سے فدا ہوں......ان ہی میں ہمارے ممدوح مکرم مفتی صاحب بھی ہیں۔ وہ قائد محترم مدظلہ کی دعوت پہ خصوصی طور پہ کورس کی نگرانی اور اسباق کی تدریس کے لئے تشریف لائے تھے اور یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ وہ طلباء کے اوقات کو قیمتی بنانے کے لئے ہمہ تن مصروف عمل ہیں، انہوں نے ایک زبردست نظام الاوقات بنا کر کورس کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ خطابت کی بنیاد مشق پہ ہے اور وہ دن میں چھ چھ گھنٹے طلباء کو مشق کرواتے ہیں جبکہ گزشتہ سالوں میں یہ دورانیہ دو گھنٹے پر مشتمل تھا۔ سو کے قریب طلباء کی تین کیٹگریاں اے، بی، سی بنا کر وہ ہر ایک گروپ کے ہر فرد پہ انفرادی توجہ دے رہے تھے۔ رات کو بارہ بجے سے پہلے کسی طالب علم کو سونے کی اجازت نہیں ہوتی اور مختلف عربی خطبات، اردو تقاریر اور اشعار ان کو از بر کرائے جا رہے ہیں جبکہ روز کی سطح پہ ہر طالب علم سے تین تین منٹ کی تقریر سن کر اس کی مزید رہنمائی اور اس کی غلطیوں کی نشاندہی کر کے ان کی اصلاح کی جاتی ہے۔

راقم الحروف اپنا عنوان لیے مسجد کے محراب سے اندر داخل ہوا تو طلباء کی ایک کثیر تعداد موجود تھی، معلوم کرنے پہ بتایا گیا کہ سو قریب داخلے ہو چکے ہیں جبکہ مدرسے میں تعمیرات جاری ہونے کی بناء پر جگہ کی تنگی ہونے کی وجہ سے داخلے بند کر دیئے گئے ہیں۔

لیکچر کے آغاز میں راقم نے تعارفاً پوچھا کہ شہر کراچی کے باہر کے طلباء کون کون ہیں؟ تو معلوم ہونے پہ خوشگوار حیرت ہوئی کہ فیصل آباد، کوہاٹ، مظفر گڑھ، کبیر والہ، مانسہرہ، کوئٹہ، خضدار، خیر پور میرس، حیدر آباد، سعید آباد، ٹنڈو آدم سمیت مختلف علاقوں سے طلباء تشریف لائے ہوئے ہیں۔ کچھ طلباء وہ بھی تھے جو گزشتہ سال بھی شریک تھے اس سال مزید استفادے کے لئے تشریف لائے ہیں جبکہ شرکاء میں طلباء کے علاوہ علماء، ائمہ مساجد اور مدرسین بھی نظر آ رہے تھے۔

راقم الحروف کا "خطابت اور خطیب کے اوصاف" کے عنوان پر ڈیڑھ گھنٹے پر مشتمل تفصیلی لیکچر ہوا جس کی روئیداد کسی اور موقع پر تفصیلاً احاطہ تحریر میں لائی جائے گی۔ ان شاءاللہ

CS CamScanner

شہداء کے مطلوبہ کوائف

اگر آپ اپنے کسی شہید کا تفصیلی تذکرہ ''پروانے صحابہؓ کے'' عنوان سے لکھی جانے والی شہدائے ناموسِ صحابہؓ کی عزیمتوں کی داستان میں شامل کروانا چاہتے ہیں تو مندرجہ ذیل معلومات میں سے جس قدر ممکن ہو حالات جلد از جلد مندرجہ ذیل ای میل ایڈریس پر ارسال فرمائیں:

Email: parwanesahabake@gmail.com

شہید کا نام، ولدیت، تاریخ پیدائش، جائے پیدائش، آبائی علاقہ، رہائشی علاقہ، تعلیم مدرسہ/ اسکول، کہاں کونسی کلاس اور درجہ پڑھا، مشہور اساتذہ کرام و ہم سبق حضرات، جماعت میں شمولیت کب ہوئی اور شمولیت کی وجہ، جماعتی ذمہ داریاں، جماعتی کارکردگی، اخلاق، کردار، اصلاحی تعلق اگر کسی سے ہو، شہادت کی تاریخ، جائے شہادت، شہادت کا واقعہ، جنازہ کہاں اور کس نے پڑھایا، معروف شخصیات کون کون شریک تھیں، جماعتی زندگی کے خاص واقعات، کام کرنے کا انداز، شادی شدہ یا کنوارے، اولاد کی تعداد اور مشغلہ، اہل خانہ کے شہید کے لئے اور جماعت کے حوالے سے تاثرات، اس کے علاوہ جو ممکن ہو، ضروری سمجھیں نوٹ کروادیں۔

ابن ظہیر کلیانوی کی تالیفات

☆ ...... پروانے صحابہؓ کے (جلد اوّل)

☆ ...... پروانے صحابہؓ کے (جلد دوم)

☆ ...... سلام اے شہید حرمین

☆ ...... انوار الصرف شرح ارشاد الصرف

☆ ...... دفاعِ صحابہ وقت کی اہم ترین ضرورت کیوں؟

☆ ...... گستاخِ رسول ﷺ کی شرعی سزا

☆ ...... گستاخِ صحابہؓ کی شرعی سزا

☆ ...... رُحَمَاءُ بَيْنَهُم

☆ ...... مسکراتے چہرے

☆ ...... سیرت علی المرتضیٰؓ

☆ ...... سیرت عائشہؓ

زیر تصنیف

☆ ...... پروانے صحابہؓ کے (جلد سوم)

☆ ...... دروس خطابت

☆ ...... بزمِ کلیانوی کی تقریریں

☆ ...... خوشبوؤں والا راستہ

وارث شہداء علامہ غازی اورنگزیب فاروقی حفظہ اللہ
کی عوام اہل سنت سے اپیل

الحمدللہ! ''پروانے صحابہؓ کے'' کے عنوان سے 150 سے زائد شہدائے ناموس صحابہؓ واہل بیتؓ کا ایمان افروز تذکرہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

ہماری جماعت کے شہداء کی تعداد 7,000 سے متجاوز ہے۔ اس اعتبار سے تذکرہ شُہداء کی تدوین کی ''یہ صبح اولیں ہے اور اس کی شام آخریں'' ابھی بہت دور ہے۔

اس سلسلے میں آپ تمام احباب بالخصوص ملک بھر کے جماعتی ذمے داران، کارکنان اور شہداء کے ورثاء سے خصوصی درخواست ہے کہ ناموس صحابہؓ واہل بیتؓ کیلئے جان قربان کرنے والے اپنے عزیز و اقارب کے تفصیلی حالات ''ہفت روزہ اہلسنت'' کے ای میل ایڈریس پر پوسٹ کریں۔ یاد رکھیں یہ صرف شہداء کا تذکرہ ہی نہیں بلکہ آپ کی جماعت کی لازوال قربانیوں کی ایک عظیم داستان ہے جو تاریخ بننے جا رہی ہے۔ اس لیے شہداء کے انمٹ نقوش کو تاریخ کے اوراق میں محفوظ رکھنا ہم پر فرض بھی ہے اور قرض بھی۔

Email: weeklyahlesunnat@gmail.com

والسلام

آپ کا بھائی

اورنگزیب فاروقی

مرکزی صدر اہل سنت والجماعت پاکستان